بسم اللہ الرحمن الرحیم

فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ

مجموعۂ کلام

گنجینۂ اسرار اذکار توحید گفتار

دیوان حضرت عاشق

۱۹۹۰ء

باہتمام

حضرت محمد شاہ عارف اللہ چشتی عاشقی محمودی

پتہ: ریڈہل مکان نمبر 505-4-11 حیدرآباد دکن 500004

فون: 37424

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حقایق و معارف دستگاہ

حضرت مولانا شاہ کریم اللہ صاحب عاشق قبلہ چشتی نظامی محمودی

گنجینۂ اسرار از افکار توحید گفتار

دیوانِ عاشق

تالیف : ——— شاہ کریم اللہ عاشق

تعداد طبع : ——— ایک ہزار (۱۰۰۰)

مطبوعہ : ——— اعجاز پریس چھتہ بازار

فون :- ۵۲۰۷۷۳

۶ رجب ۱۴۱۲ھ محمد شاہ عارف اللہ چشتی عاشقی محمودی

نصیحت شاہ کریم اللہ عاشق رحمۃ اللہ علیہ

عرض ہے یہ خدمت عالی میں ہر ایک شخص کی
ہے میرے دیوان میں سب توحید کی گفتار پاک
دیکھ لے چشم بصیرت سے مرے دیوان کو
ہے مرے بحر سخن کا گوہر شہوار پاک
علم ظاہر سے جدا ہے معرفت کی گفتگو
خوب ہی نادر یہ مخفی حق کا ہے اسرار پاک
ہر بشر تکفیر کو میری نہ جایز جان لے
مخبر صادق محمدؐ کا ہوں میں دیندار پاک
چاہیئے ہر اک مسلمان کو کہ سمجھے من عرف
قول ان کا ہے یہ جو ہیں حیدر کرار پاک
میں بھی ان کا خوشہ چین ہوں ہو گئے پہلے جو پیر
صفحۂ عالم پر ان کا ہے لکھا اظہار پاک
عارف کامل سے حل ہوگی مری ہر ایک رمز
ہے مرے عرفان کا یہ قلزم ذخار پاک
یادگار اپنا بنایا میں نے اس دیوان کو
ہے مری ہر ایک غزل کا مطلع انوار پاک
طبع کی تاریخ لکھی شاہ کریم اللہ نے
عاشق مجنوں کے اچھے چھپ گئے اشعار پاک
۱۳۰۴ھ

۷۸۶
۲۹۲

حَامِداً وَّمُصَلِّیاً

قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین قبلہ گاہی مرشدی و مولائی حضرت شاہ کریم اللہ عاشق چشتیؒ کا کلام معرفت التیام (۴۰) چالیس سال پہلے زیور طبع سے آراستہ ہوا تھا۔ اب اس کے نسخے کمیاب تھے۔ صاحب سلسلہ ذوقِ علم حضرات کی خواہش پر پھر دوبارہ طبع کرواکر عاشقانِ کلام کو استفادہ کا موقع دیا جاتا ہے
حضرت عاشق صاحب قبلہ کے کلام کی کتابت کے لئے جو خاص اہتمام کیا گیا ہے اس کا اندازہ کچھ اہل نظر ہی کر سکتے ہیں۔ کتابت وطباعت کا جو مرقع تیار ہوا ہے اس کا مثل تو میرے لئے ممکن نہ تھا۔ تاہم میں نے تا بہ مقدور کوشش کی ہے کہ جدید کتابت وطباعت حضرت عاشق صاحب قبلہؒ کے شایان شان ہو چنانچہ میری کاوشوں کا نتیجہ آپ کے سامنے ہے۔ پھر بھی کچھ غلطی ہو گئی ہو تو ادباً معافی کا خواستگار ہوں۔ مجھے اس راہ میں جو دشواریوں سے دوچار ہونا پڑا وہ میں ہی جانتا ہوں۔ سب سے کٹھن منزل صحت کلام کی تھی۔ بعض جگہ پچھلی طباعت کی جو غلطیاں رو پذیر ہو گئی تھیں جن کی تصحیح کے لئے مجھے خاصی سرگردانی کرنی پڑی۔
سب سے پہلے میں اس تحریک کے محرک جناب نصیر الدین صاحب مالک ایشین پریس چھتہ بازار کا ممنون و مشکور ہوں جو مجھے اس طرف راغب کئے۔ اس کے بعد کتابت کی تصحیح کے لئے میں جناب محمد یوسف صاحب عرف چنو بھائی کا بھی مشکور ہوں جو اس کام میں میری بہت مدد کئے اور سرورق کے لئے صدیق صاحب آرٹسٹ (ڈائرکٹر نزل انڈسٹریز)

کا بھی ممنون و مشکور ہوں جو از راہ عقیدت اس دیوان کا سرورق ہدیتاً پیش کئے جس کے لئے وہ لایق مبارکباد ہیں۔ اور ساتھ میں جناب محمد عبدالقادر صاحب خوشنویس کا بھی مشکور ہوں جو اپنی محنت شاقہ سے اس دیوان کی کتابت فرمائے جو کہنے سے بالاتر ہے اور جناب نور محمد صاحب مالک اعجاز پریس کا بھی مشکور ہوں جنہوں نے اپنی دلجوئی سے اس دیوان کو طبع کرنے میں مجھ سے تعاون فرمائے۔ ساتھ میں فیمس بلاک کمپنی کا بھی میں شکریہ ادا کرتا ہوں جو اس دیوان کے سرورق اور فوٹوز بلاک بنانے اور چھاپنے میں بھی میری مدد فرمائے۔ ان تمام صاحبان کے ساتھ ساتھ شانتی بک بائینڈنگ کا بھی بہت بہت شکرگذار ہوں جو دیوان کی بائینڈنگ کرنے میں میری مدد فرمائے۔

آخر میں میں اپنے مخلص محمد شاہ محمود الحق قادری چشتی عرف صابر بھائی کا تہہ دل سے شکرگذار ہوں جن کی محنت و نگرانی سے اس طباعت کی تکمیل ہوئی۔

اور ساتھ ساتھ ان تمام احباب کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جو اس کام میں قدمے سخنے مدد فرمائی۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان تمام احباب کو اس کا اجر عظیم دے۔ ہمیشہ اپنا لطف و کرم ان پر مبذول فرمائے۔ مقاصد دارین میں کامیابی عطا فرمائے۔ حضرت کے فیضان کرم سے متمتع ہوں۔ نیز دیگر برادران ملت جن کی خلوص محنت سے اس طباعت کی تکمیل ہوئی ہے۔ قادر مطلق ان تمام حضرات کو بھی بہ شان کریمی شاد کام رکھے ؎

خدمتِ خاصانِ حق خالی نہیں جاتی کبھی

فقیر محمد شاہ عارف اللہ چشتی عاشقی محمودی

نبیرہ و سجادہ درگاہ حضرت عاشق والد قبلہ

مکان نمبر : 11-4-505

بازارگھاٹ۔ حیدرآباد (آپی) فون 37424

بسم اللہ الرحمن الرحیم
شجرۂ نسب حضرت پیر و مرشد جدِ امجد شاہ کریم اللہ چشتی عاشق خواجہ اعظم معین الدین حسن سنجری
حضرت محمد معروف صاحب قبلہ برہان پوری پردادا حضرت عاشق والا۔
حضرت عارف الدین صاحب قبلہ المتخلص رونق دادا حضرت عاشق والا۔
حضرت غلام مہدی صاحب قبلہ المتخلص واصف و میکش
حضرت شاہ کریم اللہ صاحب قبلہ المتخلص عاشق خواجہ
فرزند کلاں
شاہ محمد عبدالرحیم
فرزند ثانی
شاہ محمد عبدالعلیم
فرزند ثالث
شاہ محمد عبدالعظیم
شاہ محمد عبدالعزیز
شاہ محمد عبدالرحمن توکل شاہ سابقہ سجادہ نشین درگاہ حضرت عاشق والا
شاہ کریم اللہ چشتی ثانی عرف کرنل سعید توفیق
محمد عبدالرحیم
محمد عبدالباقی
محمد عبدالقادر
محمد عبدالہادی
کلاں
شاہ محمد عارف الدین
سجادہ نشین موجودہ
ثانی
محمد اقبال الدین
ثالث
محمد عشرت الدین
خورد
محمد جاوید الدین

نمبر غزل	فہرست کلام	صفحہ نمبر	تعداد اشعار
۲۰	قصر تن میں میرے موجود ہے پایا تیرا	۱۶	۱۹
۲۱	ملے گا وصلِ مطلق میں کہاں نام و نشان اپنا	۱۷	۱۳
۲۲	صورت میں خدا کی جو پیمبر نظر آیا	۱۷	۱۷
۲۳	میں سن کر مست ہوں نغمہ کسی کا	۱۸	۱۷
۲۴	خاتمہ پر کلام ہے اپنا	۱۹	۱۱
۲۵	دل پھر اس بُت کا گرفتار ہوا خوب ہوا	۲۰	۱۹
۲۶	خود اَحد سے ہوکے احمد کبریا میں بن گیا	۲۱	۲۷
۲۷	شکل اللہ بن کے جس دم محو تو ہو جائیگا	۲۳	۲۰
۲۸	آکے وحدت میں جو کثرت سے جُدا ہو جائیگا	۲۴	۲۲
۲۹	عشق مجھ کو ہوا تو کیا دیکھا	۲۵	۲۳
۳۰	احد بنا ہے شبیہ احمد یہ خواب وحدت کی شب کو دیکھا	۲۷	۹
۳۱	اَحدیت کا جو وحدت میں اِرادہ نکلا	۲۷	۳۰
۳۲	اللہ سے جدا کوئی بھی بندہ نہیں ہوتا	۲۹	۳۳
۳۳	بُت کدے میں خَلق کے ہے میری صورت میں خدا	۳۱	۷
۳۴	کہتا ہوں میں جو لفظ اَنا پھر کسی کو کیا	۳۱	۲۱
۳۵	مظہر بیچوں جو خدا ہو گیا	۳۲	۲۵
۳۶	آتی ہے بُوئے یار جو اس گلبدن میں اب	۳۴	۱۵
۳۷	دل کو عشاق کے ہوتا ہے کب آرام نصیب	۳۵	۱۱
۳۸	آنکھ میں عشاق کی غفلت سے جب آتا ہے خواب	۳۵	۱۳

غزل نمبر	فہرست کلام	صفحہ نمبر	تعداد اشعار

مختصر حالات

ہندوستان کی تخت گاہ دہلی میں انقلاب پیدا ہونیکے بعد دکن کے پایہ تخت حیدرآباد نے وہی فروغ حاصل کیا جو پہلے دہلی کو حاصل تھا۔ یہاں ہر دور میں صاحب کمال علماء مشائخ امراء سب ہی موجود تھے خصوصاً ۱۲۰۰ھ میں حیدرآباد بہت قابل فخر رہا کیوں کہ اس زمانہ میں مشائخین کرام ہندوستان کے اطراف واکناف سے آکر یہاں سکونت فرما ہوگئے تھے۔

حضرت عاشق عبدالکریم خاں صاحب کے پردادا حضرت محمد معروف صاحب قبلہ برہان پوری اسی زمانہ میں حیدرآباد تشریف لائے۔ اپنی اعلیٰ قابلیتوں کے سبب سلک ملازمت شاہی میں شریک کر لیئے گئے۔ آپکے فرزند حضرت محمد عارف الدین خان صاحب رونق اوران کے فرزند مولوی غلام محمد مہدی صاحب المتخلص واصف و مسکین جو حضرت عاشق صاحب کے والد بزرگوار تھے۔ حیدرآباد کے منصبداروں میں تھے۔

سلسلہ نسب حضرت عاشق صاحب اباداً صدیقی النسب ہیں آپنے اس شعر میں اپنے نسب کا ذکر فرمایا ہے ؎

نور عین حضرت صدیق اکبرؓ ہیں جو ہم ٭ دور اب ہم سے کہاں خواجہ بہاوالدین ہے

ولادت حضرت عاشق صاحبؒ اپنے زمانہ کے مشہور مشائخین سے تھے۔ آپکے حالات میں بہت سی کتابیں لکھی گئی ہوں گی لیکن بوجہ عجلت اس وقت پیش نظر ایک کتاب موسوم تصویر مصور علم المعروف منظور خدا ہے جو حضرت کے ایک خلیفہ حضرت مولانا شاہ کریم اللہ صاحب قدس سرہ کی تصنیف ہے۔ اس کتاب سے جو کچھ ہوسکا مواد حاصل کیا گیا ہے۔ کتاب مذکور میں ہے کہ حضرت کی وفات ۱۲۷۰ھ عمر (۷۲) سال واقع

ہوئی ہے اس لحاظ سے سن ولادت ۱۲۵۸ھ قرار پاتا ہے۔

تعلیم تربیت

حیدرآباد کے بڑے بڑے علماء سے آپ نے تربیت پائی تھی خود آپ کے والد بزرگوار مولوی غلام محمد مہدی صاحب المتخلص واصف وسکین جنہوں نے تفسیر جلالین وکیمیائے سعادت کا ترجمہ فرمایا تھا اپنے ہونہار فرزند کو عربی فارسی علوم کی تعلیم دی تھی، بہر حال حضرت عاشق صاحبؒ کے کلام سے ہی ظاہر ہے کہ عربی علوم کے عالم متبحر اور تصوف میں تو خاص طور پر کامل و اکمل تھے۔

ملازمت

تعلیم و تربیت کے بعد دنیا کے دستور کے موافق کسب معیشت کے لیئے آپ کو ملازمت اختیار کرنی پڑی۔ ۱۲۸۱ھ میں محکمۂ ریلوے لائن گلبرگہ میں آپ ملازم ہو گئے اور اپنی دیانتداری اور جفاکشی سے اتنی جلد ترقی حاصل فرمائی کہ ۱۲۹۵ھ میں مددگار ناظم ریلوے کی خدمت پر فائز ہو گئے۔ یہ محکمہ عارضی تھا جب برخواست ہو گیا تو ان کو مجلس ساہوکاران سے ملک سرکار عالی کی رکنیت دی گئی۔ لیکن حضرت عاشق صاحبؒ کو نوکری چاکری سے سخت نفرت تھی، وہ فقیری کا ذوق رکھتے تھے اپنے والد بزرگوار کی صحبت میں انہوں نے اس کا کافی لطف حاصل کرلیا تھا۔ اس زمانہ میں حیدرآباد میں علماء و مشائخین کی مجلسیں علوم ظاہر و باطنی سے گرم رہا کرتی تھیں کچھ فطری لگاؤ کچھ صحبتوں کا اثر کچھ بزرگوں کا فیضان کچھ ذاتی ریاضت و مجاہدہ ایسے اسباب تھے کہ ان کے دل کو تصوف و معرفت کے گوہر کے تلاش پر راغب کیا۔ دنیا اور اہل دنیا سے بالکل بے توجہ ہو گئے۔

نواب مختار الملک بہادر وزیر حیدرآباد نے آپ کو بغرض ترقی طلب کیا تو آپ نے قطعاً انکار فرمایا۔ آپ کے اس انکار کو دماغی فتور تصور کر کے اس زمانہ کے مشہور ڈاکٹر مرزا علی صاحب کے ذریعہ علاج کروایا گیا لیکن ہو مرض تو دوا کرے کوئی۔ یہاں مرض ہی کونسا تھا جو علاج ہوتا۔

حضرت عاشق صاحب کے دل میں اس ترقی علاج معالجہ وزیر کی عنایت سے یہ خیال پیدا ہو گیا کہ دنیا سازی اور خدمت خلق کا تو یہ اثر مرتب ہوا کہ چند روز ملازمت میں میری اتنی ترقیاں ہو گئیں اور خود وزیر نے مجھ کو ترقی دینی چاہی۔ اگر ایسا ہی میں اللہ تعالےٰ کی خدمت گزاری کروں تو کتنا سرفراز نہو جاؤں گا۔ یہ خیال اتنا پختہ ہو گیا کہ آپ نے ملازمت ترک ہی کر دی۔

بیعت ترک ملازمت کے بعد گھر وار مال و اسباب بیوی بچوں کے حوالہ کر کے آپ نے پیر کامل کی تلاش میں جہاں گردی شروع کر دی بالآخر جوئندہ یابندہ کے مصداق احمد آباد گجرات میں آپ نے اپنی تشنگی بجھانے والا چشمۂ فیض پایا۔ حضرت قبلۂ عالم شیخ محمود میاں صاحبؒ گجراتی مجمع السلاسل سے بیعت حاصل فرمائی۔ ایک عرصہ تک خدمت اقدس قبلۂ عالمؒ میں حاضر رہ کر خدمت گذاری کی اور راہ سلوک طے فرمایا۔ (۳۲) خانوادوں کی اجازت کے ساتھ خلافت سے سرفرازی حاصل کی۔ حضرت کا نام کرم اللہ شاہ قرار دیا گیا اور نشان مبارک حضرت غریب نوازؒ جو اس خاندان کا خاص طرۂ امتیاز ہے عطا فرمایا گیا۔ اس کے بعد حسب ہدایت پیر و مرشد بغرض حصول توثیق خلافت دربار حضرت سلطان الہند غریب نواز خواجہ معین الدین چشتیؒ پر حاضری دی اور جو حاصل فرمایا اشعار ذیل میں ذکر فرمایا ہے

چالیس سال ہجر کا شربت نصیب تھا	عاشق ملا کہیں سے نہ ساغر شراب کا
دو دن کا چشت میں جو پہنچ میری ہو گئی	واں جام وصل مجھ کو معینؒ سے عطا ہوا

ـــ ۵ حضرت قبلۂ عالم شیخ محمود میاں گجراتی حضرت خواجہ شیخ نصیر الدینؒ چراغ دہلی کے پوتے اور حضرت خواجہ قاضی حمید الدین ناگوری کے فواسے ہوتے ہیں۔ حضرت کے حالات میں سینکڑوں کتابیں معتقدین و مریدین نے لکھی ہیں۔ اور توحید و تصوف کے مسائل میں خود حضرت کے متعدد تصنیفات ہیں۔ یہاں صرف حضرت کی تصویر بہ نیت خیر و برکت صفحہ (   ) پر دیگئی ہے ملاحظہ ہو۔ آپ کا شجرۂ طریقت منظوم دیوان کے صفحہ (   ) پر درج ہے۔

نہیں معلوم وہ کیا عطا تھی اور کیسا ساغر تھا جس نے حضرت عاشق صاحبؒ کو حضرت غریب نواز کا دیوانہ و متوالا بنا دیا۔ اب حضرت عاشق صاحبؒ کے نزدیک جو کچھ تھے وہ حضرت خواجہ ہی تھے۔ ان کے دل میں سر میں خیال میں آنکھ میں زبان پر خواجہ ہی خواجہ تھے اور اس میں غلو و مبالغہ اس حد سے گذر گیا تھا کہ آپ کا لقب خود بخود عاشق خواجہ مشہور ہو گیا ہر شخص کی زبان پر بے کھٹکے بے تکلف یہی نام چڑھ گیا۔ آپکے عشق کا حال آپ کے کلام سے ظاہر ہے کہ تقریباً دیوان اور ضمیمہ دیوان کی چارسو غزلیں میں سے ہر ایک غزل میں چند شعر اور خصوصاً مقطع میں اپنے محبوب پیر و مرشد حضرت غریب نواز کی مدح گوئی کا خاص التزام رکھا ہے۔ دیوان کے آخری حصے میں جو رباعیات و قطعات تحریر فرمائے ہیں ان میں مساوی الاعداد آیاتِ قرانی سے حضرت غریب نوازؒ سے جو مناسبت پیدا کی گئی ہے اس کے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس عاشقِ زار کو اپنے محبوب و مطلوب کی فکر و خیال کے سوا کوئی دوسری دھن ہی نہیں تھی۔

اجمیر شریف سے بلدہ تشریف لانے کے بعد آپ نے تاریخ خلافت ۱۲۹۶ھ تاریخ وصال ۱۳۲۰ھ تک ہر مرید و طالب کو اس کے مقصد پر فائز المرام فرمایا آپ کو خدا کے فضل سے ایسی روحانی قوت حاصل تھی کہ جس شخص پر توجہ فرماتے اسی وقت کامل فرما دیتے تھے آپ کا ارشاد ہے۔

مرید و پیر کامل میں ہے کافی مدت بیعت
گذر جائے جو وقت اس کا مریدوں کو ٹھگانا ہے

آپ کو بیالیس سلاسل کی اجازت تھی ہر سلسلہ میں بیعت لیا کرتے تھے لیکن غالباً قبل وصال آخر دور میں زیادہ رجحان قلندرانہ طریقہ پر ہو گیا تھا فرماتے ہیں۔

خواجہ معین دینؒ کا عاشق ہوا ہوں اپنا
ہے صوفیہ طریقہ مذہب قلندری ہے

آپ جب حیدر آباد تشریف لائے تو اپنے گھر دار مال و متاع سے جو اپنے اہل و عیال کو بخش دیا تھا کچھ واپس حاصل نہ کیا بقدر قوت لا یموت آپ صنعت و حرفت کے کام کرتے اور اس سے اپنی روزی حاصل فرماتے تھے طبیعت کی جدت سے آپ نے تانبے پیتل کے ظروف سازی میں ایسی ایسی ندرتیں پیدا کیں جو، ہر شخص کی نگاہ میں قابل قدر قرار پائیں ایک انگشتری کی تعریف میں متعدد ماہرین فن نے آپ کو صداقت نامہ کے طور پر مکتوب گذرانے تھے۔

آپ کا توکل و تقوی اس درجہ تھا کہ مریدین سے نذرانہ و تحفہ وغیرہ تک نہیں لیتے تھے اگر کوئی جبراً پیش کرتا تو حضرت غریب نوازؒ کی نیاز شریف اور لوائے معظم کے اخراجات میں شریک فرماتے تھے۔ فرماتے ہیں ۔

زورِ بازو سے بسر کرتے ہیں اوقات اپنی

ہم نہیں جانتے کچھ راہ توکل کیا ہے

آپ ہمیشہ استغراق حقیقی میں مستغرق و مست بادۂ عشق رہا کرتے تھے۔ دن کے وقت صنعت سازی اور شعر گوئی میں مشغول رہتے اور رات بھر بیداری میں گذارتے تھے فرمایا ہے ۔

بیخودی میں میں نے پی لی ہے شراب عشق آج

ختم مجھ پر زاہد و پرہیز گاری ہو چکی

آپ عموماً گفتگو کم فرمایا کرتے تھے مریدین و معتقدین کے حل طلب مسائل پر عام فہم طریقہ سے تفہیم فرما دیتے تھے، اکثر اوقات حضرت قبلۂ عالمؒ کے تصانیف کے مطالعے کی ہدایت فرماتے اور فرماتے کہ جو ارشادات حضرت قبلۂ عالم کے ہیں ان کا پیرو میں بھی ہوں تم لوگ بھی رہو۔ طالبوں کی استفادہ کیلئے حضرت قبلۂ عالم کے چند ارشاد جو زبان فارسی میں ہیں من و عن درج ذیل کئے جاتے ہیں۔

ارشادات حضرت محمود میاں صاحب قبلہؒ

(از رسالۂ سلوک)

اے برادر بہترین عبادت و نیک ترین طاعت ذکر و فکر است، چنانچہ حق تعالیٰ فرمود یا ایہا الذین آمنوا اذکروا اللہ ذکراً کثیرا۔ و نیز الذین یذکرون اللہ قیاما و قعودا و علی جنوبھم و یتفکرون فی خلق السموات و الارض وقال النبی علیہ السلام افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ و صحابہ پرسیدند کہ ای الاعمال افضل قال علیہ السلام ذکر اللہ وتفکر الساعۃ خیر من عمل الثقلین یعنے جن و انس و در راہ معرفت وسیلہ ضرور است کہ شیخ و مرشد است باید کہ اول شیخ و مرشد را طلب کند بعد ازاں در راہ معرفت حق قدم زند و ذات خود را پیش مرشد تسلیم کند و یک ذرہ از حکم او عدول نورزد و فکر در فعل حلال و حرام و ترک فرائض و واجبات نباشد و مرشد مستقیم بر شریعت باشد و تارک فرائض و واجبات و موکدات نباشد و صاحب ریاضت و مجاہدات باشد و بالکلیہ منکر سماع نباشد زیراکہ نزد مشائخ ما سماع اقرب طرق وصول الی اللہ است مثل نماز نفلیہ و صوم نفلیہ است بلکہ در سماع جمعیت قلب بہ سہولیت حاصل میشود و لذت سماع ہر کس را میسر نیست ذاق من ذاق و من لم یذق لم یدر اما باید کہ از سماع فواحش امارد خود را دور دارد و بقید تمام بشنود کہ بدون خاندان چشتیہ دیگر نباشد و اگر بار عام باشد مضائقہ نباشد و نیز توکل را ۳ مراتب اند اول مانند طفل خوارہ پیش مادر کہ ہیچ چیز از غیر ما در طلب نمی کند ہمچناں طالب صادق است کہ

ہر وقت رجوع بسوئے حق تعالیٰ کند و بغیر حق تعالیٰ از کسے طلب نہ کند۔ دوم آنکہ
پیش حق تعالیٰ خود را چناں داند کہ میت پیش غاسل دریں حال دعا نیز ترک کند
و ہر چہ از حق تعالیٰ پیش آید براں راضی باشد ایں اعلیٰ تر است از اول۔ سیوم
آں کہ بمقام فنا و بقا برسد وجود او سبحانہ تعالیٰ گردد و وجود خود نہ گردد بلکہ از نظر
ساقط گردد ایں مقام اعلیٰ تر از دو مقام اولیٰ ست و توکل فعل وی است
حاجت ترک اسباب بالکلیہ نباشد بلکہ اعتماد بر اسباب نہ کند و فاعل حقیقی حق تعالیٰ
داند و در دل خود یقین کند کہ اگر از راہ حق دریں کار باشد البتہ خواہد شد
و اگر نباشد نخواہد شد و ایں را بہر وقت و بہر قول و حرکت و سکون تصور
کند یک لحظہ ازیں غافل نباشد و برائے حصول معیشت دل خود را در تفرقہ
نیندازد و ہر حال و ہر وقت شاکر باشد و اگر یومیہ و وظیفہ بے تردد آید
قبول کند و تردد نکند بلکہ طالب صادق را لابد و ضرور کہ تارک الدنیا باشد
وگرد دنیا و ارباب دنیا نگردد و در دام گرون نیفتد و وسیلہ بادشاہان یا امیران
نہ گیرد و اگر مسافران بر تو رسند و بر تو چیزے نباشد ایں را نعمت شمری از
نعمت ہائے الٰہی و امر و نواہی لیکن بکنایت اشارت کند کہ کسے را دل آزردہ نشود
و اگر بہ عیاں گوید لازم کہ بگوشہ بعجز و انکسار گوید۔ و بر شش چیز مداومت
کند اول دوام وضو دوم دوام صوم خواہ صوری خواہ معنوی کہ عبادت از بہ قلیل
طعام است سیوم خلوت چہارم سکونت بجز ذکر حق چیزے دیگر نگوید مگر
بالضرورت پنجم دفع خاطر کہ در دل راہ نہ دہد ششم ذکر با مراقبہ شیخ و تلاوت
قرآن ترک نکند خواہ بسیار خواہ اندک و خود را پیش مریداں و طالباں
با وقار و تعظیم وارد و استغفر اللہ بسیار خواند و اعراس بزرگان خاندان چشتیہ
و قادریہ بقدر طاعت بکند اگر چیزے نباشد بزبان کہ خوراک خود است فاتحہ

بخواند۔ واول تزکیہ نفس کند وتزکیہ از چہار چیز حاصل می شود۔ قلۃ الطعام و قلۃ الکلام و قلۃ المنام و قلۃ صحبۃ الانام یعنی کم خوردن و کم گفتن و کم خفتن و کم صحبت با خلق نشستن و اگر خورد خشک خورد کہ در استخواں نور ذکر بخیر دو حامل جفاء انام نیز باشد و نفی وجود خود کند و آں دو طریقی است کہ تعلقات بگسلد اگر نفس گوید کہ بخورد اورا گوید کہ مردہ ہم گاہی خوردہ است دیگر اسقاط وجود خود کند بر طریق مرفوعۃ الصدر۔ چوں تزکیہ حاصل شد ازاں در تصفیہ قلب مشغول شود اول قلب پیدا کند وقلب آنست کہ دروی جائے دنیا وآخرت نیست۔

ارشادات از رسالہ حقایق ومعارف

باید دانست کہ معرفت حق تعالیٰ مختلف است بحسب استعداد ہر یک بہ حسب عادت پس ہر کسیکہ بحسب فہم خود کمال دانستہ ہمبراں وجہ اورا اعتقاد باشد کہ برآں صورت اورا رویت است وکمال عرفان آنست کہ مقید بخصوصیت اعتقاد نباشد تا منکر ماورای او نباشد تا از تجلیات غیر مشابہہ بے نصیب و بے بہرہ نشود و بندہ صورت معتقد نگردد بلکہ در ہر آں در ہر شان آں بے نشاں را در شان خاص وعام مشاہدہ کند و غفلت را بر خود راہ ندہد بحکم کما تعیشون تموتون وکما تموتون تبعثون در آخر وقت انتقال ازیں نشاء باحضور باشد و زمرہ کلا انھم عن ربھم یومئذ لمحجوبون نگردد و عارف ہمیشہ دائر است با حق از شہود وجمال مطلق در مظاہر خلق سیر نمیگردد و ہمیشہ نعرہ ھل من مزید میزند چراکہ تعینات منحصر اند ومحدود و مطلوب او غیر منحصر وغیر محدود وازاینجا است کہ اکابر گفتہ اند کہ اندوہ ازلی ما است وابدی و اعتقاد صوفی باید کہ ہیولاء جمیع اعتقادات باشد وحق را وز جمیع وجوہ بہ پرستند تا فروائے

قیامت کہ حق بر وتجلی کند بصور مختلفہ گونا گوں انکار نکنند و در ہر صورت قبول کنند چنانچہ در دنیا قبول میکردو در حدیث وارد شدہ است کہ حق تعالیٰ فردائے قیامت بصور مختلفہ گونا گوں تجلی میکند عرفا بہر صورت کہ تجلی کند قبول کنند و سجدہ کنندہ گویند امنا بہا و نیز باید دانست کہ بعضی عرفا چنیں بیان مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ نمودہ اند کسیکہ خود را شناخت پس بدرستیکہ رب خود را شناخت عرفان ذات مشکل در مشکل است و نزدیک اکثر عرفا ممکن نے زیرا کہ وجدان حق تعالیٰ موقوف بر فقدان خود پس اگر با خود است شناختہ است و اگر بے خود است شناختہ چوں از خود فانی باشد بحق باقی باشد پس حق را حق یافت ربی مربی محقق شد پس سعی باید نمود در فنائے خویش کہ نتیجہ اش بقا بحق باشد و خود را بہر وجہ کہ تواند بود سازد اگر چہ حقیقت نابود است و با وجود معدومی دارد و طریق ہائے ایں بسیار است طرق الوصول الی اللہ بعدد انفاس الخلایق آسان طریق آنکہ ایں قلب اصل وجود ندارد بلکہ وجود مرکب از اربع عناصر است و اربع عناصر چیز اند مظاہر از مظاہر ہائے آثار اسماء حضرت حق سبحانہ تعالیٰ چہ خاک مظہر اسم ممیت است و باد مظہر اسم حی و آب مظہر اسم محیی و آتش مظہر اسم قابض پس آنہا را وجود نماند بلکہ وجود آثار اسما است کہ دریں ظاہر اند و اسم چیست علمی است مرذات را کہ ذات بہر فعلی و صفتی کہ ظاہر می شود ذات را مناسب آں فعل و آں صفت نام نہادہ می شود مثلاً شخصے کہ تا علم بنا مواختہ است عالم نگویند پس وجود نیست در کل شئ بالکل داخل شد الا وجہ مگر آں ذات را واثر و اسم و مظہر فرع ذات وجود اصل دارد بہ فرع زیرا کہ چوں قیام شی بر شی موجود حقیقہ آں شی نباشد پس داند کہ قیام ذات خویش ہر قیام حق است پس ایں ذات را وجود نباشد بلکہ وجود ذات حق است وہمچنیں صفات خود وحرکات و سکنات و اکل و شرب و نوم و یقظہ و قیام و

قعود و ذہاب و ایاب و تکلم و سکوت و افعال و دانائی و بینائی و شنوائی و گویائی و حیات و قوت و قدرت ہمہ ایں صفات قائم بصفات وی تعالیٰ است ایں وجود عین نابود و فنا محض است مگر ذات حق تعالیٰ موجود ہمچنیں جمیع موجودات را قیاس کند چوں ایں منظور نظر باشد خود دریافت کہ اصلاً و قطعاً غیر او وجود ندارد و من عرف نفسہ فقد عرف ربہ ثابت شد و نیز صوفی بر سہ قسم است یکی مبتدی صاحب وقت کہ وقتی او را حال پیدا شود و غالب باشد و دوم صوفی متوسط صاحب حال کہ مغلوب باشد یعنی در اکثر اوقات او را حال پیدا شود۔ و صوفی منتہی صاحب انفاس کہ حال مقارن انفاس او باشد یعنی ہیچ نفسی نزند کہ حال مقارن نفس او نباشد چنانستی کہ حال او را مقام شود۔ اقسام ارباب الولایت از اولیا قطب عالم و قطب مدار گویند ولایت بر دو قسم است ولایت عامہ کہ شامل عامہ ہمہ اہل ایمانست کہ اللہ ولی الذین امنوا شاہد او است ولایت خاصہ کہ بمرتبہ وحدت تعلق دارد و صنعتی کہ مخصوص خواص مومنین است و قدرتی کہ حق تعالیٰ بایشان عطا کردہ تا بآن قدرت متصرف در اشیای نوانند شد و لہم درجات لبعض ہا فوق بعض و ایں ولایت خاص باشد اللہ یتولی الصالحین و ولی اسم من اسم اللہ تعالیٰ چنانچہ در قرآن است فاللہ الولی و ایں ولی عبارت از انسان کامل است کہ مظہر جامع است پس مظہر اولیت و آخریت نیز باشد الولایتہ ہو فنا فی اللہ و بقاء باللہ و الفانی فی اللہ و الظاہر باسم اللہ و حضرت قطب المحققین شیخ کلیم اللہ شاہجہاں آبادی قدس سرہ در رسالہ کشکول نگارش فرمودہ کہ فنا بر دو قسم است قسم اول آں کہ علم مرکب داشتہ باشد و قسم ثانی علم بسیط گردد و نظیر ایں ہر دو قسم در رسالہ مذکور است ان شئت فارجع الیہا و حال در اصطلاح قوم صوفیہ آنست کہ بر دل سالک از عالم باطن می آید و ہمدراں حین میرود و استمراری نمی پزیرد و باز می آید و میرود و چوں ہماں استمرار پذیرفت وقت گویند

وچوں آں حال وقت می شود تجلی دیگر وارد می شود و آں تجلی حال آں سالک میگردد تا سالک طالب ایں میشود چوں آں تجلی وقت می شود تجلی دیگر حال میگردد تا سالک ہمیشہ در طلب سلوک میباشد وچوں تابع وقت وحال خود میباشد موافق وقت وحال خود عمل میکند ویکی صوفی ابن الوقت است ودوم ابوالوقت برصوفی ابن الوقت وقت غالب میباشد وصوفی ابوالوقت بر وقت خود غالب باشد وصوفی نمی بیند در دین مع اللہ غیر اللہ وصوفی التصوف مبنی است بر ہشت خصال السخاء والرضا والصبر والاشارہ والغربۃ ولبس الصوف والسیاحۃ والفقر۔ سخاوت مانند ابراہیم علیہ السلام کہ پسر را حوالہ ساخت ورضا چوں اسمٰعیل علیہ السلام کہ قال یا ابت افعل ما تؤمر وصبر بسان ایوب علیہ السلام اشارہ مثل زکریا علیہ السلام لا تکلموا الناس ثلثۃ ایام الا رمزا ونیز اذ نادی ربہ نداءً خفیا وغریبی مثل یحییٰ علیہ السلام کہ اندر وطن خود غریب بود واندر میان خویشاں از خویشاں بیگانہ بود وسیاحت مانند عیسیٰ علیہ السلام کہ خانہ نہ داشت ودر صحرا شب وروز میگردید ہر گاہ کہ شب اورا رسیدی بجائیکہ بود ہمانجا خسپیدی واندر سیاحت خود چناں مجرد بود کہ بجز شانہ و کاسہ دیگر چیز نداشت چوں کسے را دید کہ ید و دست خود آب می نوشد کاسہ را انداخت ودیگرے را دید کہ بانگشتان خود خلال درویش وغیرہ میکند شانہ را ہم انداخت وازیں بار فارغ شد وبلباس صوف موسیٰ علیہ السلام کہ جامۂ وی پشمین بود وبفقر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم۔ ازیں معلوم شد کہ صوفی را اقتدا ہشت پیغمبر باید ونیز در ذات خود ایں ہشت خصایل داخل کند تا صوفی گردد ودر معنی صوفی والتصوف اقوال عرفا بسیار اند بعضی میگویند کہ تصوف دست باز داشتن از جملہ حظوظ نفسانی بود کہ شہوت نفسانی دریں شامل است زیرا کہ شہوت سہ قسم است اول آنکہ بہ نفس تعلق دارد و او تلذذ و تنعم ایں جہاں نست وقسم دوم کہ

تعلق بقلب دارد و او مشاہدہ است و قسم سوم متعلق بروح است کہ قریب
است پس درین محل از شہوت مراد نفسانی است و صوفی آں کس است کہ در صف
اول پیش حق باشد و بعضی میگویند کہ صوفی آنست کہ ہیچ چیز اندر بندوی نباشد و او ہم
در بند ہیچ چیز نباشد و ایں عین فنا بود و بعضی میگویند کہ تصوف خلق است پس کسیکہ
در خلق زیادتی کرد زیادتی کرد در تصوف ازینجا وجہ تسمیہ صوفی باقوال مختلف بیان
میکنند کہ سالک طریقت را نام است ازیں جہت کہ بعضی از لباس صوف سالک
طریقت را صوفی گویند بعضی میگویند کہ در صف اول بحضور حق باشد و برخی میگویند کہ
صوفی تولی باصحاب صفہ کردہ است لہذا صوفی میگویند و بعضی میگویند کہ ایں اسم
مشتق از صفا است بنابرآں صوفی میگویند و صوت تصوف در گوش آوردن نجات
از غفلت است کہ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من سمع صوت التصوف فلا یومن دعائہم
کتب عند اللہ من الغافلین پس ایمان آوردن بر قول صوفی لابد و ضرور افتادہ ہر کہ
ازیں بہرہ نمیدارند آنہا غافل اند نزدیک خدا بلکہ از خدا غافل و از مذہب باطلہ مذکور
نیز دریابد کہ چنانچہ مذہب حلول و اتحاد حلول عبادت کردہ اندازیں کسیکہ ہرگز آئینہ ندیدہ باشد
و در روی نگرد و صورت خویش بیند پندارد کہ وی در آئینہ فرود آمدہ و اتحاد عبارت
ازانکہ پندارد کہ خود آں صورت خود آئینہ است کہ صفت آئینہ خود آنست کہ سرخ و سفید
شد اگر پندارد کہ در آئینہ فرود آمد ایں حلول است و اگر پندارد کہ آئینہ خود صورت وی شد
کہ ایں ہر دو غلط است نزدیک عرفا بلکہ ہرگز آئینہ صورت نشود و صورت آئینہ لاکن
چناں نماید و چناں پندارد کسیکہ کار تمام نشناختہ باشد شرح ایں در رسالہ دشوار باشد
زیرا کہ ایں علم دراز است اگر وقت فرصت خواہد داد در رسالۂ دیگر بیان کردہ خواہد شد
در ینجا بہ سبب طوالت کلام فروگذاشتہ وہر کرا ایں مقام میسر شود او داند لاکن ایں مقام
بدوں معرفت حاصل نشود۔ انتہیٰ۔

تاریخ وفات قبل وفات

حضرت محمود کا خاص خلیفہ جو تھا
دست اجل سے چھپا مثل قمر زیر خاک

سالِ وفات اپنا خود میں نے کیا یوں رقم
عاشقِ خواجہ ہوا واصل یزدان پاک
۱۳۲۰ھ

حضرت کے خلیفہ شاہ کریم اللہ صاحب عدیم تحریر فرماتے ہیں کہ۔

وفات جس دن موصوف کو قلندرانہ مشرب میں خلافت عطا فرمائی اسی دن ارشاد فرمایا کہ دہم رجب ۱۳۲۰ھ روز دوشنبہ ہم نقل مکان کریں گے اور وصیت فرمائی کہ ہمارے کفن کا رنگ زرد رہے اور مزار سر راہ پہاڑی شریف حضرت بابا شرف الدین صاحبؒ اپنی نگرانی میں تیار کی جائے۔ چنانچہ دوسرے روز موصوف نشان دادہ مقام پر حاضر ہوئے تو حضرت عاشق صاحب قبلہ معہ چند دیگر خلفاء کے موجود پایا۔ میسرم کے متصل قبرستان کی زمین پسند فرما کر نواب جان نثار یار جنگ کو بتا دیا اور مزار کا چبوترہ چراغدان نشان مبارک کے چبوترہ کی نشاندہی فرما کر واپس ہوئے۔ اس موقعہ پر جان نثار یار جنگ بہادر اپنے مکان کو لے چلنے پر مُصر ہوئے تو ارشاد فرمایا کہ ۱۱ر رجب کو تمہارے پاس آئیں گے، بہادر موصوف نے اس معمّے کو نہیں پہچانا اور اپنی عادت کے موافق تاریخ مذکور پر اپنے مکان میں حضرت کی دعوت اور قوالی وغیرہ کا انتظام فرمایا۔ حضرت کا منشاء یہ نہ تھا۔ بہر حال حسب وعدہ ٹھیک ۱۰ر رجب روز دوشنبہ بہ عمر (۶۲) سال دنیائے فانی سے دارالبقا کو نقل مکان فرمادیا۔ جب یہ خبر جاں نثار جنگ کو پہونچی تو ان کو اپنی سخن ناشناسی پر سخت افسوس وصدمہ ہوا۔

حضرت نے بروقت انتقال وصیت فرمادی تھی کہ میری فاتحہ درود ـــــ

حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی چھٹی شریف میں ضم کردی جائے اس لیئے حضرت کی سالانہ فاتحہ چھٹی شریف کو ادا کی جاتی ہے۔ دسویں یا گیارہویں کو ادا نہیں ہوتی۔

شاعری

صوفیائے کرام نے تصوف کے وہ رموز و نکات جو کسی دوسرے طریقے سے ادا نہیں ہو سکتے اور عام لوگ اپنی فہم کی کوتاہی سے خلاف شرع قرار دے دیتے ہیں عموماً اشعار میں بیان فرماتے ہیں تاکہ اشعار کی وجہ سے شرعی گرفت نہ ہو۔ یہی طریقہ حضرت عاشق صاحبؒ کا ہے۔ ان کی شعر گوئی کی نسبت یہ خیال ہے کہ آپ نے بیعت کے بعد راہ سلوک طے فرماکر جس وقت خلافت حاصل فرمائی اس وقت سماع کے غیبی لذات سے محظوظ ہو کر معارف و حقایق کے انکشافات کے بعد شعر کہنا شروع فرمایا کیوں کہ دیوان میں از ابتداء تا انتہا وصال ہی وصال ہے۔ ہجر و فراق کا ذکر کہیں نہیں ہے۔ آپ کا مسلک ہمہ اوست ہے اور اسی سے متعلق آپ کا پورا کلام ہے۔ لیکن آپ کے تخیلات کی سادگی اور عشق حقیقی کے جذبہ نے آپ کے کلام کو ایک البیلا رنگ دیدیا ہے جو دوسروں کے کلام میں کمیاب ہے۔ آپ نے سیدھی سادھی زبان میں ایسے معنی خیز اشعار لکھے ہیں کہ ان کی شرح کے لیئے کافی وقت درکار ہے۔

صوفیاء کی شاعری عموماً فنی نقطۂ نظر سے نہیں دیکھی جاتی کیوں کہ یہاں آورد نہیں ہوا کرتی آمد ہی آمد ہوتی ہے۔ لیکن جس کلام میں فنی خوبیاں بھی موجود ہوں ان کا اظہار لازمی ہوجاتا ہے۔ فنی اعتبار سے بھی حضرت عاشق صاحبؒ کے کلام میں وہ تمام خوبیاں موجود ہیں جو ایک پختہ استاد شعر و سخن کے کلام میں ہوتی ہے۔ صنایع بدایع تشبیہات، استعارے، کنایے سیدھی سادھی زبان میں ایسی عمدگی سے استعمال فرمائے ہیں کہ اردو زبان کا لطف دوچند ہوگیا ہے۔ ۱۳۰۴ھ میں یہ دیوان تحریر ہوا ہے۔ اس زمانہ میں حیدرآباد میں بہت سے ایسے الفاظ کا استعمال ہوتا تھا

ایک سو پانچ برس بعد متروک ہوگئے ہیں لیکن تعجب ہے کہ حضرت کا کلام ۱۳۰۲ھ میں بھی ان متروکات سے پاک تھا۔

کرامات حضرت کی خوارق عادات و کرامات جو آپ کے مریدین و معتقدین نے زمانہ حیات اور بعد وصال دیکھے اور جو آج ہم دیکھ رہے ہیں اگر ان کو جمع کیا جائے تو ایک مستقل کتاب ہوگی۔ طالبین کی دلچسپی کے لیے مشت نمونہ از خروار ے درج ذیل ہیں۔

(۱) پہلی کرامت تو یہی ہوئی کہ آپ نے سولہ سال قبل اپنے وصال کی خبر دی۔ تاریخ وفات کہہ دی اور وفات سے قبل تجہیز و تکفین وغیرہ کا سامان کیا اور حسب وعدہ ٹھیک اسی دن اسی تاریخ دنیا سے کنارہ فرمایا۔

(۲) حضرت شاہ کریم اللہ صاحب عدیمؔ تحریر فرماتے ہیں کہ "تعمیر وغیرہ کا کام حضرت نے میرے تفویض فرمایا تھا۔ تعمیر کے لیئے پانی کی ضرورت تھی، قرب و جوار میں جہاں باؤلی کھدوائی پتھر نکلا ہزارہا روپیہ صرف ہوگیا مگر پانی نہ نکلا۔ خادم متفکر تھا۔ یکایک حضرت قبلہ کو عالم رویا نیم خوابی میں دیکھا۔ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہمارے سماع خانہ کے مقابل بالینی حصے میں باولی کندہ کروائی جائے۔ سرمایہ کی فکر نہ کی جائے۔ اس مشاہدہ کے بعد آنکھ کھلی تو دیکھا کہ مسمی زین اللہ خاں صاحب ملازم جمعیت مبسرم تشریف لائے۔ فقیر سے سبل پھاوڑا اور دو ٹوکرے طلب کئے اور کہا میں مفت باؤلی کھود دیتا ہوں۔ فقیر بخوشی خان مذکور کو وہاں لایا جہاں حضرت نے پتہ بتایا تھا۔ حسب الطلب سامان مہیا کر کے خان مذکور کے حوالہ کیا۔ ابھی ایک گز طول اور ایک گز عرض زمین پر رنگ ڈالا گیا تھا کہ نواب جان نثار یار جنگ آئے اور کہا شاہ صاحب دیوانے ہوگئے ہو رنگ اندازی کے مقام سے چالیس قدم اطراف تو باؤلیاں کھدوائی گئیں ہزارہا روپیہ

صرف ہوا پانی نہیں نکلا کیوں تضیع اوقات کر رہے ہو۔ یہ فقیر کپتان صاحب کے کہنے پر خاموش ہوگیا۔ حضرت قبلہ کو اسی روز پھر خواب میں دیکھا مکرر ارشاد فرما رہے ہیں باؤلی کھدواؤ اور خدا کی قدرت کا تماشہ دیکھو۔ دوسرے روز مصمم ارادہ کرکے باؤلی کھدوانا شروع کر دیا۔ باؤلی ابھی ایک گز گہری بھی کھدنے نہ پائی تھی اتنا پانی اُبل گیا کہ کھودنا مشکل ہوگیا۔ اسی پانی سے تعمیر ہوئی۔ اور چہلم کا کام پورا کیا گیا۔ بعد چہلم کے فقیر نے عرض کیا یا پیر پانی کی زیادتی سے باؤلی کا کام ناتکمیل رہا جاتا ہے۔ صبح کو جو دیکھا پانی اِتنا جذب ہوگیا جیسے تھا ہی نہیں۔ اس کے بعد پانچ گز عرض پانچ گز طول اور نو گز گہری باؤلی تیار کروادی گئی اور پانی خوب بھر گیا۔ چنانچہ آج تک باؤلی موجود ہے۔ یہ مقام ایسا ہے کہ اگر دو تاڑ برابر بھی کھودا جائے تو پانی نہ نکلے مگر حضرت عاشق صاحب کا روحانی تصرف ہے جو پانی نکل آیا اور تا حال موجود ہے

(۳) دوسری کرامت حضرت موصوف لکھتے ہیں کہ نواب جان نثار یار جنگ کی خوشدامن صاحبہ صغر سنی سے اجمیر شریف کو جایا کرتی تھیں ایک سال انہوں نے اجمیر شریف میں خواب دیکھا کہ پارکس جمعیت نظام محبوب کے میدان میں جہاں حضرت عاشق صاحب کا مزار ہے ایک توپ سر ہوئی اس کے بعد روشنی ہوئی تو خواجہ غریب نوازؒ کو دیکھا فرماتے ہیں کہ اے نیک بخت اب تیری اجمیر آنے کی ضرورت نہیں میرا عاشق وہاں رہتا ہے تو آئندہ سے اس کی زیارت کر وہ کہتی ہیں کہ عاشق صاحب کی بدولت خواجہ غریب نوازؒ کی زیارت سے مشرف ہوگئی۔ اس واقعہ کے گواہ مولوی حکیم محمد رکن الدین صاحب شفا بھی ہیں جو مولوی سید عمر علی شاہ صاحب قبلہ کے مرید تھے۔ یہ خواب بیگم صاحبہ مذکورہ نے ان کے مواجہ میں بیان کیا تھا۔ اس خواب سے متاثر ہو کر جناب حکیم صاحب مذکور نے ایک قطعہ تاریخ وفات گذرانا تھا جو درج کیا جاتا ہے۔

قطعۂ تاریخ

عارف و کامل و ولیٔ حق ؎ شہ خواجہ کے عاشق صادق
کشمکش عشق کا اثر ہے شفا ؎ اپنے خواجہ سے مل گیا عاشق

۱۳۲۰ھ

اس واقعہ سے طالبین اندازہ فرما سکتے ہیں کہ حیدرآباد میں حضرت عاشق صاحبؒ کا مزار کیسی شان رکھتا ہے۔

(۴) حضرت کے کرامات کی شہرت سُن کر حضور محبوب علی خاں غفران مکان نے ایک کشتی اشرفی بطور نذر بدست مہاراجہ کشن پرشاد یمین السلطنۃ آنجہانی گذرانی مہاراجہ کو کشتی رکھے ہوئے گاڑی میں آتے ہوئے حضرت عاشق صاحب نے ملاحظہ فرمایا تو خود استنجا کے لیئے چلے گئے۔ جب مہاراجہ کی سواری آگئی استنجا کا ڈھیلہ پھینک کر مہاراجہ سے مخاطب ہوئے۔ مہاراجہ نے حضور کو سلام عرض کر کے کشتی پیش کی تو مسکراتے ہوئے ارشاد فرمایا مہاراجہ وہ ڈھیلہ تو اٹھا لاؤ (وہی ڈھیلا جو استنجا کر کے ابھی پھینکا تھا) مہاراجہ نے جو ڈھیلا اٹھایا تو وہ ڈھیلا سونے کا ڈلہ تھا۔ مہاراجہ کی حیرت کی انتہا نہ تھی ششدر ہو گئے۔ حضرت نے ارشاد فرمایا، بابا ہم فقیروں کو اشرفیوں کی ضرورت نہیں لے جاؤ غریبوں کو تقسیم کر دو، اس واقعہ کے بعد مہاراجہ اور حضور کی عقیدت کی انتہا نہ رہی مہاراجہ تو اس دربار کے دربان ہی بن گئے تھے۔ حضرت کی زندگی بھر بار بار قدمبوسی کو آیا کرتے تھے۔

(۵) ۱۳۰۴ھ میں حضرت کا کلام جب شروع شروع عام ہوا حیدرآباد کے علماء جو ظاہر شریعت کے پابند تھے اور علوم باطنی کے قایل نہ تھے حضرت کے کلام

پر قولاً فعلاً جائز و ناجائز حملے کرنے شروع کر دیئے۔ مریدین کو ناگوار گذرتا ہر ایک حاضر ہو کر حضرت سے عرض کرتا توجہ دلاتا۔ ایک دن حضرت نے مخالفین کے پاس کہلا بھیجا کہ مکہ مسجد میں ایک جلسہ عام کیا جائے اور عامۃ المسلمین کے روبرو جو کچھ اعتراضات ہیں ان کا مجھ سے جواب لیا جائے۔ ایسے غائبانہ حملوں اور سب و شتم سے کیا فائدہ یہ علماء کی شان کے خلاف ہے۔ چنانچہ ایک دن مکہ مسجد میں یہ جلسہ مقرر ہوا معتقدین و مریدین کے ہمراہ حضرت اس جلسہ میں شریک ہوئے۔ معترضین نے یکے بعد دیگرے اعتراضات کی بوچھار لگا دی۔ حضرت نے نہایت متانت و سنجیدگی سے جواب دیا جو اشخاص صاحب سمجھ تھے اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کی وہ تو سمجھ کر خاموش ہو گئے بعض نے حضرت کے اشعار میں ترمیم کر کے پیش کیا اور اعتراض کرنے لگے۔ اس پر حضرت عاشق صاحب کو غصہ آگیا حالت غصہ میں اپنا دیوان جو آپ کے ہاتھ میں تھا اس کو منبر پر رکھنے کے خیال سے معلق چھوڑ دیا اور دیوان معلق ہی ٹھیر گیا جیسے کسی نے اس کو پکڑ لیا ہے۔ یہ کرامت لوگوں نے جو دیکھی مریدین نے سبحان اللہ الحمد کا ایسا غل مچایا کہ معترضین و مفسدین کی آنکھیں کھل گئیں معترض منہ چھپائے مسجد سے فرار ہو گئے اور سینکڑوں اشخاص داخل سلسلہ ہونے کی آرزو کرنے لگے۔ اسی طرح اس کرامت پر عمر بھر کے لئے مباحثہ کا اختتام ہوا۔

(۶) حضرت حکیم سبحان علی صاحب قبلہ جو رفاعیہ گروہ کے سر گروہ ہیں فرماتے ہیں کہ حضرت عاشق صاحبؒ نے پہاڑی شریف کے سابقہ خطرناک راستہ کے زمانہ میں سینکڑوں زائرین کو راہ بتائی ہے اور کتنوں کو چوروں لٹیروں سے بچایا ہے اب بھی قائم بحق ہیں جو نظر باطن رکھتا ہے وہ ہر وقت ہر لحظہ حضرت سے قدم بوسں ہو سکتا ہے۔ اس کا ثبوت خود مجھ کو ہوا کہ میں نے مجلس سماع میں دو مرتبہ حضرت کے دیدار کا شرف حاصل کیا۔

خلفاء ایک چیز یہ بھی حضرت کے کرامات سے ہے کہ آپ نے بعض مریدوں کی نسبت خلافت کا اشارہ اپنے کلام میں فرمایا ہے۔ ان اشعار کو ہر خلیفہ کے نام کے ساتھ درج کیا جاتا ہے۔ نیز بعض خلفاء کی نسبت یہ پیشینگوئی فرمائی تھی کہ میرے بعد حضرت محمود میاں صاحب قبلہ عالمؒ کے فرزند حضرت فرید میاں صاحب قبلہ سے بھی خلافت حاصل کریں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا

حضرت کے خلفاء (۱۲) ہوئے ہیں۔

۱۔ حضرت سیدّ شاہ علیم اللہ صاحبؒ چشتی خلیفہ اول سرگروہ صفایا جو پہلے حضرت افتخار علی شاہ صاحب قبلہؒ کے مرید تھے۔

۲۔ حضرت شاہ رحیم اللہ چشتیؒ اول

۳۔ صاحب زادہ حضرت عاشق صاحبؒ المتخلص بہ صادقؒ

۴۔ حضرت حاجی صمیم اللہ شاہ صاحب چشتیؒ

۵۔ حضرت حاجی شاہ رحیم اللہ صاحب چشتی ثانی۔ آپ کی نسبت حضرت عاشق صاحب نے اس قطعہ میں اشارہ فرمایا ہے ؎

اے برہمن ہے رام کا اس جا پہ کب گزر ✤ تیرے گلے میں رشتۂ دیں ہے یہ سربسر
عاشق سے ہم کو ہو گیا معلوم ہے یہ راز ✤ زنار سے رحیمؔ ہمارا ہے جلوہ گر

۲۵۸ ۳۵۸

۶۔ حضرت شاہ کریم اللہ صاحبؒ چشتی ڈاکٹر ضلع نلگنڈہ۔ آپ کی نسبت اس قطعہ میں اشارہ ہے ؎

مظہر کریمؔ بن گیا جب بزم راگ کا ✤ مجلس نہیں ہے بارگہ کبریا ہے وہ
عاشق ادب سے داخل مجلس ہوا کرو ✤ دربارِ پُر جلال جناب خدا ہے وہ

۷۔ حضرت شاہ کلیم اللہ صاحب چشتیؒ

۸۔ حضرت سیّد شاہ نور اللہ صاحب چشتیؒ

۹۔ حضرت سیّد علیم اللہ صاحب چشتیؒ

۱۰۔ حضرت سید شاہ ندیم اللہ صاحب چشتیؒ

۱۱۔ حضرت سید شاہ نعیم اللہ صاحب حسینی چشتی القادری۔ آپ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ حسب ذیل قطعہ میں اشارہ فرمایا ہے ؎

سنتے تھے ہم نعیم و علیّین ✤ پر نہ تھی ہم کو اس کی کچھ بھی خبر
میں نے دیکھا جو غور سے عاشق ✤ آئے دونوں معین میں مجھ کو نظر

۱۲۔ حضرت شاہ کریم اللہ صاحبؒ عدیم مولف کتاب منظور خدا۔ آپ نے اپنی نسبت ذیل کے قطعہ کا ذکر فرمایا ہے ؎

ہیں خدیو کرم جو پیر اپنے ✤ ہند میں خواجہ معین الدین
کیوں نہ ہو ان سے فیضیاب جہاں ✤ عاشق ایسا کریمؔ کوئی نہیں

حالات حضرت قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین سید شاہ نعیم اللہ حسینی صاحب چشتی قادری

آپ کا سلسلہ نسب حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رحمتہ اللہ علیہ کے چھوٹے صاحبزادے حضرت سید شاہ محمد اصغر حسینیؒ عرف لہرامیاں صاحب قبلہ رحمتہ اللہ علیہ سے ہے جن کی تعریف کرنا آفتاب کو شمع دکھانے کے برابر ہے آپ اس مہر تاباں کے انجم ہیں جس سے سرزمین دکن صدیوں سے روشن و فیض یاب ہے۔

حضرت نعیم اللہ حسینی صاحب قبلہ کے والد بزرگوار درویش صفت صاحب سلسلہ چشت تھے نارائن گوڑہ میں سکونت فرماتے تھے۔ ایک مقطعہ کی آمدنی سے آرام و آسائش کے ساتھ بسر فرماتے تھے۔ نوکری چاکری کے قیود سے مبرّا تھے حضرت شاہ نعیم اللہ صاحب قبلہ کی ولادت ۱۲۹۲ھ میں ہوئی اپنے والد بزرگوار سے علوم ظاہری و باطنی کی تعلیم و تربیت حاصل فرمائی۔ بارہ سال کی عمر میں اپنے والد کے جانشین ہوئے۔ کسب معاش کے لئے ملازمت اختیار فرمائی۔ محکمہ صفائی میں انسپکٹر صیغہ ٹکس ہوئے لیکن فقیری کا لگاو مزاج میں تھا ملازمت کو خلاف طبع پایا اس لئے ترک کردی۔ اس کے کچھ عرصہ بعد اسد اللہ صاحب کے ہاتھ پر بیعت فرمائی اور تین سال تک راہ سلوک طے کر کے خلافت سے سرفراز ہوئے۔ بعد ازاں حضرت ہلال شاہ صاحبؒ خلیفہ حضرت شاہ خاموش صاحبؒ سے بیعت حاصل فرمائی۔ تین سال تک منازل سلوک میں گذار کر خلافت سے ممتاز ہوئے۔ بعدہ حضرت سید غیاث الدین صاحب قبلہ دیوان روضہ اجمیر شریف کی خدمت

میں حاضر ہو کر بیعت سے مشرف اور سہ سالہ خدمت گذاری کے بعد خلافت سے سرفراز ہوئے۔ اجمیر سے واپس تشریف لانے کے تھوڑے زمانہ کے بعد آپ نے حضرت عاشق صاحب رح کی محبت و عشق کا جام نوش فرمایا سلسلے میں داخل ہوئے۔ برسوں خدمت گزاری کی بالآخر خلافت سے سرفراز ہوئے۔ حضرت عاشق صاحب قبلہ رح کے آخری دم تک مورد الطاف و عنایات رہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عاشق صاحب قبلہ کو ذیابیطس کا مرض ہو گیا تھا۔ اس کے آپریشن کے لئے آپ کو بیہوش کرنے کی ضرورت ہوئی لیکن حضرت عاشق صاحب رح نے بیہوش کرنے سے اختلاف کیا۔ فرمایا کہ میں ذکر میں مشغول ہو جاؤں گا آپریشن کر دینا۔ چنانچہ آپ شغل میں مشغول ہوئے اور اتنا استغراق ہوا کہ آپریشن ختم ہونے کے بعد بھی ہوش میں نہ آئے اس موقع پر حضرت نعیم اللہ شاہ صاحب قبلہ نے قوت روحانی کام میں لاکر اپنے پیر کو بیدار کر لیا۔ اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ حضرت عاشق صاحب رح نے آپ کو کامل بنا دیا تھا۔ لیکن حضرت عاشق صاحب رح کی پیشین گوئی کے مطابق آپ کو حضرت فرید میاں صاحب قبلہ سے بیعت اور خلافت کی تجدید ہونا تھا۔ اس لئے آپ نے حضرت عاشق صاحب رح کے وصال کے بعد احمد آباد (گجرات) کو جاکر حضرت فرید میاں صاحب قبلہ سے بیعت فرمائی اور خلافت سے سرفراز ہوئے۔ آپ کے کرامات و خوارق عادات کا ایک شہرہ ہے اس وقت بخوف طوالت متروک کئے جاتے ہیں اس وقت حضرت عاشق صاحب قبلہ کا سلسلہ حضرت ہی سے چل رہا ہے۔ ہزاروں کی تعداد میں مریدین ہیں جو شخص جس مقصد سے حاضر ہوتا ہے وہ اس دربار فیض رساں گوہر مقصود حاصل کر کے ہی پلٹتا ہے۔

مُختصر حالاتُ

حضرت شاہ کریم اللہ چشتی ثانی عُرف کرنل توفیق

آپ بتاریخ ۷ رجون ۱۹۲۲ء کو تولد ہوئے۔ آپ کو سن شعور سے ہی حضرت خواجہ معین الدین چشتی حسن سنجری اجمیری سے عشق حقیقی تھا اور آپ جب تعلیم حاصل کر رہے تھے یہ عمر ۱۳، ۱۴ سال ایک وقت آپ درگاہ شریف کی باولی پہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ نہار ہے تھے کہ حضرت نعیم اللہ شاہ صاحب قبلہ تشریف لائے اور یہ فرمایا کہ مجھے حضرت عاشق صاحب قبلہ سے حکم ہوا ہے کہ آپکو بیعت سے سرفراز فرماوں تو اسی وقت آپ اپنے خرچے سے پھول مٹھائی منگوا کر آپ کو بیعت سے سرفراز فرمایا پھر اسکے بعد آپ فوج بارکس میں ۱۶، ۱۷ سال کی عمر میں ملازم ہو گئے پھر وہاں سے بدلی ہو کر سی آر پی یف میں چلے گئے اور ترقی کرتے کرتے یہ عہدہ کمانڈنٹ تک پہونچے (کرنل) آپکو دوران ڈیوٹی کئی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا لیکن فرماتے ہیں کہ مجھے غیب سے مدد حاصل ہو جاتی تھی اور یہ مدد میرے دادا کی طرف سے اور پھر خواجہ غریب نواز کی طرف سے حاصل ہوتی تھی۔ آپ بہت ہی کم اپنے ماتحتوں میں غلطی پر ہلکی سی سرزنش کرنے میں مشہور تھے اور سیدھی سادی زندگی گذارتے تھے نام و نمود سے بہت پرہیز کرتے تھے فوج سے وظیفہ پر علحدہ ہونے کے بعد گوشہ نشینی کی زندگی گذار رہے تھے اس اثناء میں آپکے تایا زاد بھائی یعنی شاہ محمد عبدالرحمٰن عرف توکل شاہ اپنی علالت کی وجہ سے انکو سجادہ نشینی کیلئے مجبور کئے کیونکہ توکل شاہ کو اولاد نرینہ نہیں تھی اس بناء پر انکو خلافت سے سرفراز فرما کر سجادہ نشینی سونپ دی پھر کرنل صاحب چار سال تک یہ خدمت انجام دیکر اپنی علالت کی وجہ سے اپنی زندگی ہی میں اپنے بڑے فرزند شاہ محمد عارف الدین کو سجادہ نشین مقرر فرما دیئے اور آج تک اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ ہر طرح سے بحسن خوبی ہر طرح سے خدمت انجام دے رہے ہیں۔

مختصر تعارف

محمد شاہ عارف اللہ چشتی عاشقی محمودیؒ

آپ کا سنہ ولادت نومبر ۱۹۵۶ء آپ نے عارفانہ ماحول ہی میں آنکھ کھولی۔ آپ بچپن ہی سے دادی کی تربیت میں پرورش پائی جو اپنے وقت کی رابعہ عصر تھیں اور سن شعور میں آنے کے بعد اپنے والد شاہ کریم اللہ عاشق ثانی سے تعلیم و تربیت پائی اور دنیاوی اعتبار سے معیشت کیلئے آپ کو تجارت کی طرف راغب کر دیا اور آج بھی دیانت داری اور جفاکشی سے تجارت ہی کو ذریعہ معاش بنایا ہوا ہے اور اپنے دادا کے شعر کے مصداق ؎

زور بازو سے بسر کرتے ہیں اوقات اپنی
ہم نہیں جانتے ہیں راہ توکل کیا ہے

آپ کے والد صاحب نے اپنی زندگی ہی میں جانشینی و خلافت سے سرفراز فرمایا جب سے آپ سجادہ نشین ہوئے درگاہ کیلئے ہر سال تعمیر و ترقی کے لئے کچھ نہ کچھ کرتے رہتے ہیں۔ آپ کے دور کا بہت شاندار کارنامہ اس دیوان کی طباعت و اشاعت ہے جو سالہا سال تک یاد رکھی جائیگی۔ اور درگاہ کی خدمت بحسن و خوبی انجام دے رہے ہیں اور آپ پر اپنے دادا کا خاص فیضان و کرم جاری و ساری ہے۔ فقط

کفش بردار واصلانِ عصرؒ

محمد شاہ محمود الحق قادری چشتی

۱۱		۱

خود گم ہیں دخل وہاں نہیں وہم وگمان کا
کچھ پوچھئے نہ ہم سے نشان بے نشان کا

خود غیب میں تھا غیبِ وری الوریٰ کا در
پایا تھا کس نے پایہ وہاں لامکان کا

وہ بے جہت تھا اس میں سمائے تھے شش جہت
تھا کب ظہور ارض کا اور آسمان کا

کرسی تھی عرش تھا نہ قلم تھا نہ لوح تھی
تھا صرف صوت بحت کے شہرہ بیان کا

قائم نہ تھی صفات بھی حرص و ہوا نہ تھی
گم عشق بھی تھا غیب تھا مالکِ جہان کا

تھے خاک و باد و آتشِ و آب اس میں گم تمام
مخفی وجود تھا سب ہی اِنس اور جان کا

نطفہ نہ تھا تو پھر عَلَقَہ مضغہ تھا کہاں
دم کس جگہ تھا طِفل کا پیر اور جوان کا

گلشن ہی خود نہ تھا تو کہاں عندلیب تھی
تھا سرو کب ہو جس پہ پتہ آشیان کا

فصل خزاں کدھر تھی کہاں تھی بہار وہاں
ملتا نہ تھا سراغ کہیں باغبان کا

جب کچھ نہ تھا تو آدم و حوّا کی کب تھی ذات
فردوس تھا نہ اس کے نشان دربان کا

۷	عاشق پہ اک نگاہ ہو خواجہ معین الدینؒ مطلق ہے اک گدا وہ تیرے آستان کا	۲

٢		٧
کس نے لکھی خاص ذات ہوئے اطہر کی ثنا		ہوگئی ہم سے رقم اُس حیّ اکبر کی ثنا
ذات احمد میں دکھائی دے رہا ہے خود احد		عارفو کیا ہو سکے ہم سے پیمبر کی ثنا
خود خدائی کر گئے صدیقؓ و عثمانؓ و عمرؓ		ہے علیؓ رب العلی کیونکر ہو حیدر کی ثنا
فاطمہؓ کا مصحف رُخ نور احمد بن گیا		سورۃ والشمس ہے اُس بنت پیمبر کی ثنا
ہوگئی آل محمدؐ سے نمایاں شانِ حق		خوب ہے صلِّ علیٰ شبیرؓ و شبرؓ کی ثنا
حضرت محمودؒ کے ہوں فیض سے میں کامیاب		مجھ سے کب ہوگی ادا اُس پیر رہبر کی ثنا
٣	ذکر کر ہذا حبیب اللہ کا عاشق سدا ہے یہی خواجہ معینؒ الدین برتر کی ثنا	١٨
احد نکلا تعشق سے جو رُخ بن کر محمدؐ کا		بنا ہے برزخ کبریٰ پری پیکر محمدؐ کا
ہیں جسم و جان احمدؐ کے صفات و ذات بیچوں خود		مقدس پھر نہ ہو کیوں کر رُخ اطہر محمدؐ کا
اُسی خورشید کے ذرّے ہیں سب آدم سے تا ایں دم		انا من نور کہتا ہے رخ انور محمدؐ کا
خدا بندہ کو کہتا ہوں حقایق اور معارف سے		یہ ہوتا راز ہے القا مرے دل پر محمدؐ کا
تصوّر گنج مخفی کا ہوا تو ہو گیا ظاہر		کہ یکسر میم کا حلقہ ہے میرا سر محمدؐ کا
شب معراج کی حالت نہیں ظاہر کسی پر بھی		علیؓ کے پاس تھا اس رات کو بستر محمدؐ کا
شہنشاہِ ولایت سے ملا احمدؐ کا مجھ کو بھید		ہے مطلق رازدار اک حضرت حیدرؓ محمدؐ کا
میری آنکھوں میں صورت ہے سدا الیسؔ و طٰہٰ کی		برابر مصحفِ رُخ ہے مجھے ازبر محمدؐ کا
یہ بہت کعبے کے کہتے ہیں مدینہ کے مسافر کو		نہیں یثرب کی بستی میں کہیں گھر محمدؐ کا
تلاش احمدؐ کی ہے تم کو تو جاؤ لامکاں کو تم		ہے عیب الغیب پر مطلق معلق در محمدؐ کا

میاں محمودؒ سے میں نے پڑھا علم لدنی سب
مرا گنجینۂ دل ہے یہ سر دفتر محمدؐ کا

خبر اپنی حقیقت کی علیؑ ہی کو دی احمدؐ نے
ہوا اس واسطے ہے نام پیغمبر محمدؐ کا

یہ ظلِّ ذاتِ بیچوں ہے بنے سایہ کا کب سایہ
کہ ہوتا ہی نہیں ہمتا کبھی ہمسر محمدؐ کا

وجود احمدِ بے میم تھا دریائے وحدت خود
پسینہ تھا گلاب وعطر سے بہتر محمدؐ کا

نکل آتا تھا خود ٹپکا برنگ موجۂ دریا
کہ جسم پاک تھا وہ آب کا پیکر محمدؐ کا

الف ہے یہ جو الست کا احد اور احمدؐ میں
بنا اسم و مسمیٰ سے عجب مظہر محمدؐ کا

جسے جبرئیل کہتے ہیں زباں کرتی ہے یہ ظاہر
کہ اپنی وحی سنتا تھا دل رہبر محمدؐ کا

۴	ہوا ہے تارک الدنیا جہاں کی چھوڑ کر خدمت معین الدینؒ کا عاشق دل سے ہے چاکر محمدؐ کا	۱۶

حضرت جبریل دیں کیونکر نشان محمود کا
عرش اور کرسی کے سر پر ہے مکاں محمود کا

ایک اسی مخلوق کے قالب میں ہے خلقت کا جسم
میم کی گھونگھٹ کا نقشہ ہے جہان محمود کا

دائرہ قوسین کا نکلا دہن سے میم کے
یعنی ہے نقش زمین و آسماں محمود کا

سِرّ بیچوں روحِ احمدؐ سے ہوا ہے نامزد
کون ہے کیجیے تصور جانِ جاں محمود کا

احمد و ذاتِ احد میں عشق کا نقطہ جو ہے
کُنتُ کَنزاً سے ہویدا ہے بیاں محمود کا

چار عنصر ہے حقیقت سے محمدؐ کی عیاں
شکل انساں میں سراپا ہے نہاں محمود کا

ذات بیچوں کی صفت ہے خاص احمدؐ کی زباں
قل ہو اللہ ہے کلامِ دُرفشاں محمود کا

من رانی سے پڑھی ہے میں نے یہ تفسیر خود
صاف وجہ اللہ سے ہے چہرہ عیاں محمود کا

نقشبندی سہروردی قادری چشتی تمام
واسطہ رکھتے ہیں اپنے درمیاں محمود کا

حضرتِ آدم سے اب تک منزلِ مقصود پر
فہم میں اپنی ہر اک نازاں ہے پر اپنے سوا
ذات سے اللہ کی ملتا ہے اس کا سلسلہ
اس کے نورانی نسب کی تم کو گر دریافت ہے
ہے جو مجھ کو فخر حاصل اُس پر یہ بُرہان ہے
یہاں سَقَاہُم رَبُّہُم کی بکتی ہے کہنہ شراب

بس رہا ہے جا کے ہر اک کارواں محمود کا
جانتا ہے ہر کوئی رتبہ کہاں محمود کا
ہے جدا آدم سے والا دودماں محمود کا
پوچھئے مجھ سے کہ ہوں میں رمزداں محمود کا
ہوں میں اک درویش عالی خاندان محمود کا
پی کے دیکھو جُرعہ جام دکان محمود کا

۵	حضرت خواجہ معین الدین چشتی کا ہے تو عاشق اب ہر گز نہ کر ترک آستان محمود کا	۱۱

معلیٰ سب سے ہے درجہ معین الدین چشتی کا
دکھائی دیتی ہے مجھ کو جو اُن میں شان نبوی کی
چلو اجمیر کو یارو شتابی یثرب و بطحا
اگر ہوتا میں ظل اللہ نہ ایسا مرتبہ پاتا
سہارا دو سرا کا ڈھونڈھتے ہیں ہم سے کب آزاد
جو پایا چرخ نے پایا ہو کب گنبد سے ہم پایا
غنی ہیں اس قدر اب ہم جو کچھ چاہو سو لو ہم سے
عقیدت جس کو ہو دل سے چلا آئے وہ خلوت میں
کسی کو رویتِ حق کی اگر ہے آرزو دل میں
ہر اک راز اُن کا سربستہ ہر اک پر کس طرح وا ہو

بیان کیا کیجئے رتبہ معین الدین چشتی کا
بنا ہوں دل سے میں بندہ معین الدین چشتی کا
ہمارے حق میں ہے روضہ معین الدین چشتی کا
جو ہے سر پر مرے سایہ معین الدین چشتی کا
ہمیں کافی ہے اب تکیہ معین الدین چشتی کا
ہے مطلق اوج پر پایا معین الدین چشتی کا
ہے اپنے پاس سرمایہ معین الدین چشتی کا
کھلا رہتا ہے دروازہ معین الدین چشتی کا
وہ دیکھے مصحفی چہرہ معین الدین چشتی کا
نہیں ہے سہل کچھ عُقدہ معین الدین چشتی کا

۶

عبادت اور نماز اپنی یہی ہے عاشق اب تجھ کو
تصوّر ہے جو ہر لحظہ معین الدّین چشتی کا

۱۱

میرا دل ہے جو میخانہ معین الدین چشتی کا
میں ہوں سرشار و مستانہ معین الدین چشتیؒ کا

نکل کر عقل خود سے میرے سر اب کرتی ہے باتیں
ہوا ہوں میں جو دیوانہ معین الدین چشتیؒ کا

صنم کی صورت آتی ہے نظر پتلی میں جو اپنی
بنی ہے آنکھ بت خانہ معین الدین چشتیؒ کا

میں شمع جان پر اُن کی دل جلاتا ہوں محبت میں
جو کہلاتا ہوں پروانہ معین الدین چشتیؒ کا

کہاں ہے مرتبہ کعبے کو اس کے سامنے باللہ
بنے جب عرش کاشانہ معین الدین چشتیؒ کا

کھڑے ہیں اولیا سارے مؤدّب ہو کے خدمت میں
ہے کیا دربار شاہانہ معین الدین چشتیؒ کا

رگِ جاں نے قلم بن کر لکھا خون کی سیاہی سے
میرے سینہ پہ افسانہ معین الدین چشتیؒ کا

نکل کر شاہدِ مطلق حجابِ بیخودی سے خود
بنا کیا خوب جانانہ معین الدین چشتیؒ کا

جو عشقِ لامکاں نے خود کی اپنی خانہ بربادی
ہوا آباد ویرانہ معین الدین چشتیؒ کا

جو اللہ کے الف نے پیچ زلف جاں میں ڈالے ہیں
اُسے درکار ہے شانہ معین الدین چشتیؒ کا

۷

نہو شاہ جہاں کو رشک کیونکر سر پہ عاشق کے
جو ہے تاج گدایانہ معین الدّین چشتی کا

۱۷

جان میں ہے کھیل سارا خواجۂ اجمیر کا
دیکھ لے دل میں تماشہ خواجۂ اجمیر کا

گنبدِ سر میں ہمارے جب سے ہے وہ جلوہ گر
میم کا حلقہ ہے حجرہ خواجۂ اجمیر کا

ہے سخن بے صوت اُسکا کہہ رہا ہے جبرئیل
وحی میں ہے رازِ اخفا خواجۂ اجمیر کا

جسم و جاں میں تو معین الدیںؒ کے گم ہو کر سمجھ
کون ہے اِسم و مسمّٰی خواجۂ اجمیر کا

آئینہ میں عبدیت کے کر نظر صاف حبیب کا عکس
چہرہ مولیٰ کا ہے چہرہ خواجۂ اجمیر کا

اس کی ہستی ہے حقیقت سے محمدؐ کی عیاں
کب چھپا ہے ہم پہ رتبہ خواجۂ اجمیر کا

وجد نے اس کے جہاں کو کر دیا ہے نامور
ہے بڑا سب کو وسیلہ خواجۂ اجمیر کا

ہند کا کعبہ بنی ہے جب سے اُس کی بارگاہ
ہے مدینہ اپنا روضہ خواجۂ اجمیر کا

عشق کے خیاط نے سی کر پہنایا ہے اُسے
جسم اللہ کا ہے جامہ خواجۂ اجمیر کا

ظلِ سبحانی سے بڑھ کر فقر میں عظمت جو ہے
ہے ہمارے سر پہ سایہ خواجۂ اجمیر کا

خاندانِ چشت کی جو گرم بازاری ہے اب
خوش خریدی کا ہے سودا خواجۂ اجمیر کا

ڈوبتے ہیں اس میں سارے آشنائے معرفت
موج زن ایسا ہے دریا خواجۂ اجمیر کا

ہے پرے عرشِ بریں کے خود معلق اسکا قصر
لامکاں ہے آج تکیہ خواجۂ اجمیر کا

اُس کے نظارہ کے آگے ہوئیگا کس کو فروغ
مہر سا سب جا ہے جلوہ خواجۂ اجمیر کا

خرقِ عادات اس کے جاری آج تک ہیں خلق میں
روز ہے اعجاز تازہ خواجۂ اجمیر کا

تابع فرماں ہیں اُس کے اولیائے خاص و عام
سب پہ ہے اب حکم بالا خواجۂ اجمیر کا

٨

بے نوا بن کر ہوا ہے تارکُ الدُّنیا جو اب
کیوں نہ عاشق ہوئے پیارا خواجۂ اجمیر کا

١١

جس جا پہ لامکاں تھا مکین جو دعیاں تھا
دیوار و در کا سطح عدم پر نشان نہ تھا

آئیں گے ہم عدم سے یہاں یہ گمان نہ تھا
ہستی کا کچھ خیال کسی کو وہاں نہ تھا

خود باغبانِ گلشن بیچوں تھا بے پتہ
گل تھا نہ عندلیب تھی یہاں گلستاں نہ تھا

پائی عدم میں یار کے لائق نہ اور چیز
اِس عشق کے سوا کوئی اور ارمغاں نہ تھا

لاکھوں مسافرانِ عدم کوچ کر گئے
اُن کے لئے قیام سرا جاوداں نہ تھا

نکلا حباب بحر سے تو آسماں بنا
سطحِ زمین پہ پہلے کوئی سائباں نہ تھا

معبود و عبد کا ہے حقیقت میں اک وجود
پایا جو خود کو غیر کوئی درمیاں نہ تھا

بیت الحرم میں جا کے رہا شیخ کس لیئے
کعبہ ہی خاص طالبِ حق کا مکاں نہ تھا

خود لامکاں میں گونجتی تھی صوت ذات کی
جس دم زبانِ نَے پہ یہ شور و فغاں نہ تھا

ہنستا تھا ہم پہ یار تو روتے تھے اُس پہ ہم
تھے دونوں کام خوب کوئی رائیگاں نہ تھا

۱۱	عاشق کو عشق بس ہے ترا اے معین دین ڈھونڈا جو اُس نے تجھ سا بزرگ زماں نہ تھا	۹

مئے سے الست کی ہے خمِ دل بھرا ہوا
قالو بلیٰ کا جام ہے منہ سے لگا ہوا

جنت کا اشتیاق نہ دوزخ کا خوف ہے
عاشق کو ہے مقام کہاں جب فنا ہوا

یوں مضطرب جو دل ہے اسے کس کا درد ہے
کرتا نہیں علاج مسیحا کو کیا ہوا

کس کی مجال ہے جو پڑھے سر نوشت عشق
ہے یہہ طلسم یار شکستہ لکھا ہوا

ہے لامکان خدا تو مقام اس کا ہے کہاں
کس کے لئے یہ کعبۂ دل ہے بنا ہوا

ہر دم میں آتی ہے جو ہو اللہ کی ہوا
سینہ میں باغِ دل کا ہے غنچہ کھلا ہوا

موسیٰ سے بڑھ کے دیکھیں جو ہم نے تجلیاں
ہے کوہ طور سا جگر اپنا جلا ہوا

پہچانا اپنے نفس کو میں نے کھلا یہ بھید
صورت میں ہر بشر کی خدا ہے چھپا ہوا

سارے طبیب بھول گئے اپنی حکمتیں
کیسا یہ دردِ عشق ہے جو لا دوا ہوا

اللہ کے جو ساتھ نکلتی ہے۔ دل سے آہ
ہے عاشقوں پہ راز یہ مخفی کھلا ہوا

۱۳	برتر ہے رتبہ اس کا شہنشاہِ عصر سے خواجہ معینؒ دین کا جو عاشق گدا ہوا	۱۰

عشق کا باغ احد میں جب شجر پیدا ہوا
نور احمد کا بنا اُس سے ثمر پیدا ہوا

آئینہ وحدت کا آیا ہاتھ میں جب یار کے
دیکھنے کو اپنے مانندِ بشر پیدا ہوا

رات دن خدمت گزاری میں جو دل مصروف ہے
کب ہو فرصت اس کو جب یار اسکے گھر پیدا ہوا

چشم بینائی نورِ ذات موسیٰ کو نہ تھی
جل کے طور اِس کے لیئے کحل البصر پیدا ہوا

دیر میں پہنچا جو میں فرہاد بن کر اے صنم
جان شیریں کو میرے عشقِ حجر پیدا ہوا

اے صنم ماتھے پہ میرے قشقہ صندل کا لگا
عشق میں تیرے یہ تازہ دردِ سر پیدا ہوا

وصل میں رب ہے، نہ بندہ ہے مقام غور ہے
عاشقو دیکھو کہ یہ رازِ دگر پیدا ہوا

یار کا نور تجلی ہے جو دِل میں جلوہ گر
اس لیئے اے عاشقو سوزِ جگر پیدا ہوا

دِل کے بوتہ میں رکھی ہے مینے جو اکسیرِ عشق
کیمیا کا ذات میں میری اثر پیدا ہوا

ابر نیساں بن گیا عشق صدف میں یار جب
چشم گریاں سے میرے لولوئے تر پیدا ہوا

لامکاں ہے جو قدیمی گھر وہاں جائینگے ہم
صرف دو دن ہی یہاں اپنا مقر پیدا ہوا

مجرم الفت ہوا ملکِ عدم میں یار جب
یہ سزا ہیں اُس کے ہستی کا سفر پیدا ہوا

۹	کیوں نہ اے عاشق تو پہنچے منزلِ مقصود کو جب معین الدینؒ سا تیرا راہبر پیدا ہوا	۱۱

وہ یار جب کہ قالب اِنسان میں آگیا
پوشیدہ جو کہ تھا وہ سب امکان میں آگیا

مجھ کو ہوا جو عشق تو اس جرم کے سبب
ملکِ عدم سے ہستی کے زنداں میں آگیا

دیکھے طلسم دہر کے قدرت کی آنکھ سے / جس دم وہ یار دیدۂ حیراں میں آگیا

نیرنگی چمن پہ نہ ہو زار عندلیب / سنبل کا جو ہے رنگ وہ ریحاں میں آگیا

اے برہمن تو شیخ بنا کیوں یہ کیا ہے بھید / ہندو میں کون تھا جو مسلماں میں آگیا

نیساں میں تھا وہی جو صدف سے کیا ظہور / قطرہ جو یم میں تھا دُرِ غلطاں میں آگیا

بیمار بھی تھا آپ مسیحا بھی آپ تھا / اچھا ہوا جو صحت و درماں میں آگیا

اے یار تجھ میں پاتا ہوں ہر اک کو میں کہ تو / ہو کر فقیر درگۂ سلطاں میں آگیا

۱۲

عاشق ہوا جو آپ کا میں اے معین دینؒ
آزاد بن کے مشربِ رنداں میں آگیا

۱۱

خانۂ دل میں خدا تھا مجھے معلوم نہ تھا / یار پہلو میں چھپا تھا مجھے معلوم نہ تھا

مستعد یار کھڑا تھا مجھے معلوم نہ تھا / کُن کا کُل عقدہ کھلا تھا مجھے معلوم نہ تھا

یار کو عشق ہوا تھا مجھے معلوم نہ تھا / اپنا یوں نشو و نما تھا مجھے معلوم نہ تھا

ذات میں رب احد کی جو تھا احمد کا وجود / نکتہ وحدت کا بڑا تھا مجھے معلوم نہ تھا

ہو کے انسان کی ہستی میں فنا دیکھ لیا / یار خود جلوہ نما تھا مجھے معلوم نہ تھا

خط تقدیر میں معدوم ہے اپنی ہستی / یار نے یوں ہی لکھا تھا مجھے معلوم نہ تھا

دام میں عشق کے پھنس پھنس کے مرا طائر جان / قفسِ تن میں رہا تھا مجھے معلوم نہ تھا

صورتِ یار کا جو نور نظر آتا ہے / آئینہ خود وہ بنا تھا مجھے معلوم نہ تھا

میں تماشے کو جہاں کے جو عدم سے پہنچا / پیشوا پیکِ قضا تھا مجھے معلوم نہ تھا

دست بوسی کے عوض تھا مرے خون کا سامان / ہاتھ پر رنگِ حنا تھا مجھے معلوم نہ تھا

۱۳	حضرت خواجہ چشتی معین الدینؒ خود دل میں عاشق کے بسا تھا مجھے معلوم نہ تھا	۱۱

سینہ یہ ہے باب علم شہہ بوتراب کا
عنوان دل پہ نقش ہے اُم الکتاب کا

موسیٰ بھی بیقرار تھا جب طور جل گیا
چمکا جو نور احمدِ وحدت مآب کا

مجھ میں نہاں ہے یار عیاں ہوں میں یار میں
خلوت ہے خاص کچھ نہیں پردۂ حجاب کا

اعمال اپنے ہو گئے محسوب یار سب
اندیشہ ہم کو کچھ نہیں یوم الحساب کا

جس دم کے بحرِ واحدیت موج زن ہوا
قائم ہوا سپہر اُسی کے حباب کا

پہلو میں اپنے رہتا ہے بیدار اپنا دوست
دل کو خیال ہے نہیں آرام و خواب کا

کانوں میں اپنے گونجتی ہے صوتِ بیخودی
کرتا ہے مست نغمہ جو چنگ و رباب کا

لختِ جگر جو کھاتے ہیں پیتے ہیں خونِ دل
ہے ذائقہ اُس میں شراب و کباب کا

ہے منکر و نکیر کی صورت جو یار کی
ہے خاتمہ بخیر سوال و جواب کا

ہوگا فنا یہ کالبد خاکی اپنا جب
کس پر کھلے گا حال ثواب و عذاب کا

۱۴	خواجہ معین الدینؒ کا جو عاشق فقیر ہے کاسہ ہے اُس کے ہاتھ میں آفتاب کا	۱۲

طاق ابرو میں ترے سر کو جھکانا اچھا
عشق کے دین میں عاشق کو ہے آنا اچھا

اِس سے بہتر نہیں دنیا میں حلاوت کچھ اور
عشق میں یار کے ہے دل کا لگانا اچھا

ہم نشین ہوں میں ترا مجھ کو بتا بھید اپنا
یار سے اپنے نہیں راز چھپانا اچھا

اے صنم شرک ہے اپنے کو سمجھنا بندہ
ذات میں حق کی ہے اپنے کو مٹانا اچھا

نرد بازئ جفا دیکھ کے اس کی ایجان ۔۔۔ تو کہیں نقد وفا مار نہ جانا اچھا

بادۂ عشق سے کچھ مجھ میں نہیں ہوش و حواس ۔۔۔ ساقیا مجھ کو نہیں مے کا پلانا اچھا

نفس و دل کی جو گفتار ہے کانوں کو پسند ۔۔۔ نغمہ توحید کا ہے ان کو سنانا اچھا

دیدۂ یار میں خود مردمک اپنی ہے عیاں ۔۔۔ آنکھ کا ہم کو نہیں سب سے لڑانا اچھا

چھوڑ کر خلد جو برباد ہوئے ہیں ہم ۔۔۔ لامکاں سے نہیں اب اور ٹھکانا اچھا

بیخودی ہوتی ہے گانے سے جو مجھ کو زاہد ۔۔۔ کیوں نہ سمجھوں میں ہو گا نہیں یہ گانا اچھا

مجھ کو منظور ہے ہر حال میں تسلیم و رضا ۔۔۔ حق میں میرے ہے ترا یار ستانا اچھا

اے نکیرین میں سوتا ہوں فنا ہو کر خود ۔۔۔ دیکھ لوں گا مجھے تم آکے اٹھانا اچھا

۱۵	حضرتِ خواجۂ چشتیؒ کا نہیں ہے ہمسر عاشقِ زار کو اُن کا ہی کہانا اچھا	۱۹

کیا کہوں شاہِ عربؐ ربّ العلیٰ کیونکر ہوا ۔۔۔ سوچئے کچھ تو ذرا بندہ خدا کیوں کر ہوا

اے مسلمانو کرو اثبات وحدت جا بجا ۔۔۔ کلمۂ طیب میں داخل لفظ لا کیوں کر ہوا

جس کو سب کہتے ہیں بیچوں ہے وہ اک سرِ نہاں ۔۔۔ اے دلِ عارف یہ عقدہ تجھ پر وا کیوں کر ہوا

صورتِ موجود مطلق میں ہوا خود ہی عیاں ۔۔۔ احمدِ بے میم احد سے پھر جدا کیوں کر ہوا

یارِ مطلق لاابالی ہے جو کہتے ہیں سبھی ۔۔۔ پھر عدم میں وہ ہمارا آشنا کیوں کر ہوا

عاشق و معشوق کی صورت نظر آتی ہے اک ۔۔۔ اپنا آپ ہی وہ صنم پھر مبتلا کیوں کر ہوا

نقش یاہو کا جو نکلا ہو گیا سب زنگ دور ۔۔۔ دل کے آئینہ پر ایسا مصفا کیونکر ہوا

صوت دلبر کی کدھر سے آرہی ہے کچھ تو کہہ ۔۔۔ بند تیرا اے زباں یہاں ناطقا کیوں کر ہوا

عشق کے پھندے میں آکر ہو گیا تھا مفت قید
مرغِ جاں تن کے قفس سے خود رہا کیوں کر ہوا

سنگِ اسود کی پرستش کو چلا ہے شیخ بھی
کافر و کعبہ میں پیدا بتکدا کیوں کر ہوا

چشمِ موسیٰ میں اگر بینائی دیدار تھی
جلکے کوہ طور اس کا طوطیا کیوں کر ہوا

ربِ مطلق گر ترا حق ہے تو کہدے مجھ سے شیخ
بے زباں کے لب پہ جاری لن تنا کیوں کر ہوا

آپ کہتے ہیں کہ واحد کلِ شئے پر ہے محیط
ہم کو سمجھا دو بھلا اک جا بجا کیوں کر ہوا

لامکاں میں حق کو ڈھونڈا تو نہ پایا کچھ نشان
خانۂ دل میں وہ پھر جلوہ نما کیوں کر ہوا

صفر ہی پاتے ہیں تینوں مرتبوں میں کیا ہے بھید
ایک سے دو اور دو سے تیسرا کیوں کر ہوا

ایک دم کے تار پر ساری خدائی کا ہے کھیل
اے تماشا بیں یہہ ظاہر شعبدا کیوں کر ہوا

خوابِ غفلت سے جو چونکا تو عدم آیا نظر
مجھ کو حیرت ہے کہ یہاں میر بقا کیوں کر ہوا

بحر میں قطرہ گرا جب خود ہی دریا بن گیا
مل گیا پانی سے پانی وہ فنا کیوں کر ہوا

۱۶	حضرتِ خواجہ معین الدینؒ سے پوچھو واصلو عاشقِ صادق تمہارا بینوا کیوں کر ہوا	۱۱

خواب سے جو دفعتاً یار میرا چونک اٹھا
کیسی تھی آواز کُن فیکون سے ہوا

عشق کی بھڑکی جو آگ نور کے شعلے سے صاف
جب جلا لامکاں آپ وہ یہاں آگیا

قصۂ میثاق سب ہم سے کہا یار نے
یاد ہے روز الست اور وہ قالو بلیٰ

تھی جو خوشی وصل کی ہجر کے صدمے سہے
ہو گئی خلوت تو کیا جب وہ نہ اور میں رہا

من عرف اے جان تو نے پڑھا ہے اگر
دیکھ لے فی نفسہ اصل ہے ذات خدا

دو کا ہی میدان ہے سب پہنچی نظر جس جگہ
ظاہر و باطن تری ہیں نے سنی ہے صدا

برہمن و شیخ کو دیر و حرم سے ہے کام
بیٹھ رہوں گا میں وہاں یار جہاں تو ملا

کہہ نہیں سکتا ہوں دل میں جو کچھ ہے میرے
سکتے کے آزار میں یار ہوں میں مبتلا

بیخود و سرمست ہم کیوں نہ رہیں ساقیا
عشق کا جامِ شراب پہنا ہے منہ سے لگا

شہرِ خموشاں کو ہم دیکھ کے ہوتے ہیں خوش
کیونکہ ہے کنجِ لحد اپنا ٹھکانا سدا

۱۷
خواجۂ چشتیؒ ترا کیوں نہ ہو عاشق جہاں
شاہ و گدا کا ہے تو خلق میں مشکل کشا
۲۳

خدا کو تو چاہے اگر دیکھ لینا
وہیں مجھ کو بھر کر نظر دیکھ لینا

عیاں تجھ پہ ہو کس طرح شرِ ہیچوں
ہے اُس کا غلط سر بسر دیکھ لینا

ہیں شکلیں تو ہجدہ ہزار اس جہاں میں
ہے کس رخ میں شکلِ بشر دیکھ لینا

ہے آئینۂ نور میں عکسِ عالم
نظر کر کے قرصِ قمر دیکھ لینا

طلب من عرف کی اگر تجھ کو ہووے
مرادم میں کسب و ہنر دیکھ لینا

میرا سینہ ہے خاص وادیٔ ایمن
تجلّیٔ طور جگر دیکھ لینا

انا الحق جو کہتا ہوں منصور ہوں میں
میرا سر ہے خود دار پر دیکھ لینا

پرے عرش کے جب گذر ہو تمہارا
میرا لامکاں میں ہے گھر دیکھ لینا

صنم بتکدہ میں خدا ہوں حرم میں
ہے جلوہ میرا در بدر دیکھ لینا

میرے لوحِ دل پر جو کندہ ہے یاہو
وہ ہے مثلِ نقشِ حجر دیکھ لینا

میرے مصحفِ رخ پہ خط ہیں جو پیدا
ہیں قرآن کے زیر و زبر دیکھ لینا

نکلتا ہے بن ٹھن کے کس کس طرح سے
سخن کا میرے کرّ و فر دیکھ لینا

دکھاتا ہوں خلوت تجھے انجمن میں
وطن میں تو گر کے سفر دیکھ لینا

ہے ساری خدائی میں مخلوق ایک ہی
میرے رمز کو سوچ کر دیکھ لینا

نکلتی ہے یہ کس کی آواز ہم سے
ذرا دل سے اے بے خبر دیکھ لینا

مُذِل بھی ہمیں اور ہادی ہمیں ہیں
ہے اپنے میں خود خیر و شر دیکھ لینا

ہے دریا میں قطرہ تو قطرہ میں دریا
ہے یَم دُر میں یم میں گھر دیکھ لینا

ترے تخم سر سے جو بخین ہیں پیدا
تو اپنے کو اُلٹا شجر دیکھ لینا

جو سمجھے ہیں تر دامنی عین رحمت
تو عاشق ہیں بے خطر دیکھ لینا

ٹپکتا ہے آنکھوں سے خون اشک بن کر
میرے درد دل کا اثر دیکھ لینا

فنا کرتے ہیں تجھ کو ہم اس طرح سے
نہیں اس میں مطلق ضرر دیکھ لینا

نظر کر تعیّن کے باہر ہے جنت
معیّن کے اندر سقر دیکھ لینا

۱۸	میں ہوں عاشق صادق خواجہ چشت رح میری ہر نفس چشم تر دیکھ لیتا	۱۱

ہے کعبہ کے بتوں کو رشک میرے دل کے معبد کا
جو میں ہر ایک دم کرتا ہوں پوجا شکل احمدؐ کا

احد تم جس کو کہتے ہو وہی ہے احمدؐ بے میم
سمجھ لو پیر کامل سے ہے کیا رتبہ محمدؐ کا

ملی ہے نعمت اس کو ہی جہاں میں خاص پنجتن کی
ہوا ہے منکشف جس پر سراسر راز سرمد کا

عدم سے تم جو نکلے ہو تمہاری شکل کیا تھی واں
یہاں کیوں آئے کہیے تو سبب کچھ اپنی آمد کا

جناب بحرِ وحدت خود کھڑا ہے آسمان بنکر
تماشا دیکھتا ہوں میں عجب زرّین گنبد کا

حقیقت دانۂ گندم کی کیونکر ہو عیاں سب پر
نہاں ہے ماجرا سارا ہمارے جد امجد کا

فقیر اور زاہد ناداں عبث تکرار کرتے ہیں
عدم میں کب نشاں ہے جنّت و دوزخ کی سرحد کا

فسانۂ عشق بیچونکا نظر کر کے جو روتا ہوں
میں نغمہ سن رہا ہوں بلبلِ روحِ مقید کا

سوا حکمِ صنم کے کچھ نہیں ہوتی مجھے جنبش
ہے معشوق آپ ذمہ دار میرے نیک اور بد کا

بھلا کس کو سناؤں میں معمے سرِّ وحدت کے
نہیں کھولا کسی نے عقدہ میرے دل کے مقصد کا

۱۹

بنا ہے ہند کا کعبہ تو لاے خواجہ معین الدینؒ
مطوف دل سے ہے عاشقؔ تمہاری خاص مرقد کا

۱۱

اے ناخدائے مطلق ہے سب ظہور تیرا
دریائے کنتُ کنزاً پر ہے عبور تیرا

واللیل و والضحیٰ کی کہتا ہوں کھا کے قسمیں
شمس و قمر کے رخ سے پیدا ہے نور تیرا

نزدیک ہے بہت توشہ رگ سے اپنی ہر دم
ہاں نحنُ اقربُ کا مطلب ہے دور تیرا

نعمت اَنا کی مطلق ہاتھ آگئی ہے اپنے
سر میں سما گیا ہے پیارے غرور تیرا

خلوت سے تیری دم بھر ہم کو نہیں رہائی
دن رات اپنے آگے ہے خود حضور تیرا

آنکھوں میں عاشقوں کی مازاغ کا ہے سرمہ
موسیٰ ہی کے لئے ہے ہاں کوہِ طور تیرا

جنّت کا باغ اپنے زیرِ قدم ہے اس جا
ہے ٹھوکروں میں جسم اے غلمان و حور تیرا

عشاق سو رہے ہیں ہو ہو کے تجھ میں فانی
کس کام کا ہے اُن کے روزِ نشور تیرا

الٹے نگر میں تیرے سیدھا عمل نہیں ہے
ہوگا یہ راج چوپٹ اک دن ضرور تیرا

ہر دم گنہ پر اپنے نازاں جو ہو رہے ہیں
پیشِ نظر ہے اپنے نامِ غفور تیرا

۲۰

عاشقؔ معینِ دیں کا مئے سرمدی کی پیکر
رکھتا ہے سر میں اپنے کیف و سرور تیرا

۱۹

قصرِ تن میں میرے موجود ہے پایہ تیرا
گھر کی کرسی ہے میری عرشِ معلیٰ تیرا

کر کے بند آنکھ جو میں صوت و صدا سنتا ہوں
محو کرتا ہے مجھے وصل کا نغمہ تیرا

کھوج میں تیرے ہوا گم تو ہوا یہ ظاہر
خانۂ دل میں میرے خاص ہے حجرا تیرا

آئینہ خانۂ دنیا میں نہیں غیر کوئی
شش جہت سے ہے فقط عکس ہویدا تیرا

گنجِ مخفی میں چھپا کر جو رکھا تھا مجھ کو
یاد آتا ہے وہ اب یار زمانہ تیرا

دوسرا کون ہے اک تیرے سوا عالم میں
تو ہی مولا ہے خود اور تو ہی ہے بندہ تیرا

تیری ہستی سے جدا کب ہے میرا نشو و نما
ہر نفس ذات کو میری ہے سہارا تیرا

دام میں حرص و ہوا کے جو پھنسا تو آ کر
یک بیک ہو گیا خود تجھ کو ہے دھوکا تیرا

تو جو آیا ہے یہاں شکل بنا کر میری
ایسا آتا ہے کیسے روپ بدلنا تیرا

جان بے جسم ہے تو جھوٹ کہوں میں کیونکر
میرے قالب سے نمایاں ہے سراپا تیرا

پھوڑ دوں آنکھ دوئی کی جو کرے کچھ دعویٰ
چشم سے اپنی تو کرتا ہے نظارا تیرا

جب مندی آنکھ میری صاف نظر آیا تو
روزنِ دل ہے میرا صاف جھروکا تیرا

آنکھ موسیٰ کو کہاں تھی جو تجلّی دیکھے
مردمک میں میری ہر وقت ہے جلوہ تیرا

کُن کا ہمراز جو ہوں ہاں میں وہی ہمدم ہوں
مجھ سے مطلق نہیں اک بھید بھی اخفا تیرا

نحن اقرب کے بیاں کرنے کا کس کو ہے دماغ
ہاں یہ دشوار سراسر ہے معمّا تیرا

تو جہاں میں نظر آتا ہے جہاں ہے تجھ میں
بن گیا ہے یہ عجب تو ہی تماشا تیرا

میں ہوں گمنام نشاں کب ہے میرا خلقت میں
اسم سے میرے ہے موجود مسمّیٰ تیرا

یا ہمیت میں فنا ہو کے جو میں نے دیکھا
حیِّ مطلق ہے تو بس نام ہے زندہ تیرا

۲۱

خواجۂ چشتیؒ کا مشہور ہے جو دیوانہ
ہے وہ اس عہد میں اک عاشقِ شیدا تیرا

۱۳

ملے گا وصل مطلق میں کہاں نام و نشاں اپنا — فنائی جسم میں باقی ہے صرف اک جانِ جاں اپنا
وجودِ رب میں آپ ہی ہم یہی ایمان ہمارا ہے — جو سمجھیں غیر خالق ہیں پتہ ہے جو بھر کہاں اپنا
جو ہر دم ہمکلامی آپ سے اپنے کو ہے ہر دم — کہیں ہم راز یہ کیونکر کہ ہے بندہ وہاں اپنا
محمدؐ میں فنا ہیں ہم جو ہم کو وحی آتی ہے — سخن کرتا ہے خود اپنے سے یارِ لبِ زباں اپنا
ہے ذاتِ اللہ کی مخفی یہ کہنا کفر ہے ہم کو — ہو الظاہر کے مطلب سے خدا کب ہے نہاں اپنا
خودی اپنی فنا کر کے خدا سے مل گئے ہیں ہم — ملیں گے حق سے کہتے تھے غلط تھا یہ گماں اپنا
خدائی ہم سے پیدا ہے عیاں ہے ہم سے سب عالم — نہیں رنگِ زمانہ ہم ہے سب رنگِ جہاں اپنا
ہوا ہے جذبۂ مطلق جو غل ہا ہو کا کرتے ہیں — الوہیت تلک پہنچا ہے ہاں شور و فغاں اپنا
تمنا قصرِ جنت کی نہ کرائے زاہدِ ناداں — عدم کا کوچہ ویراں ہے کہاں ہے وہاں مکاں اپنا
بنا ہوں سے لہو جس دم سمایا آپ کے نطفہ میں — ہے نور جس کا چشمہ یہی خونِ رواں اپنا
نہ کوئی کام دنیا میں نہ کوئی شغل عقبیٰ میں — ہے مقصدِ دل کا باقی کچھ نہ یہاں اپنا نہ وہاں اپنا
زلیخا بن کے چاہیں تو ملے گا کچھ سراغ اس کا — فقط اک چاہ میں یوسف کی گم ہے کارواں اپنا

۲۲

معین الدین چشتیؒ کا جو ہوں میں عاشقِ صادق
سمجھتے ہیں مجھے ہاں دل سے شاہِ خواجگان اپنا

۱۷

صورت میں خدا کی جو پیمبر نظر آیا — مخلوق میں خود خالقِ اکبر نظر آیا
جب قطرۂ نیساں میں سمندر نظر آیا — دریا کو سمیٹا ہوا گوہر نظر آیا

ہاں لحمک لحمی کی حدیثِ نبویؐ سے
اک ہمدم احمدؐ مجھے حیدرؓ نظر آیا

جب سرمۂ مازاغ سے آنکھیں ہوئیں روشن
ہمشکلِ عرض آپؐ ہی جو ہر نظر آیا

ہے بونہ دل میں جو میرے عشق کی آتش
خود سینۂ پر سوز میں زرگر نظر آیا

زُنّار کو اِسلام کی پہنا ہوا بیدین
اس بتکدۂ دہر میں ہر ہر نظر آیا

کاسی گئے ہندو تو مسلمان چلے کعبہ
کیا اپنا صنم وہاں انہیں پتھر نظر آیا

عشاق کو مطلب نہیں کچھ دیر و حرم سے
ہر اک کا خدا یہاں انہیں گھر گھر نظر آیا

گرداب میں الفت کے جو ڈوبے ترے عاشق
اس قلزمِ زخار میں چکر نظر آیا

تفسیر کو قرآن کی اک نقطہ ہی بس تھا
کس عالمِ نادان کا یہ دفتر نظر آیا

ناظر جو ترے مصحفِ رخ کے ہیں تو ہمکو
اک سورۂ اخلاص ہی ازبر نظر آیا

جب کشف ہوا مجھ کو تو ناموں سے صنم کے
اک اِسم ہی ہو کا میرے دل پر نظر آیا

بندہ کو نہ کس وجہہ سے اللہ کہیں ہم
بیچوں کا ہمیں خاص یہ مظہر نظر آیا

ظلمات کے ہم چشمہ پہ لیجائیں کسے اب
اِس عصر میں ہم کو نہ سکندر نظر آیا

اُس مطربِ خوش صوت کو طنبور یئے خاطر
کیا صورتِ علمی میں مرا سر نظر آیا

پریوں نے دکھایا جو مجھے تختِ طلسمات
ہاں سر پہ ہر اک دیو کے اندر نظر آیا

۲۳	اے خواجۂ اجمیرؒ ترا عاشقِ مطلق اس وقت کا آزاد و قلندر نظر آیا	۱۷

ہیں سُن کر مست ہوں نغمہ کسی کا
سُہانا دل کو ہے گانا کسی کا

میرے اس تارِ دم کو چھیڑ مطرب
ہے اس میں نغمۂ ہوہا کسی کا

طلسم غیب ہے سر میں ہمارے ‌ — سدا بجتا ہے طنبورہ کسی کا

صدا بے صوت ہے جو اپنے دل کی — ہے اس میں شور اور غوغا کسی کا

محیط اک صوت ہے جو دو جہاں پر — یہ ہے اسرار درپردہ کسی کا

ستارہ اِس جسم کا ہے تین کھونٹی — ہے اُس میں تارِ سربستہ کسی کا

جو ہے مضراب دل سے چھیڑ جاں میں — بسا ہے آگے سازندہ کسی کا

ہمیں بھاتا ہے یہ گانا بجانا — دلِ شیدا ہے آشفتہ کسی کا

غزل اِس رمز کی میں نے جو لکھی — سخن تھا دل میں رندانہ کسی کا

دوگانہ چھوڑ کر گانا سنو تم — ذرا تو مان لو کہنا کسی کا

عبادت ہے یہی سب چشتیوں کی — یہ حق ہے شیخ فرمودہ کسی کا

نمازِ روح میں ہے جمع خاطر — نہیں آتا ہے اندیشہ کسی کا

صدا اُن کی مزامیروں میں سُنیے — نہیں آوازِ بے ہودہ کسی کا

ذرا تم پیر کامل سے سمجھ لو — ہے مخفی راگ میں نکتہ کسی کا

سنا ہے چشتیوں کی بزم کا راگ — ہوا بے ہوش مستانہ کسی کا

جو رو رو کر ہوئے عشاق سرمست — ہے اِس نغمہ میں افسانہ کسی کا

۲۴ — معین الدین چشتیؒ کے سوا اب / نہیں عاشق ہے دیوانہ کسی کا — ۱۱

خاتمے پر کلام ہے اپنا — کام ہی بس تمام ہے اپنا

لامکاں جو مقام ہے اپنا — وہی دارالسلام ہے اپنا

کاروانِ عدم کے ہیں ہم لوگ
اس سرا میں قیام ہے اپنا

دے دو پیکِ اجل کو یہ مژدہ
کوچ اب صبح و شام ہے اپنا

کعبہ جانے سے ہم کو کیا مطلب
دل ہی بیت الحرام ہے اپنا

بتکدہ سے نہیں ہمیں انکار
وہ صنم جب کہ رام ہے اپنا

کب سروکار ہے زمانہ سے
خاص دلبر سے کام ہے اپنا

خلوتِ یار میں چلے آؤ
صرف وہاں اہتمام ہے اپنا

ہے وہی بندہ جو کہ مولیٰ ہے
آپ صاحب غلام ہے اپنا

ساقیا چل گئے ہیں ہم سرمست
جب سے گردش میں جام ہے اپنا

۲۵	خواجۂ چشت رح کے مریدوں میں عاشق اب ایک نام ہے اپنا	۱۹

دل پھر اس بت کا گرفتار ہوا خوب ہوا
مجھ کو پھر عشق کا آزار ہوا خوب ہوا

تیرے سودے کے لئے ملک عدم سے آکر
خود میں رسوا سرِ بازار ہوا خوب ہوا

وہ جو بے چین تھا آرام کہاں تھا مجھ کو
دل میرا مجھ ہی سے بیزار ہوا خوب ہوا

دل کے منکوں میں میرا ورد سما کر آیت
رشتہ تسبیح کا زنّار ہوا خوب ہوا

بے زبان یار میرا اپنے دہن میں چھپ کر
آپ ہی صاحبِ گفتار ہوا خوب ہوا

جب کہ تنزیہہ سے تشبیہہ میں آکر پہنچا
خود احد احمدؐ مختار ہوا خوب ہوا

چونک کر خواب سے اٹھا تو میں سمجھا خود کو
دفعتاً آپ ہی بیدار ہوا خوب ہوا

اپنے پہلو میں شگفتہ ہے صنوبر کی کلی
سینہ خود غیرتِ گلزار ہوا خوب ہوا

بت کدہ میں نظر آئی جو خدا کی صورت
ہے حرم میں وہ مسلماں ہے جو دیر میں گبر
ہم نے قرآن میں پایا جو ہوا ظاہر کو
شاہِ منصور جو کہتا تھا انا الحق الحق
تکتے ہیں شکل تری بیٹھ کے ہم پہلو میں
صورتِ جاناں کا تصور جو بندھا رہتا ہے
ہم جو بازار میں بیٹھے ہیں لگا کر دُکان
دامِ الفت میں ترے دل جو پھنسا رکھتا ہے
مٹ گئے یار میں ہم نقش بقا کو پا کر
خود بخود چھوٹ گئی مجھ سے جو ریا کی طاعت

دلِ کافر میرا دیندار ہوا خوب ہوا
اپنا اللہ ہی مکار ہوا خوب ہوا
روبرو اپنے وہ خود یار ہوا خوب ہوا
چڑھ کے خود دار پہ سردار ہوا خوب ہوا
سینہ خود روزنِ دیوار ہوا خوب ہوا
گوش دل سامعِ اسرار ہوا خوب ہوا
یار خود اپنا خریدار ہوا خوب ہوا
عشق خود اپنا ستمگار ہوا خوب ہوا
پائمال اپنا تنِ زار ہوا خوب ہوا
دل میرا مانعِ اذکار ہوا خوب ہوا

۲۶	دلِ بیدار میرا فیض معین الدینؒ سے عاشق حیدرؑ کرار ہوا خوب ہوا	۲۷

خود واحد سے ہو کے احمد کبریا میں بن گیا
جب صفت کو ذات کی تصدیق لازم ہو گئی
میرے حسن عشق کی دم میں جو قلعی کھل گئی
محی و حیّ و قابض و سے یا ممیت ہو گئے خود
چار عنصر مظہرِ اسماء ہیں میری ذات کے
رب جو میری ذات ہے اس کی صفت مربوط ہے

چھوڑ کر بیچون گی چون و چرا میں بن گیا
خود الست اور آپ ہی قالوبلیٰ میں بن گیا
دیکھنے کو اپنی صورت آئینہ میں بن گیا
آب و خاک و آتش اور مطلق ہوا میں بن گیا
آپ نقشہ صاف اپنے جسم کا میں بن گیا
اس لئے خود بندہ اور آپ ہی خدا میں بن گیا

شش جہت کا آئینہ خانہ بنا جب آپ ہی
اپنی بے وضعی نے خوش طور اپنا دکھلایا مجھے
کون خلوت میں تھا کہدو دوسرا میرے سوا
آپ واجب سے جو ممکن ہو گیا ہوں ناگہاں
بیخودی پہنچی ہے میری خودخودی کے درمیان
آدم وحوا ہی کیا خود عیسٰی و موسٰی ہوں آپ
خلق ہے ہجدہ ہزار اب صاف میری شکل میں
بت پرستی کو خدا کی بندگی سمجھا جو خود
نامسلماں ہو گیا کلمہ پڑھا جب کفر کا
قطرہ و موج و حباب و حلقہ گرداب سان
آپ کو پاکر مسمیٰ بحر کو سمجھا جو اسم
ہو گئی نشو و نما کی اپنی جس دم جستجو
کچھ نہ میرا پوچھئے نام و نشانِ جسم و جان
استوائے ذات رحمٰن ہے جواب بالائے سر
مٹ گیا جس دن سے جسم اپنا خیال و وہم سے
اے مسیحا چاہیئے حبِّ فنا میرے لیئے
آپ ہوں لاموت مجھ کو مرگ کا کب ہے خطر
حال اپنی معرفت کا کہہ نہیں سکتا ہوں کچھ

مصحفِ رخسار کو دیکھ اے اینما میں بن گیا
اپنی سج و ہیج ہی کا آپ ہی مبتلا میں بن گیا
آپ عاشق اور اپنا دلربا میں بن گیا
عشق کی بازی گری کا شعبدہ میں بن گیا
خواب سے بیدار ہو کر خودنما میں بن گیا
سب خدائی کا وجودِ باصفا میں بن گیا
بھیس کی تبدیل سے بہروپیا میں بن گیا
آپ اشکالِ جہاں کا بتکدہ میں بن گیا
خود ہویّت میں فنا ہو ہو کے لا میں بن گیا
ڈوب کر دریا میں اپنا آشنا میں بن گیا
لوٹ پوٹ اپنے میں خود واصل مرا میں بن گیا
آپ ہی میں ہو کے گم خود بے پتہ میں بن گیا
تار دم میں ہو کے مخفی خود صدا میں بن گیا
آپ ہی اس فرش پر عرشِ علا میں بن گیا
جانِ جان میں ہو کے فانی خود بقا میں بن گیا
عشق کا ہو کر مریض اب لا دوا میں بن گیا
زندہ رہنے کو ہمیشہ خود قضا میں بن گیا
ابتدا جو کچھ تھا وہ خود انتہا میں بن گیا

ششندر و حیراں ہوں میں اک نفس اس سوچ میں
کون تھا کس طرح کا تھا اور کیا میں بن گیا

اس خراباتِ جہاں میں پی لی وحدت کی جو مئے
صحبتِ رنداں سے مطلق پارسا میں بن گیا

عاشقؔ خواجہ معین الدین چشتی کیوں نہ ہوں
کر کے دنیا ترک آپ ہی بینوا میں بن گیا

۲۷ — ۲۰

شکلِ اللہ بن کے جس دم محوؔ تو ہو جائے گا
ہو کے ذاتِ بحت آپ ہی صرف ہو ہو جائے گا

بے زباں دل کا سخن ستتا رہے گا وہ سدا
بن کے جو خاموش خود بے گفتگو ہو جائے گا

کعبۂ دل کا طواف اگر کرے جو عشق سے
چار سو اس کے نظر میں ایک سو ہو جائے گا

بیخودی کی بندگی میں گم کرے جو آپ کو
ہاتھ دہو کر وہ خودی سے با وضو ہو جائے گا

معرفت کا اُس کے گر ہے عشق تو خلوت میں آ
جو چھپا ہے دل میں وہ خود رو برو ہو جائے گا

ڈھونڈھتا پھرتا ہے جس کو ہے تری صورت میں وہ
کر تلاش اپنی کہ تو بے جستجو ہو جائے گا

ہے اگر وحدت میں پکا کہہ انا الحق بے خطر
شہرہ سرداریکا تیرے کو بکو ہو جائے گا

نحنُ کی منزل پر آجائے گا اے سالک تو جب
تب ترا ٹھراؤ بالائے گلو ہو جائے گا

بال ہیں زلف محمد کے الف اللہ کے
کہہ دو شانہ سے یہ چرچا موبمو ہو جائے گا

بادۂ وحدت سے ساغر آنکھ کا بھر جائے جب
ساقیا لب ریز خود دل کا سبو ہو جائے گا

مَن عرف کے میکدہ کا زاہدا کر ذوق و شوق
ایک قطرہ پیئے تو باآبرو ہو جائے گا

دستکاری کچھ نہ کرنا دیکھ اے جراحِ عشق
میرے زخمِ دل سے پھر جاری لہو ہو جائے گا

مل لے اے مجنونہ وصلت کے رفوگر سے ذرا
ہے جو تیرا چاکِ دل اس کا رفو ہو جائے گا

صلح کل اے زاہد ناداں جو کر لے خوب ہے
مونس و ہمدم ترا ہر اک عدو ہو جائے گا

گر کوئی مہجور سن لے عشق سے میرا سخن
ہو کے خواہاں وصل کا پُر آرزو ہو جائے گا

جو فنا کر لے صفات اپنی بقائے ذات میں
خود وہ سرِّ ہیچگوں کے ہو بہو ہو جائے گا

جلوہ گر پردہ کے باہر ہو جو وہ خورشید یہاں
شرم سے غائب اسی دم ماہ رُو ہو جائے گا

یہ میرا مضمون ہے نازک غور کر اے نکتہ سنج
منکشف تجھ پر میرا رازِ مکنوں کو ہو جائے گا

ہاں پہن جامہ نسبتی ہے تعشق دل میں گر
صورت عشاق تو بھی زرد رو ہو جائے گا

۲۸	عاشق خواجہ معین الدینؒ کا طالب بن کے دیکھ چشتیوں میں مل کے تو درویش خُو ہو جائے گا	۲۲

آ کے وحدت میں جو کثرت سے جدا ہو جائے گا
عبدیت سے وہ نکل کر خود خدا ہو جائے گا

جو ہوالاول کو سمجھے پا کے والآخر کی رمز
ہو کر اپنے میں فنا وہ خود بقا ہو جائے گا

بانسری میں خلق کی جو گم کرے گا آپ کو
روزن دل کی وہ خود مطلق صدا ہو جائے گا

توڑ کر پرکار لا کی جو کرے نقطہ کو گم
دائرہ کے قید سے وہ خود رہا ہو جائے گا

عکس تو کس شخص کا ہے صاف آئے گا نظر
دیکھنے کو اپنے جب تو آئینہ ہو جائے گا

عین وحدت میں سما کر جو بنے گا مرد مکث
خود وہ رب بن کر عرب کا رونما ہو جائے گا

ماسوا اللہ کون اس عالم میں ہے تو اس کو ڈھونڈھ
ہے جو مخفی خلق میں وہ برملا ہو جائے گا

معنیٔ نحن وسی ہے کون اب تیری شہرگ کے پاس
غور کر زاہد یہ عقدہ تجھ پہ وا ہو جائے گا

ہے کمالات و صفاتِ ذات کا اللہ نام
پا مسمّی کو کہ واقف اسم کا ہو جائے گا

جو مبدّل کر لے خود کو ذات سے معشوق کی
سچ یہ ہے اپنا وہ آپ ہی مبتلا ہو جائے گا

آپ باقی رہ کے دے اپنا سراغ ایسا ہے کون
جو تلاش اپنی کرے وہ بے پتہ ہو جائے گا

چھوڑ کر جسمی عبادت جو پڑھے روحی نماز
بندگی میں اپنی وہ خود بے ریا ہو جائے گا

وصلِ ذاتِ بحت کی مستی میں جو پی لے شراب
میکدہ کا عشق کے وہ پارسا ہو جائے گا

جان سے اپنی گزر کر جانِ جاں کے عشق میں
اپنے تن میں دیکھ گم ہو کر کہ کیا ہو جائے گا

چار عنصر سے جدا ہو جو کہ اس کے دل سے خود
نارُ خاک و آب کا قطرہ ہوا ہو جائے گا

منزلِ ملکِ عدم کا رہرو ائے سالک نہ ہو
گم ترا اِس راہ میں ہر نقش پا ہو جائے گا

کب متاعِ جسم آئے ہاتھ تیرے بعد مرگ
یہہ جو غارت گر ہے دم دم میں قضا ہو جائے گا

ذات کے کردار جو ہیں وہ ہیں اعمالِ صفات
یہہ سمجھ لے تو کہ بے خوف و رجا ہو جائے گا

بادی اپنا آپ ہو جا اور مدل تو اپنا بن
صاف مُرشِد کی عطا سے بے خطا ہو جائے گا

اے نکیرین آپ پائیں کس طرح اپنا جواب
بے زباں مرقد میں جس دم بینوا ہو جائے گا

ہے جو پیروں کا تصور اگلی باتوں کی طرف
فہم میں اُن کے مرا مضمون نیا ہو جائے گا

۲۹	دل سے عاشق جو معین الدین چشتی کا بنے پیر اُس کا خواجہ ہر دوسرا ہو جائے گا	۲۲

عشق مجھ کو ہوا تو کیا دیکھا
اپنا آپ ہی کو مبتلا دیکھا

ظاہر و باطن اول و آخر
ہم نے سب ہو کا ولولہ دیکھا

کھل گیا مجھ پہ سرِّ الا اللہ
دور کر کر جو ما سوا دیکھا

تزکیہ جب ہوا میرے دل کا
مل گیا جو اُسے خدا دیکھا

یم سے دُرِّ یتیم جب نکلا
آب میں عکس مصطفٰے دیکھا

جا کے پہنچا جو کوئے جاناں تک
عشق کو اپنا رہنما دیکھا

دل لیا ایک بات میں تونے
کوئی تجھ سا نہ دل رُبا دیکھا

کروفر یار کا قدیم ہے کب
طمطراق اس کا سب نیا دیکھا

یار نے جو کیا مجھے بد نام
اس نے کیا اُس میں کچھ بھلا دیکھا

ہے منور جو سینۂ سوزاں
سوختہ دل جگر جلا دیکھا

ہوگیا بے حجاب یار تجھے
آنکھ میں آنکھ جب ملا دیکھا

یار کی جب تلاش کی میں نے
اس کو انسان میں چھپا دیکھا

ایک جان کھیلتی جو ہے سب میں
یہہ بھی قدرت کا شعبدہ دیکھا

جب ہوا دیدۂ بصیرت صاف
ہم نے پتھر کو آئینہ دیکھا

گرچہ نظروں سے یار ہے غائب
ہم نے خود اس کو برملا دیکھا

کس طرح یار کا سراغ ملے
وصل میں خود کو بے پتا دیکھا

رہ گئی ذات بحت ہی باقی
کر کے اپنے کو جب فنا دیکھا

کعبہ و مسجد و کلیسا میں
یار کو پھر کے جابجا دیکھا

میں نے جب سے کیا دوئی کو دور
کفر اور دیں ملا ہوا دیکھا

جب کہ کثرت پہ ہوگئی وحدت
ایک سے میں نے دوسرا دیکھا

پوجتا ہوں جو سنگِ اسود کو
عین کعبہ میں بت کدہ دیکھا

فقر کے سلطنت کی ہے وہ شان
بادشہ کو بھی واں گدا دیکھا

٣٠	ہوگیا عاشق معین الدینؒ اُس کو اپنا جو شیفتہ دیکھا	٩

احد بنا ہے شبیہ احمد یہ خواب وحدت کی شب کو دیکھا
عرب کا جہر نظر جو آیا قسم خدا کی کہ رب کو دیکھا

حقیقت آدم کی ہے محمد تو کب ہے حوا میں فرق مطلق
ہیں چار عنصر صفات اسما کہ ذات بیچوں میں سب کو دیکھا

شہ ولایت سے میں نے پایا ہے من عرف کا تمام مطلب
ملا خدا مجھ کو اک سخن میں جو پڑھ کے علم ادب کو دیکھا

جہاں میں ہجدہ ہزار عالم وجود حق سے ہوا ہے پیدا
ہے ذات مطلق میں سب خدائی کہ میں نے سب کے نسب کو دیکھا

جو نفی آئی میری زبان پر تو کر کے تردید الٰہ و رب کی
مدام اثبات ذات ہو میں خود اپنے اذن و لب کو دیکھا

غم جدائی میں آپ خوش تھا ملاپ اُلٹا ہوا یہ کیسا
ہوا جو فانی میں وصل جاناں ہوں واں نہ عیش و طرب کو دیکھا

ہوں آپ بینا و عرش و کرسی کہ شش جہت سے مجھی سے پیدا
ملا پتا مجھ کو لامکاں کا جو لینے دل کی طلب کو دیکھا

ہے کب جدا عکس شخص سے اک ذات مولیٰ ہیں خود بندے
ہوں خود مسمّیٰ ہوا یہ ظاہر جو اپنے اسم و لقب کو دیکھا

۳۱

جناب خواجہ معین الدین رح کے کمال اُلفت کا حال ہے یہ
جو کی ہے **عاشق** نے ترکِ دنیا یہیں نے خاص اس کے ڈھب کو دیکھا

۳۰

اَحدیت کا جو وحدت میں ارادہ نکلا
واحدیت ہی سے قدرت کا تماشا نکلا

بیخودی سے یہ عجب رنگ خودی کا نکلا
جو اُٹھا خواب سے زندہ وہی مردہ نکلا

شانِ واجب کا جو ممکن سے نمونہ نکلا
اپنی ہی ذات سے بیچوں صفت آرا نکلا

صُوَرِ علم سے خود برزخِ کبریٰ نکلا
صاف اجمال سے تفصیل کا نقشہ نکلا

کُنتُ کنزاً سے جو اُلفت کا نتیجہ نکلا
جانِ مجنوں ہی سے خود قالبِ لیلیٰ نکلا

ذات سے شخص ہی کی عکس مجلّیٰ نکلا
قرصِ خورشید کے رخسار سے ذرّہ نکلا

نورِ جبروت کا آئینہ مصفّا نکلا
اپنی صورت کا خدا آپ ہی بینا نکلا

جسم اللہ محمد کا سراپا نکلا
ہو کے بندہ میں نہاں آپ ہی مولا نکلا

اَحَدَ پاک کا محمود جو چہرہ نکلا
صورتِ احمدِ بے میم سے پردہ نکلا

نحنُ سے قُرب ہو اللہ کا معنیٰ نکلا
اپنی گردن سے بہر عرشِ معلّیٰ نکلا

نورِ اَحمد کا جو ظلمت سے اُجالا نکلا
اس تجلی ہی سے خود طور کا شعلہ نکلا

کون اَحمد کی حقیقت سے مبرّا نکلا
ہاں محمدؐ ہی سے خود عیسیٰؑ و موسیٰؑ نکلا

پنجتن سے جو بشر کا رخِ زیبا نکلا
صورتِ عین سے اِنسان کا دیدہ نکلا

فالِ توحید سے حق نام ہمارا نکلا
اِسم کا اپنے خدا آپ مسمیٰ نکلا

تخم سے نخل بنا شاخ سے پتّا نکلا
خود کلی پھول بنی پھول سے خوشا نکلا

گنبدِ چرخ پہ جب غیب سے سِدرہ نکلا
باغِ اعیان کا انسان ہی طُوبےٰ نکلا

جُرمِ آدم کے تعشق کا جو اِخفا نکلا
شکل گندم ہی سے خود مطلبِ حوّا نکلا

آب خود موج بنا موج ہی پھر بن کے حباب
چرخ کھاتا ہوا گردِاب سے دریا نکلا

یم توحید میں موجود ہے ساری کثرت
بوند ہے بحر میں اور بحر سے قطرہ نکلا

ملکُ الموت کہاں تھا جو ملی خاک اُسے
گنجِ مخفی سے خود انسان کا پتلا نکلا

مبدءِ حضرت آدم ہی کفِ دریا ہے
میم سے رحم کے نطفہ کا معمّار نکلا

حسن کے چوک میں آکر جو بنا ہے تجّار
اپنے بازار میں خود بیچنے سودا نکلا

لی جو دلّالۂ الفت نے متاعِ ہستی
دل کے بیوپار میں بھی عشق کا دھوکا نکلا

قابض وحی جو ہے وہ محیّ و ممیت ہے آپ ہی
چار عنصر کا عجب مظہرِ اسماء نکلا

تھے جو خیّاطِ ازل ہی میں یہ سب اسم صفات
خرقۂ جاں کا یداللہ سے سینا نکلا

لا سے گر کر جو بنے لات و مناتِ الا اللہ
عین بتخانہ میں اِسلام کا کعبہ نکلا

مندھ گئی آنکھ تو خود ہو گئی یہاں حالتِ خواب
چشمِ دلدار سے کیا عالم رویا نکلا

یہاں جو منہ بند ہے خود نطق ہے محوِ حیرت
بے زبانی سے میری نغمۂ ہُو یا نکلا

ذاتِ خاص اس کی ہی آلآنَ کما کانَ ہے
کم و بیشی سے میرا یار منزّہ نکلا

لا شریک ایک جو ہے ذاتِ مقدس ہم میں
مَنْ عُرِفَ ہی میں وہ فی نفسہٖ تنہا نکلا

۳۳	جس کے دیدار کی مدت سے ہوس تھی عاشق اس کی صورت ہی میں اجمیر کا خواجہؒ نکلا	۳۲

اللہ سے جدا کوئی بھی بندہ نہیں ہوتا
بے ذات صفت کا کبھی جلوہ نہیں ہوتا

خود صورتِ انسان ہے محمدؐ کی شباہت
یوں چار عناصر کا سراپا نہیں ہوتا

تو سین کا حلقہ ہے محمدؐ کا سرِ حرف
بے اس کے عیاں برزخ کبریٰ نہیں ہوتا

ہے تین نقط ہیں جو الف کا قد و قامت
مطلب سے جدا اس لیئے پاتا نہیں ہوتا

توحید کی تفسیر ذرا پڑھ کے تو سمجھو
بے لفظ و اضافات کے معنیٰ نہیں ہوتا

خورشیدِ سحر پردہ سے جب تک کہ نہ نکلے
مہتاب کے صورت پہ تجلّی نہیں ہوتا

عکس اپنا نظر کر تو ذرا آئینہ لے کر
بے شخص کے ظاہر کبھی سایہ نہیں ہوتا

خود موج و سمندر کی ہے اک اصل حقیقت
اکدم بھی جُدا بحر سے قطرہ نہیں ہوتا

بصورتِ اسمائے جلالی و جمالی
خود عاشق و معشوق کا چہرہ نہیں ہوتا

ناسوتِ میں دیکھ آکے ذرا تارِ نظر سے
پنبہ سے جدا جامہ و رشتہ نہیں ہوتا

جلوت میں بیاں کیا ہو کہ اسرار ہے مخفی
خلوت کا معمّا ہے ہویدا نہیں ہوتا

دکھلایا میرے پیر نے اکدم میں خدا کو
اِس رمز کا مرشد کوئی پیدا نہیں ہوتا

ہے خانہ جو تاریک میرا ملکِ عدم میں
ظلمت ہے سدا اُس میں اُجالا نہیں ہوتا

فرمائیں نکیرین سے اے اہلِ قبور آپ
یہ وصل کا مردہ کبھی زندہ نہیں ہوتا

یوں صُور سے آتی ہے سرافیل کی آواز
عشّاق کو محشر سے علاقہ نہیں ہوتا

ہے زیست کا آزار دھڑکتا ہے جو یہ دل
دم موت کا بھرتا ہے جو اچھا نہیں ہوتا

دارو سے قضا کی ہے یہہ تسکین کا طالب
کیوں اس کا معالج تو مسیحا نہیں ہوتا

جبتک نہ تری ذات میں ہو جاؤں فنا میں
ارمان صفت کا میری پورا نہیں ہوتا

میں فرش سے اُڑتا ہوں سرِ عرش پہ دم میں
پردے میں ہے ظاہر یہ تماشا نہیں ہوتا

ذات اپنی جدا ہے جو پرستش سے صفت کی
اس واسطے میں رہروِ بطحا نہیں ہوتا

کہتے ہیں جسے قلب وہ ہے راست ہمیشہ
الٹا ہے دل انسان کا سیدھا نہیں ہوتا

لے جاؤں تجھے خانۂ لاہوت میں کیوں کر
سربستہ عجب باب ہے یہہ وا نہیں ہوتا

کیا ذات کو پھر غیرِ صفت لطف ہو اُس جا
جس گھر میں کہ خود صاحبِ خانہ نہیں ہوتا

ہے شیخ و برہمن میں صنم اپنا جو داخل
فیصل کبھی اس وجہ یہہ جھگڑا نہیں ہوتا

ہم ذات خدا بن کے جو کہتے ہیں انا الحق
حل اپنا کسی سے یہہ معمّا نہیں ہوتا

تو جس کی پرستش میں ہے اے زاہدِ ناداں
اللہ جو تیرا ہے وہ میرا نہیں ہوتا

بدظن نہ کبھی اُن سے ہو اے اہلِ شریعت
جو مست ہیں اُن سے کہو کیا کیا نہیں ہوتا

دیوانوں کی باتوں کو ذرا غور سے سمجھو
مضمونِ طریقت کبھی بیجا نہیں ہوتا

واعظ کی نصیحت پہ عمل کچھ نہ کرو تم
جھوٹا سخن اس کا کبھی سچّا نہیں ہوتا

ہر اک کا سخن سُن کے تزلزل میں ہے عالم
ہم سا کوئی عرفان میں پکّا نہیں ہوتا

انسان وہ اِدھر کا نہ اُدھر کا ہے مقرر — اک شخص پہ جس کو کہ بھروسا نہیں ہوتا
بیصوت صدا ہے جو ترے کان میں ہردم — اے قلب تو کیوں طالب ہُوا نہیں ہوتا

۳۳
عاشق کا جو ہاتھ آپکے ہے ہاتھ میں خواجہؒ
مرشدِ کوئی اب دوسرا اس کا نہیں ہوتا
۷

بتکدہ میں خلق کے ہے میری صورت میں خدا — کعبئے پوجا میرا ہے میری مورت میں خدا
ذات میں نرگُن جو ہوں میں رام ہے میری صِفت — ہوسگن آپ اور ہے میری شباہت میں خدا
کُنتُ کنزاً مخفیاً کی رمز سمجھو کافرو — وہ صنم خود بن گیا ہے میری اُلفت میں خدا
عین اٹھا کر دیکھ لو رب کو عرب کے بھیس میں — اَحمدؐ بے میم ہے میری ولایت میں خدا
بات اُسکی سُن رہا ہوں جو کہ ہے شہرگ کے پاس — معنئ نَحنُ سے کب ہے میری قربت میں خدا
ہے ہوالاَول سے میری ذات کو ہر دم لگاؤ — ہاں تھیں مطلق کسی دم میری نسبت میں خدا

۳۴
خواجۂ اجمیرؒ اپنا جو شریعت میں ہے عبد
جان اے عاشق وہ ہے میری طریقت میں خدا
۲۲

کہتا ہوں میں جو لفظِ اَنا پھر کسی کو کیا — یہ بات ہو روا نہ رُوا پھر کسی کو کیا
ہیں خیر و شر صفات میرے ہی وجود کے — ظاہر ہوں خود بھلا کہ بُرا پھر کسی کو کیا
صد چاک ہو گیا ہے میرا قلب ظاہری — اس کو سیا سیا نہ سیا پھر کسی کو کیا
دل سے بھڑک رہی ہے میرے عشق کی جو آگ — اِس سے جگر جلا نہ جلا پھر کسی کو کیا
عاشق ہوں میں سدا مجھے رونے سے کام ہے — اکدم ہنسا ہنسا نہ ہنسا پھر کسی کو کیا
ہے اوجِ آفتاب سے بڑھ کر میرا عروج — سایہ میرا ڈھلا نہ ڈھلا پھر کسی کو کیا

نقطہ سے مَنْ عَرَفَ کے ہے ظاہر کلامِ حق
اِس کو پڑھا پڑھا نہ پڑھا پھر کسی کو کیا

یہ علمِ معرفت کا میرے نقشِ سنگ ہے
دل سے مٹا مٹا نہ مٹا پھر کسی کو کیا

کعبہ کو چھوڑ کر جو گیا بت کدہ کو میں
کافر بنا تو آپ بنا پھر کسی کو کیا

پی کر شراب وصل کی ہر دم جو مست ہوں
رندوں میں میں ملا تو ملا پھر کسی کو کیا

دنیا کو ترک کر کے میں دیوانہ ہو گیا
خود راہ پر چلا نہ چلا پھر کسی کو کیا

کب عاشقی میں مذہب و ملت سے ہے غرض
میں دین میں رہا نہ رہا پھر کسی کو کیا

خلوت نشین، ہوں رنگِ زمانہ کا دیکھ کر
گھر گھر پھرا پھرا نہ پھرا پھر کسی کو کیا

اے شیخ آپ کو ہو مبارک فریب و مکر
میں جال میں پھنسا نہ پھنسا پھر کسی کو کیا

سوتا رہوں گا بعد فنا کوئے یار میں
میں حشر میں اُٹھا نہ اُٹھا پھر کسی کو کیا

دیدارِ ذاتِ بحت کا ذہنِ رسا میرا
قائل ہوا ہوا نہ ہوا پھر کسی کو کیا

کیا کام ذکر و شغل سے ہے ہم ہیں خود پرست
ہے کسب اپنا سب سے جدا پھر کسی کو کیا

اہلِ مُعانقہ کے تصنّع کے دام میں
اک میں گُٹھا گُٹھا نہ گُٹھا پھر کسی کو کیا

آزاد ہوں فقیر منش مرتبہ میرا
ہو پست یا بلند بھلا پھر کسی کو کیا

بے اصل گفتگو سے اُلجھتا ہے دل میرا
بیجا سخن سُنا نہ سُنا پھر کسی کو کیا

سنتا ہے واعظوں کی عبث گفتگو جو دل
اُس پر عمل کیا نہ کیا پھر کسی کو کیا

۳۰
کیوں پوچھتے ہو عاشقِ خواجہ معینؒ سے بھید
اس نے کہا کہا نہ کہا پھر کسی کو کیا
۲۵

مظہر بیچوں جو خدا ہو گیا
آپ ہی ربّ عبد نما ہو گیا

ذات سمائی ہے میانِ صفات
عشق میرا نشو و نما ہو گیا

برزخ کبریٰ ہے جو شکلِ صنم
سجدۂ بت مجھ پہ روا ہو گیا

سنتا ہوں ناقوس سے بانگِ صنم
دیر جو تھا کعبہ میرا ہو گیا

خُلد میں حوّا کی محبت سے میں
مرتکبِ جرم و خطا ہو گیا

دانۂ گندم کا معمّا ہے اور
مفت بھلا نام برا ہو گیا

زنگ دوئی اُڑ کے مرے قلب کا
صیقلِ وحدت کا جِلا ہو گیا

عکس خود آتا ہے نظر بن کے شخص
آئینہ سینہ کا صفا ہو گیا

رَمز میں وحدت کی ہوا ہوں جو گم
عقدۂ توحید بھی وا ہو گیا

ایک نہ دو میں ہے میرا کچھ شمار
رنگ میرا سب سے جدا ہو گیا

نقطۂ وحدت کے پرے ہو کے میں
قیدِ تعین سے رہا ہو گیا

سینہ میرا مکتبِ عرفان ہے خود
عِلم جہان دل سے ہوا ہو گیا

درسِ معارف سے مجھے ہے فراغ
مَنْ عَرَفَ استاد میرا ہو گیا

تکیہ میرا فرشِ زمین پر جو ہے
اپنا جہان عیش سرا ہو گیا

سر پہ جو ہر ایک کے میرا ہے بوجھ
عرش میرا زیر سما ہو گیا

کام بہت جس کا سمجھتا تھا میں
اس کا مجھے شوق ذرا ہو گیا

کر لیا ایک آن میں وہ کاروبار
سب میرے ذمّے سے ادا ہو گیا

کسب میرا ہے جو فنائے صفات
آپ ہی سامانِ قضا ہو گیا

موت کی حالت ہے میری زندگی
ہو کے عدم آپ بقا ہو گیا

چشم حباب اپنی ہے خود عینِ ذات
بحر میں مل کر میں فنا ہو گیا

دفعتًا اب خلوتِ جاناں تلک
ذہن میرا آپ رسا ہو گیا

عقل گئی پا کے طلسمِ صنم
وصل ہی خود ہوش رُبا ہو گیا

غیبِ ہویّت میں ہے میری زباں
کیا کہوں میں تم سے کہ کیا ہو گیا

حق کی قسم دو مجھے سولی کہ میں
کاشفِ اسرارِ اَنا ہو گیا

۳۶

خواجہ اجمیریؒ کا عاشق ہوں میں
ترکِ جہاں کر کے گدا ہو گیا

۱۵

آتی ہے بوئے یار جو اس گل بدن میں اب
بلبل کو بھی تلاش ہے اس کی چمن میں اب

خلوت نصیب ہم کو ہوئی انجمن میں اب
رہتا ہے خود سفر ہمیں اپنے وطن میں اب

جوشِ جنون جو اندنوں حد سے گذر چکا
رہنا ہمارا خوب ہے دیوانہ پن میں اب

پھولے ہیں دم کا جلوہ جو پایا ہے جسم میں
عشّاق سب سماتے نہیں پیرہن میں اب

سرِ خفئ یار جو پہنچا قریبِ لب
ہم نے کیا ہے قید زباں کو دہن میں اب

اے یار کچھ شناوری اپنی نہ آئی کام
ڈوبا ہے اپنا دل تری چاہِ ذقن میں اب

ہے لامکاں کی سیرِ سے تفریح یار کو
کب صوفیوں رہیگا وہ بیت الحزن میں اب

ہے مرغِ روح کو میرے پرواز کا خیال
ہرگز وہ رہنے کا نہیں پھر اپنے تن میں اب

میں ہو گیا ہوں عشق کے ہاتھوں سے خود شہید
ہرگز نہ رکھئے لاش کو میری کفن میں اب

جو دیر میں بسا ہے وہی ہے حرم میں خود
اسلامیوں میں جو ہے وہ ہے برہمن میں اب

آ شیخ راستی پہ ذرا جلد اُٹھا قدم
کچھ کجروی نہیں ہے ہمارے چلن میں اب

اک جرعہ نے ہی ہوش کو بیہوش کر دیا ❊ ہے نشہ کس طرح کا شرابِ کہن میں اب
رندانِ دہر آتے ہیں سُن سُن کے دور سے ❊ ہم نے بنایا میکدہ ملکِ دکن میں اب
پہچانتے ہیں ہم کو جو ہیں صاحبانِ راز ❊ ممتاز ہو گئے ہیں جو ہم اپنے فن میں اب

۲۷	خواجہ معین دینؒ سے جو عاشق ہے فیض یاب پاتا ہے نطقِ عشق وہ اپنے سخن میں اب	۱۱

دل کو عشاق کے ہوتا ہے کب آرام نصیب ❊ آہ و زاری کا ہے دن رات انہیں کام نصیب
جب تعشق یہ ہمارا ہوا معشوق پسند ❊ زرد روئی کا ہوا خوب یہہ انعام نصیب
دام میں حرص و ہوا کے جو نہ پھنستا آدم ❊ کس لئے ہوتا یہ پھر اپنے کو بدنام نصیب
یہ سمجھتے تو نہ ہوتے ترے دیوانے ہم ❊ بدسلوکی سے خود اپنی ہوئے دشنام نصیب
بوئے توحید سے ہر لحظہ معطر ہے دماغ ❊ باغِ وحدت میں ہوا ہم کو جو گلفام نصیب
دانۂ خال ہے اُس زلف کے حلقہ سے عیاں ❊ طائرِ دل کو میرے ہوگا وہی دام نصیب
بیٹھے ہیں عاشق و معشوق بہم خلوت میں ❊ قاصد اب ہووے کہاں سے تجھے پیغام نصیب
مئے وحدت نہیں کم ظرف کو ملتی ساقی ❊ ظرفِ عالی جو رکھے اُس کو ہو وہ جام نصیب
رندِ مشرب کو نہیں مذہب و ملت سے غرض ❊ زاہد و شیخ جو ہیں اُن کو ہے اسلام نصیب
لامکانی سے کیا ہم نے سب اسباب خراب ❊ پھر کہاں ہوگا ہمیں ایسا سرانجام نصیب

۳۸	جستجو کی جو بہت اس لئے اے خواجہ چشتؒ عاشق زار کو ہیں آپ کے اقدام نصیب	۱۲

آنکھ میں عُشاق کی غفلت سے جب آتا ہے خواب ❊ دیکھتے ہی دیدۂ گریاں کو پھر جاتا ہے خواب

صورت اللہ جب بنتی ہیں مژگان رات کو
پاسبانِ چشم ایسا دیکھ ڈر جاتا ہے خواب

ہے شبِ قدر آج کی شب تو جو اپنے پاس ہے
عین خلوت میں کہاں آئیگا شرماتا ہے خواب

ہے عدم کی استراحت کا تصور جو اُسے
ہر گھڑی خلوت میں آکر مجھ کو بہلاتا ہے خواب

دن سے رہتا ہے طلسم یار کا مجھ کو خیال
رات بھر اس کا تماشا آپ بتلاتا ہے خواب

عالم رویا کو پاتا ہوں نمونہ موت کا
جیتے جی مجھ کو عدم کا بھید دکھلاتا ہے خواب

نیند کب آتی ہے مجھ کو جب سے ہے بیدار دل
آنکھ کی چوکھٹ پہ کیوں آ سر کو ٹکراتا ہے خواب

انتظارِ یار میں وا رہتی ہیں آنکھیں میری
شکل میں دلبر کی ہر دم سامنے آتا ہے خواب

نیند کے آنے سے میری کیوں نہ ہو مخمور آنکھ
ساغرِ بیہوشی اپنے ہاتھ میں لاتا ہے خواب

رات کے رویا میں جب زلفِ صنم آئی نظر
ڈر ہے مجھ کو دام میں کس کے یہ پھنسواتا ہے خواب

دیدۂ بیدار کی تیر نظر کو دیکھ کر
رُوبرو آنے کو میرے آہ چلاتا ہے خواب

دیکھو ہر شئے میں تجلی یار کی ہے جلوہ گر
عالمِ غفلت میں بھی اس نور کو پاتا ہے خواب

٣٩	خواجہ چشتیؒ سے رہتا ہے جو شب کو رابطہ آنکھ سے عاشق تمہاری صاف اڑ جاتا ہے خواب	٢٠

بیچون و بیچگوں نہ جو دل میں نہاں ہے اب
خود جانِ جان وجود سے میرے عیاں ہے اب

ہستی شش جہت پہ جو اک ذات ہے محیط
اس کی صفاتِ خاص میں سارا جہاں ہے اب

رام اپنے عشق کا جو دلا رام ہو گیا
اس بتکدہ میں خلق کے جلوہ کناں ہے اب

کس بیگلو کی صوت سمائی ہے اس قدر
ناقوس کی زبان پر شور و فغاں ہے اب

وحدت کے بحر سے جو اٹھا ہے یہ بلبلہ
خود آب صاف بن کے کھڑا آسمان ہے اب

ہوں ہر نفس جو ہستی موہوم میں فنا	دکھلاؤں پھر کہاں میرا نام ونشان ہے اب
ہوں عرش کے پرے جو تعرج سے ذات کے	قصرِ معلق اپنا سدا لامکاں ہے اب
جبرئیل کی زبانی یہ کہتے ہیں ہم سخن	کب وحی کے خلاف ہمارا بیاں ہے اب
حق سرّہٗ کے نطق سے قمری بنا ہوں میں	بالائے سدرہ خاص میرا آشیاں ہے اب
ہوں ہیں صنم فروش جو بازارِ عشق میں	آذر سے بھی دوچند یہ میری دکاں ہے اب
دیندار و بت پرست خریدار ہیں جو آج	ارزاں ہے اپنی جنس نہ مطلق گراں ہے اب
ترسا ہوں میں نہ گبر نہ ہندو ہوں میں نہ شیخ	سمجھے جو مجھ کو ان سے وہ خود بدگماں ہے اب
آدم کی ذات میں نہ مجھے کیجیئے شریک	انسان کے سوائے میرا خانماں ہے اب
ہوں ذات بحت خاص نہ بندہ نہ حق ہوں میں	ساتھ اپنے عرش و فرش نہ یہاں ہے نہ وہاں ہے اب
میرے وجود غیب کو گم ہو کے دیکھ لو	پہلے کدھر تھا کیا تھا بھلا اور کہاں ہے اب
تنزیہ کے نزول میں تشبیہ آ گئی	دیکھو تو شخص عکس ہی کے درمیاں ہے اب
خورشید و ذرہ قطرہ و دریا جدا ہے کب	ہر شئے میں بس محیط وہی جاوداں ہے اب
بیخ و درخت و غنچہ و گل باہم ایک ہیں	پوشیدہ صاف تخم ہی میں بوستاں ہے اب
سولی چڑھیں گے ہم بھی انا الحق پکار کر	منصور سی ہماری بھی گویا زباں ہے اب

۴۰	خواجہ معینؒ دین کے جو عاشق بنے ہیں ہم دفتر ہی معرفت کا ہماری لساں ہے اب	۱۷

پیر کامل سے جو میں جا کے ملا آپ سے آپ	تین باتوں میں کھلا حال میرا آپ سے آپ
جب سے سیماب ہو اللہ چڑھا ہے اس پر	ہو گیا آئینہ قلب صفا آپ سے آپ

نطق سے یار کی سنتے ہی اک آوازِ الست
نغمۂ دل نے کہا صاف بلیٰ آپ سے آپ

جال پھیلا کے عبث حرص و ہوا کا ایجان
دام میں عشق و محبت کے پھنسا آپ سے آپ

گنجِ مخفی سے عبث تجھ کو نکالا کس نے
آ گرا انسان کے دل میں جو بسا آپ سے آپ

نطق دلبر کا سدا ہیاں نبدھا رہتا ہے
آ رہی ہے میرے کانوں میں صدا آپ سے آپ

ذاتِ مطلق میں سمائی ہے ہماری ہستی
دل سے آتی ہے انا الحق کی ندا آپ سے آپ

چھوڑ کر کعبہ سوئے دیر تو چل اے زاہد
بتکدہ میں نظر آتا ہے خدا آپ سے آپ

یار رہتا ہے شب و روز ترے پہلو میں
اُس سے ہر وقت تو ہوتا ہے جدا آپ سے آپ

باغِ سینہ میں شگفتہ ہے مرا غنچۂ دل
دہنِ میم سے آتی ہے ہوا آپ سے آپ

خواہش یار سے ہوتے ہیں گنہ سب صادر
ہم سے اک بھی نہیں ہوتی ہے خطا آپ سے آپ

روشنی شمع کی جاتی ہے کہاں کیجئے غور
اپنی محفل کا چراغ اب جو بجھا آپ سے آپ

شعلہ جس شکل سے بتّی میں عدم ہوتا ہے
اُس طرح جسم میں دم ہوگا فنا آپ سے آپ

کب ہے مقدور فرشتے کا مری کھینچ لے روح
ایک دن جاؤں گا میں کر کے قضا آپ سے آپ

عیدِ قربان میرے ہر دم میں نظر آتی ہے
عشق میں تیرے جو ہوتا ہوں فدا آپ سے آپ

مستیٔ عشق میں آئے ہیں عدم سے عُریاں
اپنی جاتی رہی یہاں شرم و حیا آپ سے آپ

١٤١	عاشقِ زار ترا تارکِ دنیا ہو کر اے شہ چشتؒ بنا دل سے گدا آپ سے آپ	١٣

جس طرح ہے ہم کو حاصل دُرِ مکنوں کا ملاپ
اس طرح ہم سے ہے اے دل رشتہ بیچوں کا ملاپ

آ گئی تنزیہہ سے جب گلشنِ تشبیہہ میں
ہو گیا ہم سے تمہارے روئے گلگوں کا ملاپ

عشق سے آکر گھٹا ہر دم برستی ہے جو یہاں
ہے زمین کے ساتھ اچھا پیر گردوں کا ملاپ

کُل شیٔ یرجع اب پڑھ کے اٹھتی ہے جو موج
ہو رہا ہے بحر سے خوابِ حبجوں کا ملاپ

ذاتِ مطلق کی ہوئیں ہیں جلوہ گر دو صورتیں
ہو گیا ہے اس طرح لیلیٰ سے مجنوں کا ملاپ

جادوئے لا سے خدائی کو فنا کرتے ہیں ہم
ساحروں سے کب ہوا ایسے سحرِ افسوں کا ملاپ

پلّہ میزان بنے ہیں گوش اپنے ان دِنوں
ہے ہمارے سامعہ سے شعرِ موزوں کا ملاپ

ہر نفس آوازِ باطن پر تصور ہے میرا
ہے یہ کس پردہ نشین کے عشقِ افزوں کا ملاپ

نحنُ اقرب کا ہوا ہے عقدۂ مشکل جو حل
ہو گیا ہے خوب ہم سے یارِ مقروں کا ملاپ

نور پاتے ہیں جو اپنے چہرۂ گلرنگ میں
ہے رگِ جاں سے ہماری گردشِ خوں کا ملاپ

یہہ کلامِ کفر ستگر رہ تو اے زاہد خموش
معنیٔ قرآن سے ہے اپنے مضموں کا ملاپ

ذات میں دلدار کی ہر وقت ہوتے ہیں فنا
یار سے ہر دم ہمارا ہے دگرگوں کا ملاپ

۱۷	خواجہ چشتیؒ سے رکھتا تھا جو اُمیدِ وصال اُن سے ہے اب عاشقِ مجنون و مفتوں کا ملاپ	۴۲

دیکھو تو لامکان سے آئے کدھر ہیں آپ
حرص و ہوا سے کس لئے اب دربدر ہیں آپ

احمد جو بن کے آئے ہیں اے حضرتِ احد
ہم جانتے ہیں خوب کہ پیغامبر ہیں آپ

تشریف خود جو لائے ہیں دربارِ عشق میں
ملبوسِ پُر صفات کے بستہ کمر ہیں آپ

پیدا ہوئے جو برزخِ کبریٰ کی شکل میں
ہجدہ ہزار خلق میں خیر البشر ہیں آپ

پردہ میں غیریت کے رکھی ہے جو علینت
صاف اپنی مردمک ہی کے نور البصر میں آپ

یوسف کے بھیس میں جو نظر آ گئے ہمیں
اپنے جمال و حسن ہی کے عشوہ گر ہیں آپ

خورشید جو بنے ہیں تجلی سے ذات کی
توحید کے فلک سے منوّر قمر ہیں آپ

پھولے پھلے حدیقہ بیجوں کے ہیں جو نخل
خود باعیان وصورتِ شاخ وثمر ہیں آپ

دیدار کی ہوس میں جدا ہیں جو وصل سے
موسیٰ کی طرح اپنے سے بے بس خبر ہیں آپ

دِل کو دکھا رہے ہیں تجلی ہر اک نفس
اپنے ہی صاف سینہ کے طورِ جگر ہیں آپ

نابینا بن کے دیکھئے چشمانِ دل سے صاف
ظلمت کی مطلق آنکھ کے عینِ نظر ہیں آپ

نیساں کا قطرہ منہ میں لیئے کہتی ہے صدف
دریا کو جو سمیٹے ہیں آبِ گہر ہیں آپ

کب غیر کا وجود ہے بن جائے میری شکل
اپنی صِفت میں ذات ہی سے جلوہ گر ہیں آپ

سنگ سیہ میں کر کے ظہور اے میرے صنم
کعبے کے بت جو بن گئے شکلِ حجر ہیں آپ

ارض وسما کا ظلّ سے تمہارا جو ہے ظہور
ہر شکل میں معلق وزیر و زبر ہیں آپ

جلوہ ہے ایک ہی ذات کا لاکھوں صفات میں
ہادی میں ہیں جو خیر مُذّل میں شر بھی ہیں آپ

۴۳	عاشق معین دینؒ کے ہوئے ہیں جو ذات سے ارشاد چشتیہ کے سدا راہبر ہیں آپ	۹

ہے پیشانی پہ قرآن کی جو بسم اللہ کی صورت
نہاں ہے میم کی گھونگھٹ میں وہ اللہ کی صورت

ہمارے دل کے آئینہ پہ ہے تحریر الا اللہ
نظر میں صاف آتی ہے رسول اللہ کی صورت

تماشا گنجِ مخفی کا جو در پردہ نظر میں ہے
نبی ہے مَردمکُ اپنی صفی اللہ کی صورت

ہمارے صاف سینہ میں ہے جب سے نورِ حق پیدا
عیاں طورِ جگر سے ہے کلیم اللہ کی صورت

طوافِ کعبۂ دل کے لیئے اے ہمدمو ہر دم
حرم سے باہر آتی ہے خلیل اللہ کی صورت

ہمارے جسم خاکی میں اب اعجازِ مسیحا سے
بسی ہے کس طرح سے آکے روحُ اللہ کی صورت

صدا اللہ اکبر کی جو میں سُنتا ہوں ہر لحظہ
میری آنکھوں میں پھرتی ہے ذبیح اللہ کی صورت

حقیقت ہے جو طوفان کی میرے پیش نظر ہر دم
دکھائی مجھ کو دیتی ہے نجی اللہ کی صورت

۴۴	نہ کر کچھ خوف اے عاشق تجھے خواجہ معین الدینؒ دکھا دیں گے دم آخر ولی اللہ کی صورت	۹

کافرے بر کفر و در اسلام خود دیندار نیست
جانِ من عُشّاق را از ہیچ مذہب کار نیست

از شراب کُنتُ کنزاً ساقیا ساغر بیار
در خراباتِ محبت لطف بے دلدار نیست

بے صفات و ذات حق مطلق ندارم اصل خود
صاف میگویم انا الحق ہیچ خوف از دار نیست

عاشق و معشوق را صورت یکے در خلوت است
روئے خویش اے چشمِ وحدت لایق دیدار نیست

بیخود و سر مست تو ہوش و حواس عقل برد
کیست آں دیوانہ ات بر کارِ خود ہشیار نیست

ہیچکس اِمکان ندارد از عدم آر دفشان
لامکانم بر سرِ بام و در و دیوار نیست

در بقا دیدم تُرا گشتم فنا پیش از فنا
در صدائے زندگی جز تو کسے اے یار نیست

در حرم بہرِ پرستش دیدہ ام لات و منات
کافرِ عشقم مرا از بتکدہ انکار نیست

۴۵	اے معین الدین چشتی عاشق خود را نگر ہمچناں اکنون بدوران صاحب گفتار نیست	۱۱

شیخ از تسبیح مست و ہندو از زنار مست
من مدام از بادہ ہائے الفت دلدار مست

از تماشائے چمن شُد دیدۂ بیدار مست
شد ز دیدار مسیحا نرگسِ بیمار مست

عندلیبِ جان شدہ از نکہتِ گلزار مست
میشود از بوئے گل ہر برگ و نوکِ خار مست

حضرتِ موسیٰ شُد ند از رویتِ انوار مست
من شدم از انکشافِ حالتِ اسرار مست

گشت از اعجازِ زلفت نافۂ مشکِ ختن
از شمیم گیسویت شُد طبلۂ عطار مست

من شرابِ عشق خوردم مستئ من دائمیست
ساقیا از بادہ ات تاکے شود میخوار مست

تیغ الفت رامدہ در قبضۂ پر اضطراب
بہر قتلِ عاشقان باشد دلِ خونخوار مست

نغمۂ سرمد شنید ستم ازین گفتارِ نے
من نہ مستم بلکہ ہر یک می شود ہشیار مست

در نماز زاہدا حاصل شود کئے بیخودی
ہر زمان باشد دلم از کیف وصلِ یار مست

یارِ ما بانگ انا الحق زد ز جوشِ عشقِ خود
صورتِ منصور گشت و آمدہ بردار مست

۴۶

عاشق این اعجاز حضرت خواجۂ چشتیؒ ماست
مے شود پیر طریقت خود ازین گفتار مست

۱۴

بندے کو جو حاصل ہوئی مولا کی زیارت
قسمت میں تھی اجمیر کے خواجہؒ کی زیارت

اجمیر گئے جب تو گئے کعبہ کی جانب
اب ہم سے ہوئی یثرب و بطحا کی زیارت

ہم روضۂ خواجہؒ کے مطوف جو بنے ہیں
تقدیر میں تھی قبلہ و کعبہ کی زیارت

آئے ہیں تمنائے دلی سے جو ہم اجمیر
منظور تھی صرف اپنے ہی بابا کی زیارت

معراج سے کچھ کم نہیں اجمیر کا جانا
حاصل ہوئی وہاں رب تعالیٰ کی زیارت

ہاں قیصر و فغفور جبیں ملتے ہیں اس جا
ایسی ہے ہمارے شہ والا کی زیارت

اس روضۂ اقدس کے نظر آئے جو اشجار
گویا کہ ہوئی سدرہ و طوبےٰ کی زیارت

اس گنبد خواجہؒ کے جو حامل ہیں فرشتے
کرتے ہیں ہمیشہ میرے آقا کی زیارت

جبریل جو یہاں اترے ہیں گنبد سے فلک کے
منظور ہے اس درگہہ اعلیٰ کی زیارت

آئیگی نظر موت میں بھی زندگی تم کو
ہاں کر لو ذرا اپنے مسیحا کی زیارت

عقبیٰ کا ذخیرہ نہ ہو کیوں مرقدِ خواجہ ہے اور یہی اس قبرِ معلّےٰ کی زیارت

ہم لے کے برات آئے چھٹی کو جو رجب کی ہم کو شبِ صندل ہوئی دولا کی زیارت

ہیں پیر جو قطب اور نظام اور نصیر آج دہلی میں ہوئی ہم سے ہر اک جا کی زیارت

۴۷

یوں روضۂ خواجہ سے صدا آتی ہے ہر دم
مقبول ہوئی عاشقِ شیدا کی زیارت

۱۷

کیا ہوئے ہیں ہم فقط اس بُت کو پاکر لوٹ پوٹ دیکھ کر اپنے صنم کو ہوگا ہر ہر لوٹ پوٹ

سینۂ سوزاں میں جو بھڑکی ہے آتش عشق کی جل رہا ہے رات دن دل ہوکے مضطر لوٹ پوٹ

کھل گیا تشدید کے دنداں سے عقدہ جزم کا ہوگئی مد نظر اپنی جو ہم پر لوٹ پوٹ

دیکھ کر روئے صنم پر نکتۂ وحدت کا خال برج سے توحید کے نکلا ہے اختر لوٹ پوٹ

سر جھکا آپ ہی جب اپنا یار کی تسلیم کو گر پڑی قدموں پہ خود تیغِ ستمگر لوٹ پوٹ

دیر کی خواہش میں جب آزر بنے اپنا نگار کیوں نہ پھر ہوئے مورت اپنی پتھر لوٹ پوٹ

زنگ میں جو تھا ہوا صیقل سے وہ جوہر عیاں کاٹ پر اپنی ہوا ہے آب خنجر لوٹ پوٹ

غنچۂ دل کھل کے سینے میں جو ہے ہُو کی مہک ہوتی ہے ہر دم میری روح مُطہر لوٹ پوٹ

صورت واللیل بن جاتی ہے آپ ہی رات کو احمد بے میم کی زلفِ معنبر لوٹ پوٹ

قطرہ و موج و حباب و آب بن جاتا ہے آپ ذات میں اپنی خود ہی ہوکر سمندر لوٹ پوٹ

غیر کو معلوم ہو کیوں کر حقیقت وصل کی اے صنم ہوتے ہیں ہم خلوت کے اندر لوٹ پوٹ

ہے شرابِ وحدت اپنی کہنہ دو آتشی ہوگئے ہیں کیا ہمیں اک اس کو پی کر لوٹ پوٹ

مست ہے ساقی جو پھینکا جامِ شیشہ بزم میں ٹوٹ کر ہونے لگے مینا و ساغر لوٹ پوٹ

قطرۂ نیساں میں جب دریا سمایا عشق سے
بن گیا درِ ج صدف میں صاف گوہر لوٹ پوٹ

مادّہ پایا ہے اپنا جب لہو میں یار کے
پی رہی ہے خون اپنا جونک ہو کر لوٹ پوٹ

ہم جو بیٹھے ہیں بچھا کر آج فرشِ بوریا
بیر پائی پر ہماری خود ہے بستر لوٹ پوٹ

۴۸	عاشق خواجہ معین الدینؒ کا ایسا ہے سخن سن کر اُس کو ہوتے ہیں سارے سخنور لوٹ پوٹ	۲۱

ملکِ عدم سے جب ترا آنا ہوا عبث
دو دن کی زندگی پہ نہ دل کو لگا عبث

ملتا نہیں ہے جب کہیں نام و نشان میرا
اے یار اپنا پاتا ہوں نشو و نما عبث

حرص و ہوا کا دام بچھاتا نہ عشقِ یار
آدم کے ساتھ ہوتے نہ ہم مبتلا عبث

اچھا ہوں یا برا ہوں جو کچھ ہوں سو ہوں غرض
کرتے ہو ہمسر مو میرا ہر دم گلا عبث

جب دیکھتا ہوں خود کو تو آتا ہے تو نظر
کیوں کر میں سمجھوں اپنے کو کہنا خدا عبث

بے پردگی ہے تجھ سے مجھے غیریت نہیں
آ شوخ روبرو تو میرے کیوں چھپا عبث

جو کچھ کہ ہیں سو آپ ہی سمجھ لیجئے آپ کو
ہرگز نہ جانو دوستو میرا کہا عبث

معنیٰ خدا کی صاحبِ عرفاں سے پوچھ لے
خود آ تو سیدھی رہ پہ نہ پھر جا بجا عبث

حاصل ہے دلربا سے تجھے وصلِ مطلق آج
تو ہو رہا ہے یار سے آپ ہی جدا عبث

بینائی دونوں آنکھوں کی رکھتی ہے اک نگاہ
ہے اک نظر تری تو دوئی میں پڑا عبث

تھا بتکدہ سے تجھ کو اگر شوق اے صنم
کعبے میں دل کے کس لئے پھر آ بسا عبث

جب دیکھتا ہوں خود کو تو پاتا ہوں اپنا عکس
کیوں روبرو دھرا ہے میرے آئینا عبث

شعلے نکل رہے ہیں جگر کو لگی ہے آگ
اے سوزِ عشق پھر نہ میرا دل جلا عبث

کس طرح سرنوشت کو میری پڑھے کوئی
خود آپ دیکھتا ہوں میں اپنا لکھا عبث

لے خونِ دل ہمارا اگر شوق ہے تجھے
کیوں مل رہا ہے ہاتھ پہ رنگِ حنا عبث

تو چاہتا جو یار کو دکھلاتا کوئی رند
اے شیخ دربدر تو بھلا کیوں پھرا عبث

بنیادِ لامکاں کو میں پاتا ہوں مستقل
پھر کس لیئے کھڑے ہیں یہ ارض و سما عبث

خود سن چکا ہے کعبہ میں ملتا نہیں خدا
بطحی کو کس کے واسطے زاہد چلا عبث

جب تو ہی مدعا ہوا اور تو ہی مستجیب
زاہد اُٹھا نہ ہاتھ کو بہرِ دعا عبث

خود صورتِ بقا ہوں فنا ہو کے یار میں
آتی ہے میرے سامنے پھر کیوں قضا عبث

۴۹	عاشق معین رح دین کا ہے خود معصیت سے پاک اس پر لگا نہ یار تو جرمِ خطا عبث	۲۱

آیا احمد جو نظر صورتِ رحمان میں آج
مل گیا یار میرا حضرتِ انسان میں آج

میم کا ٹپکا کمر پہ جو احد کے پایا
نکتہ اک ہاتھ لگا اپنے یہ عرفان میں آج

مہ رجب کا ہو نہ کیوں مصحفِ رخسار ترا
خط کے ہیں زیر و زبر صفحۂ قرآن میں آج

باغ میں بیٹھا تھا کل آ کے جو اپنا گل رو
بلبلو اس کی ہے بو سبزۂ و ریحان میں آج

وصلِ دلدار میں کل شب کو مزے جو لوٹے
باقی اب کچھ نہ رہا حسرت و ارمان میں آج

نالہ کرتی ہے بہت عشق میں گل کے بلبل
اس لیئے شور ہے ہا ہو کا گلستان میں آج

صورتِ ماہ میں کل رات کو نکلا وہ صنم
آ گیا صبحِ نظر مہرِ درخشاں میں آج

رازِ خلوت کہوں کیا وصل سے میں بیخود ہوں
تابِ اظہار نہیں ہے دلِ نالاں میں آج

مرضِ عشق کو داروئے فنا ہے درکار
ذکر کر کچھ نہ مسیحا میرے درماں میں آج

ناخدا جان بچا ہے یم توحید کو جوش
آگیا آج جہاز اپنا ہے طوفان میں آج

جل گیا طورِ جگر کل جو تجلیٰ دیکھی
ہے طپش دل کو مرے سینۂ سوزاں میں آج

خیر و شر کل ہیں ترے کل پہ نہ رکھ ان کا حساب
تول کر دیکھ عمل اپنے تو میزان میں آج

جامۂ عور کے وحشت سے ہیں ٹکڑے ٹکڑے
تکمہ اک دل کا ہے سینے کے گریباں میں آج

گوشت اپنا جو تیری فکر میں کھاتا ہوں میں یار
ذائقہ اس کا ہے کب نعمت الوان میں آج

لامکاں آپ ہوں میں کیوں رکھوں اسباب جہاں
تفرقہ پاتا ہوں خود زیست کے ساماں میں آج

دیر میں بت جو بنا ہے وہ ہے کعبہ میں صنم
برہمن میں تھا جو کل ہے وہ مسلماں میں آج

کل جو پوچھا تو دکھایا نہ مجھے زاہد نے
یار آتا ہے نظر مجلسِ رنداں میں آج

خون دل آنکھ میں آکر جو بنا آبِ حیات
موج زن بحر ہوا دیدۂ گریاں میں آج

عمر بھی ہو چکی اب قید بھی اتمام ہوئی
مجھ کو اے یار نہ رکھ ہستی کی زنداں میں آج

فقر کے تاج کو زیبا ہے سرِ پر خاکی
اس کی عظمت ہے کہاں تختِ سلیماں میں آج

۲۳	خواجۂ چشت کا ادنیٰ جو گدا ہے عاشق اس کا رتبہ ہے کہاں قیصر و سلطاں میں آج	۵۰

اے بے نشان تو اپنے عدم کو مدام سوچ
ہرگز نہیں وجود کو تیرے قیام سوچ

یہ جسم عشق کا ہے تو کیا پوچھتا ہے اسم
ہے کون اس کا اصل ذرا اس کا نام سوچ

ہے عبد و رب کی شکل میں خود یار جلوہ گر
صاحب ہے کون کس کو کہے گا غلام سوچ

مستی و بیخودی میں مزے کس طرح کے ہیں
پی کے شراب عشق کے اب اک دو جام سوچ

لاکی لگام تھام معلق ہے خود سوار
مرکب بنا ہے کس کا تو لے خوش خرام سوچ

اے بت پرست عشق دعقیدہ ترا ہے صاف — کس واسطے ہوا صنم اپنا ہے رام سوچ
کعبے میں گر خدا نہیں ملتا ہے تجھ کو شیخ — پھر قصد کیوں ہے جانب بیت الحرام سوچ
بیچون لم یزل کو تو مطلق نہیں زبان — پھر مصحف شریف ہے کس کا کلام سوچ
احمدؐ کے زلف ورخ کا اگر مبتلا ہے تو — واللیل ووالضحیٰ میں ہے کیا صبح وشام سوچ
خلد بریں کے قید سے اے مطلق اب نہ ڈر — خود لامکان کا نام ہے دارالسلام سوچ
پیغامبر بنے ہیں جواب اپنے آپ ہم — کب اپنے درمیان ہیں سلام وپیام سوچ
رہنا ہی گر عروج پہ تجھ کو ضرور ہے — آواز باطنی پہ ہے لازم دوام سوچ
کر سکتے ہیں صفات کو اپنے میں خود فنا — کیا چاہیئے وصال میں پھر انتظام سوچ
ہے یار سے جو آنکھ لڑانا تجھے ضرور — ہوکر سرا مین بند نظر کر کے بام سوچ
کثرت کو پا رہا ہے جو وحدت میں آج تو — کیا خوب ہوگیا ہے ترا التزام سوچ
طے کرکے منزلیں جو وری الوریٰ گیا — اے سالک اب کہاں ہے وہ تیرا مقام سوچ
خود پختگی میں علم کی مخفی ہے کنہ ذات — پہنچے گی تیری واہاں پہ کہاں فکر خام سوچ
جاتا ہے اک جہاں سے تو آتا ہے دوسرا — کب ہوگا عشق یار کا یہاں اختتام سوچ
اے زاہد آج ہے جو تو پابند شرع کا — جھکجھک کے کر رہا ہے یہ کس کو سلام سوچ
ناکام ہوگا کام جہاں پر نہ رکھ خیال — جس کام کے لیئے تو بنا ہے وہ کام سوچ
ساری خدائی کرتی علیؑ کی ہے اقتدا — عالم کا رہنما ہے ہمارا امام سوچ
اے حق طلب نہیں ہے یہ بیجا مرا سخن — تیرا ہے اس کلام میں مطلب تمام سوچ

۵۱	عاشق ہوئے ہیں خواجہ چشتیؒ کے اب جو ہم طالب ہمارے اس لیئے ہیں خاص وعام سوچ	19

میں ہو گیا ہوں عشق کا بیمار بے طرح
کیا ہو سکے علاج ہے آزار بے طرح

جو دہل گیا مزاج میرے چارہ ساز کا
پائی جو میری نبض کی رفتار بے طرح

سینہ پہ کان رکھ کے مسیحا ذرا تو سن
جاناں سے آج دل کی ہے گفتار بے طرح

مرنے کا مجھ کو ڈر ہے نہ جینے کی کچھ خوشی
میں خود ہوا ہوں اپنے سے بیزار بے طرح

دم کھینچ لے شتاب مسیحا نہ دیر کر
اک آ بسا ہے پہلو میں خونخوار بے طرح

لاشے کو میرے جلد ملا دیجئے خاک میں
لیکر پھریں نہ در بدر اغیار بے طرح

اتمام کر کے عشق جو دلدار جا چکا
مضطر ہے اِس لئے دِل غمخوار بے طرح

اے منکر و نکیر اُٹھیں گے نہ ہم کبھی
سونے کے وقت لائیں نہ تکرار بے طرح

دُرِ یتیم گرتے جو ہیں آنکھ سے میری
غلطاں ہے دیکھ کر دُرِ شہوار بے طرح

آیا یہاں عدم سے جو سودے کو یار کے
رسوا ہوا ہوں بر سر بازار بے طرح

دِل دے کے تجھ کو یار بہت منفعل ہوں میں
کس حال میں یہ مجھ سے ہوا کار بے طرح

شیشے میں دِل کے جوش پہ صہبائے وصل ہے
آنکھیں ہماری ہو گئیں سرشار بے طرح

تحقیر اپنی کیوں نہ کرے ہر کوئی یہاں
بدنام کر رہا ہے مجھے یار بے طرح

وحشت سے جب گذر میرا صحرا میں ہو گیا
تعظیم کو کھڑا ہوا ہر خار بے طرح

چشمِ صدف جو کھل گئی نیساں کے عشق سے
روتا ہے اُس پہ ابرِ گہربار بے طرح

ہم پوجتے ہیں ہستی کو اپنی جو ہر نفس
تکفیر میں ہیں زاہد و دیندار بے طرح

رحمت کا آب رکھتی ہے تر دامنی میری
شیخ اس کو تو نچوڑ نہ ہر بار بے طرح

دنیا سے پیر زال جب آزاد ہو چکی
پھر پاس کیوں وہ آتی ہے مردار بے طرح

۱۷	عاشق جو تجھ کو خواجۂ چشتی کا عشق ہے تیرے دکھائی دیتے ہیں آثار بے طرح	۵۲

آمد زہر دمیکہ بگوشم صدائے شوخ — دیدم بذاتِ خویش فنا و بقائے شوخ

بر صوتِ عالمے کہ محیط است سامعہ — آید بگوش صاف زہر شئے ندائے شوخ

شد چوں متاعِ عشق حصولم زِ گنج نیست — من آدمم بہ ہست بہ حرص و ہوائے شوخ

ناحق زجورِ عشق درین قید خانہ ام — این نیست جرمِ من کہ شدم مبتلائے شوخ

ہر شئے کہ دیدۂ بوجود صنم نگر — موجود شد تمام بذات و بجائے شوخ

در صورتم رسید نگارم بجلوتے — گئے خوش بود بوحدتِ مطلق بقائے شوخ

گشتم فنا چو پیش فنا در وجودِ یار — شد در یگانگی دل و جانم فدائے شوخ

اے جان بحالِ خونِ دلم تو بپائے خویش — این رنگ خوشتر است زرنگِ حنائے شوخ

در حال وجد نعرۂ ھا ھو کہ میزنم — بیخود شدم ز مستی نغمہ سرائے شوخ

دور است از رفو دلِ صد چاک اے مسیح — من بسملم ز خنجرِ ناز و ادائے شوخ

شادان مشو بخندۂ معشوق اے دلم — ہست آن بسوئے گریۂ خود مدعائے شوخ

شرطِ وفائے خویش ادا میکنم بجان — گر رفت بازیم چہ بجور و جفائے شوخ

طوریکہ کردنیست بکن کارِ را تمام — منظورِ ماست ہر چہ بود در رضائے شوخ

آزارِ عشق شد بدم واپسین زیاد — ناید بکام مرگ مسیحا دوائے شوخ

آغازِ من زعشق بہ نہجیکہ گشتہ است — انجام من ہمان بود اندر ولائے شوخ

تا لامکان رسد چہ مجالِ فرشتہ است — من ہر نفس روم سوئے عظمت سرائے شوخ

۵۳	شُد چوں وصالِ یار زِ فیضِ معین دینؒ عاشق زباں کشو وبحمد و ثنائے شوخ	۱۰

جو عرش معلیٰ ہے وہ ہے کوے محمدؐ	چہرہ جو خدا کا ہے وہ ہے روئے محمدؐ
بے میم جو احمدؐ ہے بلا عین عرب ہے	ہے تارِ بصارت کی کشش سوئے محمدؐ
واللّیل پڑھوں سورۃ والشمس کروں ورد	ہیں یاد جو ہر دم رخ و گیسوئے محمدؐ
جب باغِ نبوت میں ولایت کا کھلا گلُ	آتی ہے علیؑ سے مجھے اب بوئے محمدؐ
عشاق نہ کیوں اپنے یہاں سر کو جھکا دیں	ہے طاقِ عبادت خمِ ابروئے محمدؐ
سایہ کے نہ ہونے کا جو باعث ہے کہوں کیا	خود ظلِ خدا ہے قدِ دلجوئے محمدؐ
تسکین نہیں درماں سے ترے دل کو مسیحا	ہے اس کو سدا خواہش داروئے محمدؐ
ہوتے ہیں فدا شربتِ دیدار کو پی کر	ہستی سے ہیں بیزار رضائے جوئے محمدؐ
سنتا ہوں سدا ہر بنِ مُو سے میں شبِ وصل	بیشک الف اللہ کا ہے ہر موئے محمدؐ

۵۴	توصیف یہی خواجۂ چشتیؒ کی ہے عاشق اخلاق حسن اُن کے ہیں سب خوئے محمدؐ	۱۵

دل گھر اور چشم در اور فرق ہے بام محمود	ہے جبیں پر میری موجود مقامِ محمود
جس طرح ذات میں احمدؐ کی احد ہے مخفی	اِسم اللہ میں پوشیدہ ہے نام محمود
بے زباں ذات ہے بیچوں کی یہ اثبات ہوا	صاف کہتا ہوں میں قرآں ہے کلام محمود
صلح کل اس کے ہے اخلاق حسن سے ظاہر	اس لیے خلق ہے سب تابع و رام محمود
نشہ وحدت کا چڑھے گا تو نہ اُترے گا کبھی	دیکھ لے پی کے تو اک قطرۂ جام محمود

ہم کو جبرئیل امین صاف خبر دیتے ہیں
وحی خالق کی ہے جو کچھ ہے پیامِ محمود

مرغِ دل چھوٹتے ہیں سب کے ہدایت پاکر
شش جہت میں جو بچھا رہتا ہے دامِ محمود

کہتے ہیں راہ قدم پیرِ طریقت جس کو
ہے نظر میں میری اک نقشہ گامِ محمود

لافتیٰ شان میں آیا ہے اسی کی الحق
ذوالفقارِ شہِ صفدر ہے حسامِ محمود

دیکھتے ہی رخ و زلف آپ کے عقدہ یہ کھلا
صبح والشمس تو واللیل ہے شامِ محمود

اپنے ٹکراتے ہیں سر دیکھ کے کبکِ عرفاں
آگیا اُن کی نظر میں جو خرامِ محمود

جلوہ فرما ہے جو وہ مہرِ جہاں تاب یہاں
خم ہے ہر وقت فلک بہرِ سلامِ محمود

اُن کے اجداد کا گجرات میں ہے شاہ پورؔ
احمد آباد میں ہے خاص قیامِ محمود

پیر و مرشد ہے میرا آج وہ قطبِ دوراں
جس کے اوصاف میں آیا ہے مقامِ محمود

۵۵	خواجۂ چشتؒ کا ہے دستِ توجہ سر پر آج عاشقؔ کو جو کہتا ہے غلامِ محمود	۱۳

بے زبانم چہ کنم حمد نگوئے محمودؐ
شد عیاں احمدؐ بے میم بروئے محمودؐ

بندۂ او شدم و ہست خدایم ذاتش
سجدہ گاہِ من عاشق شدہ کوئے محمودؐ

شکلِ بیچوں کہ در اں نورِ مجسم دیدم
مردمِ چشم مثالست بسوئے محمودؐ

خلق آموختہ اخلاقِ حسن از فیضش
چشمۂ خلقِ محمدؐ شدہ خوئے محمودؐ

نغمۂ دلبری از پردہ بروں می آید
صوتِ مطلق کہ بر آید زِ گلوئے محمودؐ

زلف واللیل کہ بر مصحفِ رویش پیدا ست
شکل اللہ نہالست بموئے محمودؐ

میشوم طاہر و اطہر بہ صلوٰۃِ مطلق
میکنم در یم توحید وضوئے محمودؐ

در خراباتِ جہاں بیخود و سرمست شدم — جرعۂ یافتم از جام و سبوئے محمود
احمد آباد کہ شد خطۂ باغِ گجرات — شد معطر ہمگی خلق ز بوئے محمود
قطب اقطاب زماں خوب رشید عصر است — چشتی و مرشد ماجدّ و ابوئے محمود
فخرِ دین و شہ برہان و حسام الدین است — این و اخوان ہمہ از شانِ نکوئے محمود
دوستش عظمت و اعزاز نمودہ حاصل — در جہاں خوار و ذلیل است عدوئے محمود

۵۶	ہمدرین عصر ز فیضان تولّائے خواجہ چشت شدہ ام عاشق و دیوانۂ روئے محمود	۲۵

بشکل عبد خود مولیٰ برآمد — کہ بندہ در رخِ آقا برآمد
شدہ بے وضع خود با وضع ظاہر — زباطن چہرۂ اخفا برآمد
بحسن و خوبیٔ خود حضرتِ عشق — نثار و والہ و شیدا برآمد
کجا دو ہست بین اے چشمِ وحدت — کہ عکس از قامتِ زیبا برآمد
در آمد ذاتِ بحت اندر تعین — زِ نقطہ لفظ با معنیٰ برآمد
جدا کے اسم از شانِ مسمّیٰ است — صفات و ذات خود یکجا برآمد
احد مخفی شدہ در برقعِ میم — بروئے برزخِ کبریٰ برآمد
تلاطم گشت چوں در بحرِ وحدت — برنگِ موجِ خود دریا برآمد
جلالش شد برخسار جمالی — ز آدم صورتِ حوّا برآمد
بچشمِ احمدی گر دیدہ دید — پسِ پردہ احد بینا برآمد
نظر کن ساقیا چشم و دل خود — کہ ہمچوں ساغر و مینا برآمد

زجامِ بیخودی خود جانِ عالم — بہ جسمِ انجمن آرا برآمد
کجا شاہد بود بے یار پیدا — کہ مجنوں ہمرہِ لیلیٰ برآمد
برابر ذرّہ و مہر است روشن — نہ خورشید از فلک تنہا برآمد
خدا اگر ہست بیچون و چگونہ — چگونہ وصف او گویا برآمد
بگوا ے شیخ قرآں را شنیدہ — چنان از لبِ زباں قل یا برآمد
شبِ معراج از عرشِ بریں ہم — چنیں تا فرش یک غوغا برآمد
رسیدہ صوت در گوشِ محمدؐ — صدا لیش چونکہ در افشا برآمد
جوابِ لن ترانی خود صریحاً — چنان یا حضرتِ موسیٰ برآمد
ابو الآدم فقط بے میم احمدؐ — کہ ہم بینا و خود دانا برآمد
بوصلِ خوابِ غفلت محو گشتم — کہ فصل از عالمِ رویا برآمد
سرودِ مطربِ مطلق شنیدم — ز لبِ لب صرف یک ہو ہا برآمد
چو رخسارِ صنم شد ظاہر احمدؐ — بشانِ دیر خود بطحا برآمد
شوم کافر بگویم پیشِ وسیدار — کہ او در شکلِ بت حقا برآمد

۵۷	بحکمِ خواجۂ اجمیرؒ عاشق زفیضِ خواہشِ دنیا برآمد	۱۷

خود فنا ہو کر میں کرتا ہوں خدائی کا گھمنڈ — مجھ میں کچھ باقی نہیں ہے خود نمائی کا گھمنڈ
لاشریک اور وحدہٗ پاتا ہوں اپنی ہی صفت — ہے میری عظمت کے شایان کبریائی کا گھمنڈ
دیکھتا ہوں صورتِ معشوق اپنی ذات کو — شکل آئینہ میں رکھتا ہوں صفائی کا گھمنڈ

بحرِ وحدت میں دکھائی دیرہا ہوں جوں حباب
خود ہوں دریا مجھ میں ہے اپنی سمائی کا گھمنڈ

غیب مکنوں کی حقیقت آپ کہدیتے ہیں صاف
اس لیئے ہے ہم کو باطن کی رسائی کا گھمنڈ

پھنس گئے ہیں عشق کے پھندے میں ہم تو کیا ہوا
ہے ہمارے طائرِ جاں کو رہائی کا گھمنڈ

ہم ہیں مولا عجز سے بندہ بنے ہیں آپ کے
کب کیا کرتے ہیں عاقل خودستائی کا گھمنڈ

عشق کے ساقی نے بھردی دفعتاً کیسی شراب
ہے خمِ سر میں ہمارے پارسائی کا گھمنڈ

صلح کل اب ہم سے اے شیخ و برہمن سیکھ لو
ہرگز آپس میں نہ رکھو تم لڑائی کا گھمنڈ

میں جو کہتا ہوں انا الحق ثانیٔ منصور ہوں
جانتا ہوں یہ نہیں اپنی بھلائی کا گھمنڈ

ہستی و ذات و صفات و ہست کی معنی ہے اک
عبد و رب کے درمیان کب ہے جدائی کا گھمنڈ

آگئے دھوکے میں تیرے کیسے کیسے عشق باز
تجھ کو اے پیارے ہے زیبا دلربائی کا گھمنڈ

بڑھتی ہے جوں جوں محبت ہوتے ہیں برباد ہم
کیا کریں دنیا میں تیری آشنائی کا گھمنڈ

تجھ میں ہے جور و جفا تو ہم میں بھی کب ہے وفا
اے جہاں ہم سے نہ کر تو بیوفائی کا گھمنڈ

یا علیؑ دل سے کہا گر کوئی مشکل ہو سخت
ہے سزاوارِ علیؓ عقدہ کشائی کا گھمنڈ

کب زباں ہے ہم کو جو باتیں کریں ہم اس طرح
ہر کوئی کرتا ہے یہاں اپنی بن آئی کا گھمنڈ

۵۸ — عاشقِ خواجہ معین الدینؒ کا سر جھکتا ہے کب
بڑھ کے ہے شاہی سے بھی اس کی گدائی کا گھمنڈ — ۱۷

ڈھونڈکر ہم نے جو پایا ہو کا نکالا تعویذ
ہاتھ آیا کسی عامل کے نہ ایسا تعویذ

عشق کی تپ سے سدا سینہ مرا جلتا ہے
آتشی گھر سے میرے واسطے بھرنا تعویذ

زرد ہے رنگ میرا عشق کے آسیب سے آج
زرگرو لاؤ سنہری کوئی اچھا تعویذ

نقش توحید جو دل پر ہے ہمارے کندہ
خون سے دھو کے پیا کرتے ہیں اپنا تعویذ

نقش ہے نامِ محمدؐ کا جو آدم میں نہاں
عارفو ذات میں اپنی ہے وہ اخفا تعویذ

نقش ہے نادِ علیؑ کا جو زباں پہ میری
نطق مولا سے ہوا جاتا ہے گویا تعویذ

اسمِ اعظم سے پہنچتا ہوں میں اوڑ کر تا عرش
عاملو مجھ کو بناتا ہے فرشتہ تعویذ

کُنتُ کنزاً کے عدد سے ہے یہ نقشِ الحُبّ کا
گنجِ مخفی سے میرے ہاتھ ہے آیا تعویذ

تھا سزاوار جبیں کے جو طلسم تقدیر
لے کر اُس یار سے خود آنکھوں پہ رکھا تعویذ

سورۂ جن میں نگار اپنا نظر آتا ہے
دیکھ قرآن کو لکھوا اُس کا پلیتا تعویذ

دل کا دھڑکا نہ کبھی جائے دم آخر تک
پاس آئے جو میرے بن کے مسیحا تعویذ

اپنے سایہ ہی سے ڈرتا ہے یہ دیوانہ سدا
اے سیانے تو ذرا سوچ کے لکھنا تعویذ

یار کے سحر نے اکدم میں کیا مجھ کو تمام
اے مسیحا ترا کام آئے نہ گنڈا تعویذ

لکھ دیا یار نے چھاتی پہ میری سرّ الا اللہ
بن گیا بعد فنا صفحۂ سینا تعویذ

یار میں ہو کے فنا میں نے مٹایا ہے نشان
گورکن تو نہ بنا میری لحد کا تعویذ

حاضرات آج ہوئی یار کو پایا ہم نے
کر کے تحریر ہتھیلی پہ جو دیکھا تعویذ

۵۹	دھو کے پیتا ہے قدم آپ کے اے خواجہ چشتؒ حق میں عاشق کے ہے وہ نقشِ کفِ پا تعویذ	۹

جس طرف دیکھا اُدھر دلدار آتا ہے نظر
چشمِ وحدت میں فقط اک یار آتا ہے نظر

آنکھ نرگس پھول رُخ غنچہ دہن شمشاد قد
آپ میں اے جانِ جاں گلزار آتا ہے نظر

ساقیا پردے سے دے اک ساغرِ الفت مجھے
آنکھ میں اس مست کی مےخوار آتا ہے نظر

کفر کے نیچے سے چھوٹے کیونکر لے زاہد تیرے	روزنِ تسبیح سے زُنّار آتا ہے نظر
مطلبِ مجنوں سے بیخود ہی کو ہوتی ہے خبر	حالِ دیوانہ کب اے ہوشیار آتا ہے نظر
برہمن جو دیر میں ہے خود وہ کعبہ میں شیخ	کیا کہیں ہم یار کو مکّار آتا ہے نظر
کس طرح اس خواب کی تعبیر ہے فرمائیے	یار پہلو میں میرے بیدار آتا ہے نظر
ہے قضا اُس کی دوا مجھ سے مسیحا نے کہا	دل میں تیرے عشق کا آزار آتا ہے نظر

۶۰	حضرتِ خواجہ معین الدین چشتی گا ہے فیض عاشق اب تو جو قلندر وار آتا ہے نظر	۹

میری ہستی کی کشتی ہے رواں دریائے فانی پر	نہ دے اے ناخدا ٹیکا حبابِ زندگانی پر
ہُوالاول ہوالآخر ہوالظاہر ہوالباطن	اُسی میں بھید ہے سارا نظر کر تو معانی پر
جو کچھ تھا بحرِ وحدت میں یہی اک آبِ رحمت تھا	خدائی دیکھ لے ساری نظر آتی ہے پانی پر
نظر کرتے ہیں ہم حق کو ہمیشہ کعبۂ دل میں	کہاں ہے رتبہ موسیٰ کو ہماری لن ترانی پر
تلاشِ یار میں نکلا تو خود گم ہو گیا میں بھی	کرو گے جستجو میری کہو تم کس نشانی پر
نکل جاتی ہے خود قالب سے کامل کر کے عشق اپنا	نہیں کچھ جان کو حسرت ضعیفی اور جوانی پر
عدم کے ہم مسافر ہیں کب اپنا مستقر ہے یہ	طبیعت رہتی ہے مائل ہمیشہ لامکانی پر
شہنشاہ زماں ہے جو ہی درویش صورت سے	کوئی ظاہر کوئی باطن ہے اپنے حکمرانی پر

۶۱	جنابِ خواجہ چشتی عطا ہو جامِ وحدت اور نظر ہے تیرے عاشق کی ہمیشہ قدردانی پر	۱۵

خدا و بندہ سے تو جدا ہو تعین اپنا مٹا مٹا کر	نظارہ کر صاف تو ہے بیچوں صفت کے پردے اٹھا اٹھا کر

جو تو بنا ہے طلسم حیرت سمجھتے ہیں ہم تیری حقیقت — زبان تجھ کو نہیں ہے مطلق نہ اب تو ذکر انا انا کر

الٹ میں اپنی جو تو ہے زندہ پلٹ میں اپنی تو خود ہے مردہ — ہوا ہے یہاں جس طرح تو ظاہر کہاں اپنے کو وہاں چھپا چھپا کر

جو تو مصور بنا ہے اپنا عجب یہ نقشہ نظر میں آیا — کروڑوں شکلیں بگاڑیں اپنی جہاں میں تو نے بنا بنا کر

ہے تار دم میں ترے جو ہُو ہُو زیر و بم میں ہے صوت مملو — صدا سناتا ہے اپنی خود تو ستار ڈھولک بجا بجا کر

ہیں سلب ہوش و حواس میرے بیان کر صاف مجھ سے ساقی — یہ کس نے بیخود بنایا مجھ کو شراب وحدت اب پلا پلا کر

بری ہوا ہے عشق تیری حالت کی مخالفت تو نے کچھ بھی مجھ سے — یہ کیسی کی تو نے بیوفائی تعشق اپنا دکھا دکھا کر

جو خواب غفلت سے آپ چونکا تلاش اپنی مجھے ہوئی خود — تھا میری خلوت میں کون ایسا اٹھایا مجھ کو ہلا ہلا کر

جو بحر توحید کا ہے قلزم میں اسمیں ڈوبا ہوں کھینچکر دم — ملا ہے دُرِ یتیم مجھ کو ہزاروں غوطے کھلا کھلا کر

ہمیشہ بیخود ہزار عالم ہماری آنکھوں کے روبرو ہے — کھڑا ہے صاف آ کے مردمک میں مجھ ہی سے آنکھیں لڑا لڑا کر

دوئی یہ جبتک رہیگی تجھ میں عبث ہے زاہد تیری عبادت — نماز اپنی ہمیشہ پڑھ تو خودی کو اپنی بھلا بھلا کر

جو اسم ہے خود وہ ہے مسمیٰ بنا جو مجنوں وہ خود ہے لیلیٰ — سما گیا صاف دیکھ دھوکا دلِ بشر میں خدا خود آ کر

تو چھپکے محفل میں چشتیوں کی تماشا صاف اپنا دیکھتا ہے — ہے آپ در پردہ وجد میں خود مجھے بظاہر نچا نچا کر

عدم میں ہم کو زبان کہاں تھی کلام اپنا تیری صفت ہے — تو بھید کرتا ہے ظاہر اپنا یہ مجھ کو باتیں سکھا سکھا کر

۶۲	جناب خواجہ معین الدین کے یہ بھید عرفان کا ہے مخفی یہ کہہ دے عاشق چھپاؤ اس کو مریدوں کو سب جتا جتا کر	۱۵

مظہر ہُو کا خواجہ پیر	رب ہے اپنا خواجہ پیر

مطلق ذات بیچوں کا	خود ہے سایہ خواجہؒ پیر
شکلِ احمدؐ صاف بنا	برزخ کبریٰ خواجہؒ پیر
پڑھ کر یٰسین سمجھا ہوں	خود ہے طٰہٰ خواجہؒ پیر
پھیلے گنج مخفی سے	آپ ہی نکلا خواجہؒ پیر
ظلمتِ شامِ وحدت کا	خود ہے اُجالا خواجہؒ پیر
عشق سے اپنے عالم میں	آپ ہی پھنچا خواجہؒ پیر
طرفہ باغِ وحدت کا	خوب ہے ثمرہ خواجہؒ پیر
دیکھ کر اپنی صورت کو	آپ کو سمجھا خواجہؒ پیر
پہچانو تم اُس کو کہ ہے	سب میں اخفا خواجہؒ پیر
مثل اُس کا عالم میں نہیں	پیر ہے یکتا خواجہؒ پیر
ہوکے مرید اک کامل کے	سمجھو ہے کیا خواجہؒ پیر
ہندو دکن کے پیروں کا	مرشد و آقا خواجہؒ پیر
ملکِ دکن میں ہے مشہور	ہند کا کعبہ خواجہؒ پیر

۶۳	عاشق دل سے کہتا ہوں پیر ہمارا خواجہؒ پیر	۱۱

مرشد کامل خواجہؒ پیر	پیر واصل خواجہؒ پیر

اُس کو بزرگی کیا دیں ہم — خود ہے فاضل خواجہؒ پیر
آج صفت میں اللہ کی — کب ہے شامل خواجہؒ پیر
مطلق ذات بیچوں میں — ہے اب داخل خواجہؒ پیر
اپنے سرّ مخفی کا — خود ہے ناقل خواجہؒ پیر
قطب جو ہیں غوث ان سب کا — شمع محفل خواجہؒ پیر
اپنا دیوانہ جو ہوا — خود ہے عاقل خواجہؒ پیر
حق کی نعمت دینے میں — ہے خود باذل خواجہؒ پیر
پیرِ موحد جب ڈھونڈا — ہو گیا حاصل خواجہؒ پیر
یاد کیا جب میں نے ہوا — دل میں نازل خواجہ پیر

۶۴	میں جو عاشق اُس کا ہوں مجھ پہ ہے مائل خواجہؒ پیر	۱۷

جب باغبانِ لم یزل آیا چمن کو چھوڑ — بلبل لگی بھٹکنے گلِ نسترن کو چھوڑ
ان پانچ سے ہے صورتِ اللہ کا ظہور — عارف اگر ہے تو نہ کبھی پنجتن کو چھوڑ
سب زمز کھل گئے تری کیوں چھپ رہا ہے اب — آ شوخ روبرو میرے تو مکر و فن کو چھوڑ
نکلے ہیں جو عدم سے غریبُ الدّیار ہیں — صدمے اٹھائے عشق میں کیا کیا وطن کو چھوڑ
سُن سن کے نغمہ دشت میں ہاہو کا مست ہوں — پھرنے لگے ہیں چوکڑی آہو ختن کو چھوڑ

جوشِ جنون سے عقل میری ہوگئی ہے گم
ہشیار کس طرح سے ہوں دیوانہ پن کو چھوڑ

وحشت نے چاک جیب و گریبان کو کر دیا
مطلق برہنہ ہو گئے ہم پیرہن کو چھوڑ

رفتارِ دل کے ساتھ اٹھاتے ہیں ہم قدم
کیوں پاؤں لٹ پٹاتے ہیں اپنے چلن کو چھوڑ

درپردہ گفتگوئے نفس سن رہی ہے جب
خاموش ہوگئی ہے زبان خود سخن کو چھوڑ

ہستی مٹا کر اپنی فنا ہو تو یار میں
طالب اگر ہے وصل کا اب جسم و تن کو چھوڑ

ظاہر میں ہم تو بیٹھے ہیں محفل میں سب کے ساتھ
باطن میں ساتھ یار کے ہیں انجمن کو چھوڑ

باتیں کہاں گئیں وہ تری میٹھی میٹھی آج
تو کس لیئے ضعیف ہوا بالے پن کو چھوڑ

اسلام و کفر کیا ہے یہ پہلے سمجھ ذرا
زاہد ملا نہ دین میں اُس برہمن کو چھوڑ

دو روز رہنے کے لیئے آئے جہاں میں ہم
جائیں گے لامکان کو دارِ محن کو چھوڑ

گلزارِ عشق کا جو بنا ہوں میں عندلیب
دم بھر رہوں جدا نہ کہیں گلبدن کو چھوڑ

کر دو شہید جلد مجھے تیغِ عشق سے
جاؤں گا میں جہاں سے لحد میں کفن کو چھوڑ

۱۵	عاشق معینِ دین کے تصور میں ہر نفس اجمیر میں مقیم ہے ملکِ دکن کو چھوڑ	۶۵

ترے پاس رہتا ہے مہ روشب و روز
ہے بے چین دل کس لئے تو شب و روز

جنون کا قدم جب بڑھا اپنے حد سے
یہ دیوانہ پھرتا ہے ہر سو شب و روز

شگفتہ ہوا باغِ وحدت تو تیری
مہکتی ہے ہر گل سے خوشبو شب و روز

جو پاتا ہے بلبل کو نالاں چمن میں ہے خود خندہ زن اپنا گل رو شب و روز

بنا ہوں میں آئینہ خود دیکھنے کو ہے آگے میرے روئے نیکو شب و روز

یہ ہے شور وغل کس کا اب شش جہت میں یہ کیسی ہے آواز یا ہو شب و روز

سمجھتا ہوں والشمس واللیل مطلق محمدؐ کا رخ اور گیسو شب و روز

میرے دل میں تو ہی ہے آنکھوں میں تو ہی کروں پھر میں کس کی تکاپو شب و روز

سمایا ہے جب سے تو صورت میں میری ہے دھیان اپنا اے یارِ خوشخو شب و روز

سر اپنا جو سجدہ کو جھکتا ہے جاناں ہے پیشِ نظر طاقِ ابرو شب و روز

نمازِ فنا میں ہو مشغول زاہد ریا کی نہ کر بندگی تو شب و روز

جو سنتی ہے خود نغمۂ صوتِ بلبل زباں پر ہے قمری کی کوکو شب و روز

ظہورِ تجلی سے روشن ہے سینہ ہے دل ہی میں خود اپنا مہ رو شب و روز

فنا ہوں میں سن سن کے خود موتوا قبل آج مجھے ورد ہے اَن تَمُوتُو شب و روز

٦٦	ترا عاشق زار اے خواجہ چشتؒ نظر تجھ کو کرتا ہے ہر سو شب و روز	١٣

عرش سے آئے ہیں لیکر صندلِ بندہ نواز ہے فرشتوں کے سروں پر صندلِ بندہ نواز

شان و شوکت سے ہیں سارے خواجگان چشت ساتھ ہے یہہ مقبول پیمبرؐ صندلِ بندہ نواز

نعرہ حیدری کہیے ہر طرف ہے شور وغل دیکھ کر ہیں شاد صفدر صندلِ بندہ نواز

ہاں نصیر الدین چراغ دہلوی کے فیض سے
ہے دکن میں آج گھر گھر صندلِ بندہ نواز

مشک اور عنبر سے بھی افزوں کہیں خوشبو میں ہے
ہے خدائی میں معطر صندلِ بندہ نواز

جلوہ اس کا دیکھنے کو جمع ہے خلقت تمام
ہے یہہ شانِ حق کا مظہر صندلِ بندہ نواز

گنبدِ افلاک تک پہونچی ہے اس کی روشنی
دیکھتے ہیں ماہ و اختر صندلِ بندہ نواز

مہر اور مہ کے پیالوں میں ہے بھر کر ار گجب
کیوں نہ ہو پُر نور یکسر صندلِ بندہ نواز

باادب سر کو جھکا کر لے چلو گل کے طبق
دیکھتا ہے ربِ داوُر صندلِ بندہ نواز

اس کو آنکھوں پر لگاتے ہیں دکن کے اولیأ
سب تبرک سے ہے برتر صندلِ بندہ نواز

ٹھاٹ اس جلبہ کی پندرھوین کو ہے ذیقعدہ کی
ساری خلقت میں ہے اشہر صندلِ بندہ نواز

۱۵	عاشقِ صادق کو تیرے اے معین الدین چشتیؒ ہر برس ہوئے میسر صندلِ بندہ نوازؒ	۶۷

خلوت میں آکے دیکھ خدا ہے ہمارے پاس
حق کو نہ ڈھونڈھ تو وہ چھپا ہے ہمارے پاس

آزارِ عشق کا ہو مسیحا سے کب علاج
جلد آ مریض اس کی دوا ہے ہمارے پاس

واجب ہے آئینہ تو بنا ممکن اس کا عکس
ہے آئینہ صفا تو جلا ہے ہمارے پاس

گھونٹ جو منھ پہ ڈال کر آئے ہوا ہے صنم
ثابت تمہارا ناز و ادا ہے ہمارے پاس

ہستی مٹا کر اپنی وجودِ نگار میں
ہم ہو گئے فنا تو بقا ہے ہمارے پاس

ہر دم نصیب ہم کو ملاقاتِ یار ہے
خود وصل میں ہیں ماہ لقا ہے ہمارے پاس

معبود میں مٹادے تری عبدیت کو صاف
دکھلانا خود کو جرم و خطا ہے ہمارے پاس

آتش سے عشق کی جو جگر ہے جلا ہوا
دو دن کی زلیست کی یہ غذا ہے ہمارے پاس

حب عشق میں صنم کے کیا کفر اختیار
ہم بت پرست ہیں یہ روا ہے ہمارے پاس

گر تجھ کو محویت کی شہادت کا ذوق ہے
حُر بن کر آ تو کرب و بلا ہے ہمارے پاس

ہم ہو گئے فنا تیری الفت میں اے صنم
ہے تجھ میں گر جفا تو وفا ہے ہمارے پاس

ایوب کو نصیب تھا کب درد عشق کا
صابر ہیں ہم فقیر رضا ہے ہمارے پاس

آئے ہیں ہم عدم سے پہن کر لباس عور
عریانی اپنی عین حیا ہے ہمارے پاس

لاتا ہے التجا کوئی اور کوئی مُدعا
جب سے وہ مستجیب دعا ہے ہمارے پاس

۶۸	عاشق معین دین کے ہم آزاد ہیں فقیر کہتے ہیں جو کچھ آج بجا ہے ہمارے پاس	۱۷

تجھ کو اگر ہے احمد مختار کی تلاش
کرنی ہے پہلے حیدر کرار کی تلاش

کافر کی جستجو ہے نہ دیندار کی تلاش
دیر و حرم میں مجھ کو ہے اک یار کی تلاش

فرقت میں ڈھونڈھتے ہیں سبھی اپنے یار کو
دل کیوں ہے تجھ کو وصل میں دلدار کی تلاش

آیا عدم سے بھیس میں آدم کے جو یہاں
ہے مجھ کو اے صنم اُسی مکّار کی تلاش

بندہ کی ذات میں ہے خدا جب چھپا ہوا
در پردہ مجھ کو ہے اسی اسرار کی تلاش

پردہ تھا غیریت کا جو موسیٰ کی آنکھ پر
تھی کوہ طور پر اُسے دیدار کی تلاش

ہے دردِ عشق سے جو مسیحا کے دل کو جوش
ہے مجھ کو اس کے چارۂ آزاد کی تلاش

میں بیچتا ہوں دل کو جو بازارِ عشق میں
رہتی ہے مجھ کو اس کے خریدار کی تلاش

نطقِ نفس کو سن کے زبان ہو گئی ہے بند
پائی عبث جو مجھ کو ہے گفتار کی تلاش

بیخود جو میں ہوا ہوں شرابِ طہور سے
ہر دم ہے مجھ کو خانۂ خمّار کی تلاش

تسبیح کو جو رشتۂ الفت صنم سے ہے
کعبہ میں بھی ہے شیخ کو زنّار کی تلاش

سن کر انا الحق اب بھی ذرا حق رسی پر آ
کب قتل کو روا ہے میرے دلدار کی تلاش

دُرِّ یتیم بن کے گرا اشک آنکھ سے
ہے یار کو جو گوہرِ شہوار کی تلاش

ذکر زبان و دل سے ملے گا نہ وہ صنم
اے طالبو کرو نہ تم اذکار کی تلاش

مجبور ہے تجلّیٔ جاناں کا خواستگار
اے واصلو نہیں مجھے انوار کی تلاش

اپنے عمل پہ کس لئے زاہد کو ناز ہے
رحمت کو تیری جب ہے گنہگار کی تلاش

٦٩ — خواجہ معینِ دین کا میں عاشق ہوں مزدلن
رہتی ہے مجھ کو عشق کے اشعار کی تلاش — ٩

جب سے ہے اپنی جان کو دلدار سے خلوص
ہے مجھ سے یار کو تو مجھے یار سے خلوص

آتی ہے صاف ہو کی صدا چھیڑتا ہوں جب
ہے مجھ کو اے نفس ترے ہر تار سے خلوص

گھونگھٹ اٹھا کے میم کی چہرہ احد کا دیکھ
تجھ کو اگر ہے احمدِ مختار سے خلوص

رخ یار کا جو صورتِ اخلاص میں ملا
ہے لب کو میرے مصحفِ رخسار سے خلوص

آدم کو کب وجود ہے اللہ کی ہے ذات
پائے وہ بھید جس کو ہے اسرار سے خلوص

میں نے جو نینا گا کی ہے پی لی شراب آج
ہے بیخود و مجھے اسی خمار سے خلوص

سب ہیں خدا پرست تو میں ہوں صنم پرست
ہے دل کو میرے کفر کی رفتار سے خلوص

سائے کو میرے جب سے رسائی ہے عرش تک
ہے مہر مجھ کو عکس پُر انوار سے خلوص

٧٠

خواجہ معینؒ دین جو شہنشاہ ہند ہے
عاشق کو بس اسی کی ہے سرکار سے خلوص

١٥

کب صالحوں کے اس کو ہے کردار سے غرض
رحمت کو یار کی ہے گنہگار سے غرض

ہے کسبِ مَن عَرَف سے ہماری زباں جو بند
اس واسطے ہمیں نہیں اذکار سے غرض

پردے سے ہمکلام جو ہوتا ہے مجھ سے دوست
رکھتا ہوں اس کے دم میں ہزار سے غرض

اسلام و کفر و عشق میں پائے گئے جو ایک
ہم کو کسی طرح نہیں تکرار سے غرض

صورت میں یار کی جو زلیخا چھپی تو کیا
یوسفؑ کے حسن کو تھی طلبگار سے غرض

ہے طور سے دوچند میرے دل میں روشنی
موسیٰؑ سے بڑھ کے ہے اُسے انوار سے غرض

نکلے نہ کیوں حجاب سے دلدار بے حجاب
رکھتا ہے جب کہ وہ میرے دیدار سے غرض

دیکھا جو خود کو میں نے تو اللہ مل گیا
ہوتی ہے یوں کسی کو کب اسرار سے غرض

ہے علمِ باطن اپنا کتابوں کے برخلاف
ہرگز نہ ہم کو چاہیے گفتار سے غرض

آسان ہو وصال خدا طالبوں کے پاس
پائیں گے جب وہ یار کی دشوار سے غرض

بازارِ عشق گرم ہے بے نقد جان چلو
سودے کو یار کے ہے خریدار سے غرض

منصور تھا کہ اور انا الحق جو کہہ دیا
کب اہل ظلم و جور رکھیں دار سے غرض

دل کی طپش کو دیکھ کے کہتا ہے یوں مسیح
کب ہے دوا کو عشق کے آزار سے غرض

اپنا لباس عور ہی آتا ہے خوش ہمیں
جُبّے سے شیخ کے ہے نہ دستار سے غرض

۷۱	دل سے معینؒ دین کا جو عاشق رہے سدا حاصل ہو اس کی حیدرؓ کرّار سے غرض	۱۵

عِشقِ جاناں میں کب وفا ہے شرط
ظلم ہے جور ہے جفا ہے شرط

سر جو جھکتا ہے روبرو تیرے
اپنی تسلیم اور رضا ہے شرط

آ کے مل یار سے خلوص کے ساتھ
دوست کے وصل کو ولا ہے شرط

مَرضِ عشق کا عِلاج ہے اور
اے مسیحا نہ کچھ دوا ہے شرط

نقد جاں تھا جو کچھ وہ ہار چکا
یہ سمجھ لے تری ادا ہے شرط

اِس طرح کھیل خود فنا ہو جا
بازیٔ یار کی بقا ہے شرط

دل کے آئینہ میں ہے عکس نگار
پر اُسے دیکھنے صفا ہے شرط

میں جو ہوں تو ہے تو جو ہے میں ہوں
یار آپس میں کب روا ہے شرط

اپنے پہلو میں دیکھ دلبر کو
تجھ سے ہم نے جو کی بجا ہے شرط

چار عنصر کی کھیلے چوسر کون
بڑی اُس کی اے آشنا ہے شرط

بل گیا رب تو گم ہوا بندہ
آپ اپنے سے مانگنے کے لئے

یار تیری یہ حق نما ہے شرط
سوچیئے کچھ تو کب دعا ہے شرط

طاعت اپنی ہمیشہ ہے مخفی
یاد دل میں کہاں رہا ہے شرط

تیری رویت ہو ہم کو عقبیٰ میں
ہم سے کب ایسی مہ لقا ہے شرط

۷۲ — تیرے عاشق کی اے معین الدینؒ
جان نثاری پہ انتہا ہے شرط — ۱۷

اب وصل یار میں جو مجھے مل رہا ہے خط
مہجور کو نصیب کہاں وہ بھلا ہے خط

بیکر شراب عشق جو مستی میں چور ہوں
بیخود ہوں مجھ پہ اس لئے یہ سب روا ہے خط

خانہ خراب عشق نے کھینچا مجھے یہاں
آئے دل میں کیا کروں کہ ترا خود برا ہے خط

عشق مجازی اپنا حقیقی پہ آچکا
پہلا کچھ اور خط تھا یہ اب دوسرا ہے خط

طفلی سے عشق یار کا رکھتا ہوں ذوق شوق
ضابط ہوں کیونکہ آج کہ دل میں بھرا ہے خط

پہلو میں اپنے حبیب سے ہے دلدار جلوہ گر
عشرت کدہ میں قلب کے رونق فزا ہے خط

لب اور زباں کو ذائقہ ہے اکل و شرب کا
جو جانِ جان میرا ہے خود اسکی غذا ہے خط

توحید کی جو بو نکل آئی ہے دم کے ساتھ
غنچہ کھلا ہے دل کا یہ تازہ ہوا ہے خط

اسمائے یار کا ہی یہ سارا ظہور ہے
ظاہر ہوئیں صفات تو اس میں چھپا ہے خط

کس کس کو ہم دکھائیں مزہ سوز عشق کا
جو دل جلے ہیں ان پہ خود اپنا کھلا ہے خط

سیماب میں جو عکس مجلّیٰ ہے یار کا
لاہوت تک جو ذہن ہمارا رسا ہوا
رہتا ہوں ہر نفس جو تصور میں یار کے
آواز یار کی جو سنی میں نے غیب سے
ہر دم جو ہو رہا ہوں فنا ذاتِ یار میں
جس طور پر ہے قال وہی اپنا حال ہے

صورت کو دیکھوں آئینہ میں آ بنا ہے خط
ہا ہُو کے شور و غل کا کہوں کیا اُٹھا ہے خط
جاناں کی شکل آپ ہی خود بن گیا ہے خط
دکھلاؤں کیا تجھے جو مجھے اب ملا ہے خط
سوئے بقا خود آپ ہی یہ بڑھتا چلا ہے خط
رہتی زباں مزے میں ہی دل لوٹتا ہے خط

۷۳	خواجہ معین دین سے جو عاشق کو ہے سلوک اے یار ذات سے وہ تری پا چکا ہے خط	۱۹

میں ہوں مطیعِ یار میرا یار ہے مطیع
پہنچا جو خود معارجِ وحدت یہ عشق سے
گھونگٹ میں میم کی جو خدائی نظر پڑی
طالب بنا جب آپ تو مطلوب خود ہوا
مکر و فریب لائے جو بازار عشق میں
بن کر دُرِ یتیم مقطّر ہوا ہے بحر
رکھتا ہے یار رشتۂ اُلفت جو سب کے ساتھ
در پردہ کھینچ لیتے ہیں پستی کو یار کی

خود دل کا میرے حضرتِ دلدار ہے مطیع
اپنا ہی آپ احمد مختار ہے مطیع
احمؐد کا دل سے حیدرِ کرارؓ ہے مطیع
کیا اس میں بھید ہے جو طلبگار ہے مطیع
سودا بنا ہے آج خریدار ہے مطیع
عشقِ صدف کا ابر گُہر بار ہے مطیع
آپس میں شیخ و صاحبِ زُنّار ہے مطیع
اپنی نگاہِ چشم کا خود تار ہے مطیع

جو چاہتا ہے کر لے مسیحا علاج جلد
تشخیص کچھ نہ کر ترا بیمار ہے مطیع

وحدت کی عرصہ گاہ جو پاتا ہوں ہر نفس
جاناں مرے خیال کا رہوار ہے مطیع

نکلے گی کس طرح سے دوئی کی زباں سے بات
توحید کے کلام کی گفتار ہے مطیع

صاحب ہے بندہ بندہ سے صاحب جو بن گیا
طاعت میں ہے غلام تو سردار ہے مطیع

ملک قدم کی راہ جو کرتا ہوں دم میں طے
اپنا قدم ہے پیک تو رفتار ہے مطیع

جور و جفائے یار سے ثابت ہوئی وفا
کرنے میں ظلم اپنا ستمگار ہے مطیع

بادہ وہ ہم پلائیں کہ اترے کبھی نہ نشہ
میکش ہیں اپنا خانۂ خمار ہے مطیع

اک جرعہ میں ہی اس کو جو بیہوش کر دیا
دیکھو تو آج اپنا وہ میخوار ہے مطیع

عصیاں و رحمت آتے ہیں یکساں نظر مجھے
غفار کیوں ترا یہ گنہگار ہے مطیع

دیر و حرم میں جلوہ دکھایا ہے یار نے
ہندو ہیں سر جھکائے تو دیندار ہے مطیع

۴۷	خواجہ معین دینؒ کا وہ مطبوع خاص ہے دل سے جو آج عاشقِ غمخوار ہے مطیع	۲۵

سالک سے پوچھو یار کی رفتار کا سراغ
دلبر سے سن لو قلب کی گفتار کا سراغ

فصل خزاں گئی تو میں لایا ہوں خود بہار
بلبل سے لیجے عشق کے گلزار کا سراغ

لایا دُرِ یتیم جو دریائے عشق سے
ہاتھ آگیا ہے قلزم زخار کا سراغ

رحمت کا اس کی نیک سے کیونکر ملے پتا
عاصی سے پوچھو حضرتِ غفار کا سراغ

موجود کس طرح سے ہوا خلق میں نگار
دیتا ہے عشق دل کا اس اسرار کا سراغ

اے آفتاب منھ پہ لے ابر کی نقاب
ذرہ سے مل گیا ترے انوار کا سراغ

دریا سے قطرہ قطرہ سے موتی جو بن گیا
یم ہے اُسی میں اور درِ شہوار کا سراغ

مضطر بنا دیا ہے مجھے اپنے قلب نے
پایا ہے حب سے پہلو میں دلدار کا سراغ

تو ہی ہے محیّ و قابض وحی و ممیت خود
ہو گا فنا تو پائے گا ان چار کا سراغ

اِسم و صفات و فعل جو ہو جائیں محوِ ذات
اے دِلبرو بامِلیگا تجھے یار کا سراغ

موسیٰ ہوا جب آپ تجلی بھی خود بنا
پھر طور پر کہاں لگے دیدار کا سراغ

کعبہ میں شیخ دیر میں جو برہمن بنا
ہم کو لگا ہے آج اسی مکّار کا سراغ

زاہد ترا ہوا ہے گلوگیر کفر بھی
تسبیح سے ملا ہے جو زُنّار کا سراغ

پھرتے ہیں ہم جو مذہب و مِلت کی کھوج میں
کافر کا کچھ پتا ہے نہ دیندار کا سراغ

لایا فرِشتہ ایک نہ مٹی وجود کی
کیا خاک پائے گا تو تنِ زار کا سراغ

دل سے نہ پوچھ مرکب سر پر ہے کون کون
پیدل کہاں سے لائے گا اسوار کا سراغ

جتنی کہ تھی تلاش مجھے اپنے کام کی
جاتی رہی مِلا جو تیرے کار کا سراغ

ہے خود مسیح دردِ محبت سے جاں بلب
پائے وہ کس طرح ترے بیمار کا سراغ

دِل بیچنے جو آئے ہیں بازارِ عشق میں
پایا ہے آپ اپنے خریدار کا سراغ

ہاں لامکان وہی ہے جو دار السلام ہے
پائے گا تو نہ وہاں در و دیوار کا سراغ

جو غیر ہے میں خود ہوں جو خود ہوں وہی ہے غیر
بتلاؤں پھر میں کس طرح اغیار کا سراغ

ہنستا ہوں عشق میں کبھی روتا ہوں میں کبھی
کیوں کر ملے تجھے میرے اطوار کا سراغ

رہتا ہوں آپ فکر و تصور میں یار کے
اے دل شتاب لا میرے خونخوار کا سراغ

جور و جفا و ظلم و وفا میں ہے تو ہی تو
بس اے رضا نکال ستمگار کا سراغ

۷۵
عاشق معین دین کا جو رکھتا ہے میکدہ
پاتے ہیں رندخانۂ خمّار کا سراغ
۱۷

مائل ہمیشہ دل ہے جو دلدار کی طرف
ہر دم تصور اس لیئے ہے یار کی طرف

شکل احد کا آتا ہے جس دم مجھے خیال
میں دیکھتا ہوں احمد مختار کی طرف

کر کے وضو لہو سے فنا کی نماز کو
ہیں سر جھکائے حیدر کرار کی طرف

پہلی ہی موج سے نکل آیا در یتیم
تو دیکھ آ کے قلزم زخار کی طرف

ہو کی صدا نفس سے جو آتی ہے دمبدم
ہیں کان اپنے حلق کے مزمار کی طرف

کرتا ہوں اپنے چشم و لب و گوش کو جو بند
جاتا ہے ذہن یار کے اسرار کی طرف

خود قید ہو چکی ہے دہن میں زبان میری
منہ بھر گیا ہے قلب کی گفتار کی طرف

پردہ میں آنکھ کے جو صنم ہے چھپا ہوا
پڑتی ہے کب نظر میری دیدار کی طرف

ہنس دینگے مجھ کو دیکھتے ہی غنچے باغ کے
لیجانہ اے صبا مجھے گلزار کی طرف

کیوں کر نہ جھانکے رخنہ سے دل کے مرا صنم
ہے میری آنکھ روزن دیوار کی طرف

دیر و حرم میں عشق جو اپنا محیط ہے
ہم اس لیئے ہیں کافر و دیندار کی طرف

ساغر بھرے ہیں آنکھ کے صہبائے عشق سے
دیکھو تو چل کے خانۂ خمّار کی طرف

جانان تمہارے عشق میں سودائی بن کے آج
میں پھر رہا ہوں کوچہ و بازار کی طرف

تجھ کو جو شوقِ قتل ہے تلوار سے نہ مار
سر خم ہے تیغ ابروئے خمدار کی طرف

سب کام اپنے ہم کو جو سونپے ہے یار نے
اپنا نہیں خیال کسی کار کی طرف

خود ہے طبیب دردِ محبت میں مبتلا
کب دیکھتا ہے عشق کے بیمار کی طرف

۷۶ | در سے معینِ دینؒ کے جو عاشق ہے فیض یاب
آتے ہیں یار چشتیہ دربار کی طرف | ۱۷

جب اپنا بنا آپ گلفام عاشق
ہوا بارغِ وحدت میں بدنام عاشق

بنے ہیں جو مولائے عشقِ حقیقی
ہوئے ہیں سبھی ہمہ خدام عاشق

ہے پہلو میں تیرے جو دلدار حاضر
ملیگا کہاں تجھ کو آرام عاشق

جو پاتے ہیں نقشِ کفِ پائے جاناں
پیا کرتے ہیں ہو ہو کر اقدام عاشق

جو کرتے ہیں حج کعبۂ دل کا ہر دم
سدا رہتے ہیں باندھے احرام عاشق

مے عشق سے ہے جنھیں ذوق اُن کو
پلاتے ہیں بھر کر اُنہیں جام عاشق

جو کی سنگِ اسود کی ہم نے پرستش
خدائی کے ہیں ہم یہ اصنام عاشق

نہیں دلربا اپنا پابندِ مذہب
کہاں رہتے ہیں دین و اسلام عاشق

ہوئیں طے وہ خلوت میں جو کچھ تھیں باتیں
نہ بھیج اب تو قاصد سے پیغام عاشق

جو پاتے ہیں جاناں کو صورت میں اپنی
ہوا عشق اپنا اب اتمام عاشق

فنا ہو گئے تجھ میں ہستی مٹا کر — نہیں رکھتے اے جان اجسام عاشق
جھکائے سر اپنا ہمیشہ ہیں روتے — نظر کر کے اپنا بس انجام عاشق
جو رکھتے ہیں ہمسر وُ کو ہمراہ اپنے — نکلتے ہیں چھپ کر سرِ شام عاشق
شکر لب سے اپنے کھُلیگا یہ عقدہ — جو دیتے میں بے وجہ دُشنام عاشق
ہے ابروئے خمدارِ جاناں ہی کافی — نہیں لائق ضربِ صمصام عاشق
مذلت کو خواری کو دیوانگی کو — سمجھتے ہیں اعزاز و اِکرام عاشق

۷۷

جو ہم لکھتے ہیں فیض خواجہ سے اشعار
سدا ہم کو ہوتا ہے الہام عاشق

۱۹

کہوا تا ہے خود حضرتِ جبّار انا الحق — مجبور ہیں کہتے ہیں جو ہر بار انا الحق
سمجھو نجد احمدؐ بے میم کا مطلب — فرماتے تھے خود احمدؐ مختار انا الحق
اللہ کی ہستی سے جدا خود کو سمجھ کر — بے دین ہے جو کہتا نہیں دیندار انا الحق
منصور کی تخصیص خدائی میں ہو کیونکر — بعد اس کے کہا کرتی تھی خود دارِ انا الحق
سر ہم نے چڑھایا ہے جواب دارِ نفس پر — ہاں ہمکو ہی کہنا ہے سزاوار انا الحق
یا قابض حبب خود ہی بنا مظہر آتش — کس طرح بھلا پھر کہے نہ نارِ انا الحق
ہم عالم غفلت ہی میں کہلاتے تھے بندے — اب ہو کے کہا کرتے ہیں ہوشیار انا الحق
تسبیح میں زاہد کی سمایا ہے جو آکر — اے برہمنو کہتا ہے زُنّار انا الحق

ہم خانۂ توحید میں سنتے ہیں ہمیشہ
کہتے ہیں ستون و درو دیوار انا الحق

تشبیہہ کے عالم میں خدا کہتے ہیں خود کو
تنزیہہ میں کہتے نہیں زنہار انا الحق

صہبائے انا پیکے جو سرمست ہوئے ہیں
کہتے ہیں خرابات میں میخوار انا الحق

منہ بند کروں اپنا یہ مقدور کہاں ہے
کہتا ہے زبان سے میری خود یار انا الحق

درپردہ اسے چھیڑتا رہتا ہوں جو ہر دم
کہتا ہے نفس کا میرے ہر تار انا الحق

سر کھینچے آئے ہیں جو اس دار فنا میں
کہتے ہیں پکارے سر بازار انا الحق

سنتا ہے صدا تحت کی ہر وقت جو خود میں
پھر کیوں نہ کہے صاحب اسرار انا الحق

آگاہ جو ہوں مطلب فی انفسکم سے
کہتا ہے مجھے لازم و درکار انا الحق

جو رمز ہو اللہ سے واقف نہیں مطلق
کہتا ہے اُسے مشکل و دشوار انا الحق

جو واصل مطلق ہے اس اسرار کو سمجھے
کب کہتا ہے یہ بندۂ ناچار انا الحق

۷۸	ارشاد یہی خواجۂ چشتیؒ کا ہے عاشق ہے اپنا سدا کلمۂ اذکار انا الحق	۱۷

پہنچا نگار جب کہ گلستان میں یکبیک
آئی بہار سنبل و ریحان میں یکبیک

دریا سے موج موج سے قطرہ جو بن گیا
آکر سما گیا دُر غلطان میں یکبیک

وحدت کی گیند ہاتھ جو آئی ہے یار سے
ہم کھیلنے کو نکلے ہیں میدان میں یکبیک

جب عشق دلبر با سے عدم میں ہوا اسیر
پہنچا اسی گناہ سے زندان میں یکبیک

نکلا جو لامکاں سے تو کب گھر ہوا نصیب
آ کر پڑا ہوں خانۂ ویران میں یکبیک

ہم نے جو لا کو کلمہ سے متروک کر دیا
اک بات اور مل گئی ایمان میں یکبیک

ہے جس کے منہ پہ میم کا برقع پڑا ہوا
صورت نظر وہ آگئی قرآن میں یکبیک

مدت سے جستجو میں خدا کی رہا عبث
آیا نظر وہ صورتِ انسان میں یکبیک

پتلی نہیں ہے آنکھ میں دلبر کا عکس ہے
پایا یہ راز دیدۂ جانان میں یکبیک

عاشق ہوں ایک پردہ نشین کا جو اندنوں
بدنام ہوں میں فرقۂ رندان میں یکبیک

ہے سب کا اِک خدا تو ہمارے ہیں سب خدا
عقدہ یہ وا ہوا ہمیں عرفان میں یکبیک

ہوتا ہے ہر نفس جو مصفّا میرا لہو
پاتا ہوں نور کو دلِ سوزاں میں یکبیک

سمجھا ہے کیا وہ برہمنِ سادہ دل بھلا
جو مل گیا ہے دینِ مسلمان میں یکبیک

ہم نے الٹ پلٹ کا جو دیکھا ہے شعبدہ
وہ پھر رہا ہے دیدۂ حیران میں یکبیک

جب ناخدا نے ذات کو اپنی مٹا دیا
کشتی ہماری آگئی طوفان میں یکبیک

یہ کونسا علاج تھا دکھلا طبیب عشق
خود جان نکل گئی ترے درمان میں یکبیک

٧٩	عاشق معینِ دینؒ کے جو ہم ہو گئے ہیں رند شہرت ہماری ہو گئی دوران میں یکبیک	٥٢

سمجھئے علم الیقین سے موج اور دریا ہے ایک
آئے گا تیری نظر میں صاف اے حق الیقین

دیکھئے عین الیقین سے آب اور قطرہ ہے ایک
ہے حباب اک کف ہے اِک گرداب کا حلقہ ہے ایک

ابرِ نیساں قطرہ زن ہے جو صدف میں عشق سے
ہے گہر اک دُر ہے اک اور لولو لالا ہے ایک

مکتبِ وحدت میں جاکر پڑھ چکے کثرت کے حرف
خود الف نقطہ بنا ہے یعنی یا اور تا ہے ایک

غیریت ہرگز نہیں ہے درمیانِ شخص و عکس
قامت زیبا ترا اے یار اور سایہ ہے ایک

آکے ظلمت سے دوئی کی روشنی میں دیکھ لو
قرصِ خورشیدِ درخشاں ایک اور ذرہ ہے ایک

پہلوئے آدم سے حوّا ہوگئی ہے جلوہ گر
یار و شاہد کب جدا مجنوں ہے اک لیلیٰ ہے ایک

مختلف اشکال سے اس بزم میں گرچہ ہیں دو
اصل میں اے ساقی اپنے ساغر و مینا ہے ایک

تخم سے جو بیخ نکلی ہے وہی ہے نخلِ باغ
تازگی میں اپنی ہر ہر شاخ اور پتا ہے ایک

کس طرح اجمال سے تفصیل ہوئےگی جدا
رنگ بو اور ثمرہ و خار و گل و غنچہ ہے ایک

دیکھ انا من نور کے اسرار کو ایمان سے
احمد بے میم دروئے عیسیٰ اور موسیٰ ہے ایک

ذاتِ مطلق اسکی الحق کل شئے پر ہے محیط
پاس اپنے زاہد و بتخانہ اور کعبہ ہے ایک

کب محمد سے جدا ہے احمد اور محمود بھی
صورتِ یٰسین و طٰہٰ برزخ کبریٰ ہے ایک

رشتۂ بینہ بنا ہے تانا اور بانا یہہ صاف
اپنی اب تارِ نظر میں سوت اور جامہ ہے ایک

بن گئی ہے آنکھ جس سے ہیں بہت اس میں حجاب
پر نظر میں صاف بین کے پتلی اور دیدہ ہے ایک

لن ترانی کی حقیقت مجھ سے اے موسیٰ تو سن
اس جوابِ صاف میں البتہ ہاں نکتہ ہے ایک

کب ہلا تشبیہہ تنزیہہ آئے گی تجھ کو نظر
جانِ لے انوارِ ذات اور طور کا شعلہ ہے ایک

روشنی اور شمع میں مطلق نہیں ہے غیریت
آتشِ و سوز و گداز و تاب اور لمعہ ہے ایک

پایۂ بینا دقیصر تن کو پایا ہم نے صاف
جسم کی بار آوری کا سر بسر پایہ ہے ایک

ہیں صفات اُن کی جدا پر ذات میں اپنی تمام
عاقل و ناداں و سرمست اور دیوانہ ہے ایک

آدم اور قمری مظاہر سرّ ہُو کے ہیں تمام
مرغِ دم کا ان کے سن لو صوت اور نغمہ ہے ایک

ہے جُدا ہر اک صفت میں خلق گو ہے جدہ ہزار
لیک سُبکی شکل میں ہاں ذاتِ حق پیدا ہے ایک

جس کو پاتے ہیں بقا میں ہے فنا میں خود وہی
سامنے ہر دم ہمارے مردہ اور زندہ ہے ایک

جانتا ہے واصل اس کو روبرو مہجور سے کے
رمز کہنے کی نہیں یہ بھید ہاں اِخفا ہے ایک

ہو کے میری ہم زبان جبرئیل فرماتے ہیں صاف
وحی اک الہام اک القا ہے اک خطرہ ہے ایک

ذاتِ مطلق سے تعلق رکھتی ہیں سارے صفات
ہے نبی اِک اور ولی اک رب ہے اک بندہ ہے ایک

ڈھونڈھتا ہے کس کے گھر کو بن کے ششدر چو طرف
لامکاں کا شش جہت ہی بن گیا نقشہ ہے ایک

مصحفِ رخ پر نظر کر اُس کے پڑھکر آئینہ
گنبدِ گردوں کا مطلق صاحب خانہ ہے ایک

دوسرا ہوتا ازل میں تو وہ کرتا خود ظہور
بن کے احمدؐ خود احد مخلوق میں پہنچا ہے ایک

ہے نظر واحد جو دونوں آنکھ کی اے دور بین
دیکھ دونوں مردمک سے سر بسر بینا ہے ایک

قلب کی گفتار ہی بنتی ہے رفتارِ زبان
کب ہیں خاموش دو لبوں کو لب یہاں گویا ہے ایک

اول و آخر جو ہے ہاں ظاہر و باطن وہی
دیکھ لے قرآن پڑھ کے صورتِ اسما ہے ایک

عالمِ ناداں سے کب تفسیر اس کی ہو سکے
مختلف ناموں کا مطلق مطلب اور معنی ہے ایک

لاشریک وحدہٗ ہے خلق میں ہر ہر بشر
دیکھ لے مخلوق میں کب ایک سے ملتا ہے ایک

وصل کو تیرے عدم سے دوسرا پیدا ہو کب
گنجِ مخفی سے تو مطلق بن کے خود نکلا ہے ایک

نفی و اثبات و صفاتِ ذات میں ہے جو دوئی
صاف کفر و شرک کا تہلیل میں دھوکا ہے ایک

نام سے اللہ کے کب ہے جدا اسمِ آلہ
بات میں توحید کی ہاں لا ہے اک اِلّا ہے ایک

جس طرح ماہِ درخشاں ہو نقابِ ابر میں
اس طرح ذات و صفت کے درمیاں پردہ ہے ایک

کر دوئی دور اور نظر کو صاف کر کے دیکھ لے
مشتری اک زہرہ اک اور چاند کا ہالہ ہے ایک

کر نظر ہر مرتبہ میں شکل بنتی ہے جدا
گرچہ اصل شیر اک جغرات اک مسکہ ہے ایک

صورت آئیگی نظر تیری نہ ان چیزوں میں صاف
دیکھ لے روغن میں منہ ان سب کا منجملہ ہے ایک

محیی و حی و قابض وجو ہے وہی ہے یا ممیت
آب و خاک و باد و آتش کا بنا پتلا ہے ایک

حضرت انسان کا اس میں کب ہے اب نام و نشان
چار عنصر سے مجسم ہو گیا چہرہ ہے ایک

ماسوا اللہ کون ہے اس ہستی مخلوق میں
شکل سب کی ہے وہی بہروپیا بنتا ہے ایک

ہاں جنین و طفل و شیخ و شاب میں کب ہے دوئی
نطفہ خون و علوق و ہیئت و مضغہ ہے ایک

سمجھئے دم سے کسی دم یہ جدا ہوتے نہیں
استخوان و گوشت اور چرم و رگ و ریشہ ہے ایک

ہیں بہت ایسے نظائر علم وحدۃ پڑھ تجھے
دور کرنیکو دوئی کافی میرا کہنا ہے ایک

نطق بے صوت و صدا اس کی سنیگا کسطرح
عالم امکان میں تو اے شیخ بے بہرہ ہے ایک

ہے اگر بانگ جرس سے سامعہ کو تیرے شوق
کر سماعت حافظ و جامی کا قول اس جا ہے ایک

ہوئیں گے لب بند اس شیریں کلامی سے تیرے
گفتگو مجھے حق میں مخفی نعمت عظمیٰ ہے ایک

پیروی پیران واصل سے تو کر اس رمز کی
ہاں سبھی صاحب دلونکا مطلب سینہ ہے ایک

۸۰	گر فنا فی الشیخ ہو تو دیکھ لو اے چشتیو عاشق محمود اور اجمیر کا خواجہ ہے ایک	۱۱

جو رنگ یار کا ہے وہ ہے سیم و زر کا رنگ
ہے رنگ شمس کا وہی جو ہے قمر کا رنگ

جو تخم میں نہاں تھا شجر سے ہوا عیاں
ہے تخم جو درخت میں لایا ثمر کا رنگ

مجھ میں سبھی کمال تھے پر میں تھا بے خبر
پایا جو خود کو لایا یہ خیر البشر کا رنگ

پہلے تھے جس طرح سے اسی طور اب ہیں ہم
اے عشق ہے تمام اسی عشوہ گر کا رنگ

جب لامکاں میں قصر کا نقشہ نظر پڑا
خود ہو گیا مکین تو لیا آپ گھر کا رنگ

جب بتکدہ میں اپنا صنم جلوہ گر ہوا
پتھر میں چھپکر آپ ہی لایا حجر کا رنگ

خاکستر آپ ہو گئے ہم سوز عشق سے
اے دل جلو یہ دیکھو ہمارے جگر کا رنگ

لائے ہیں اور رنگ فنا ہو کے یار میں
دکھلائیں کیا ہم آج ہے اپنا کدھر کا رنگ

دریا سے قطرہ بنکے جو نیساں میں آگیا
عشقِ صدف میں اپنا بنایا گہر کا رنگ

ہم جس کو دیکھتے ہیں اسی میں ہے اپنا یار
اپنے صنم کا رنگ ہے سب بحر و بر کا رنگ

۸۱	خواجہ معینِ دینؒ ترے عاشق کو دیکھ لے ہے چہرہ زرد سرخ ہر اک چشم تر کا رنگ	۱۵

ہے بیچگوں کا نشو و نما خواجۂؒ بزرگ
ہے صورتِ رسولؐ خدا خواجۂؒ بزرگ

روئے معینِؒ دین ہے خود اللہ کی شبیہہ
مطلق نہیں خدا سے جدا خواجۂؒ بزرگ

سر پر ہے اس کے تاج ہو اللہ کا سدا
ہے بادشاہ ہر دوسرا خواجۂؒ بزرگ

ہم پر یہ راز سب شب معراج کھل گیا
ہے روشنی بدر دجیٰ خواجۂؒ بزرگ

ہٰذہ حبیب اس کی جبین کی ہے سرنوشت
ہے خطِ کلکِ عشق وولا خواجۂؒ بزرگ

فرشِ زمین پر اس کی تو ہے بارگاہ لیک
تشبیہہ اس کی محو جو تنزیہہ میں ہوئی
تم درجۂ وجود پہ اس کے نظر کرو
نسبت ہے اسکی ذاتِ مقدس کو راگ سے
حاصل یہ کب ہے نعمتِ عظمیٰ ہر ایک کو
عظمت ہے اُسکی اور ہی سمجھا نہیں کوئی
حاصل ہے کب مسیح کو حب شفا کہ خاص
شامل ہے جسم اس کا جو حیدرؓ کے خون میں
حضرت کی پیروی میں ہمیشہ ہیں خاص و عام

ہے جلوہ ریز عرش علا خواجۂ بزرگؒ
ہے رمزدانِ سرِّ انا خواجۂ بزرگؒ
ہے رتبہ شہود میں کیا خواجۂ بزرگؒ
ہے رازدارِ صوت و صدا خواجۂ بزرگؒ
خود وجد و حال کی ہے بنا خواجۂ بزرگؒ
ہے شانِ اولیا سے سوا خواجۂ بزرگؒ
ہے عشق کے مرض کی دوا خواجۂ بزرگؒ
ہے پاک ذات صل علیٰ خواجۂ بزرگؒ
ہے رہ نمائے شاہ و گدا خواجۂ بزرگؒ

۸۲	محمود کے طفیل سے اے عاشقِ گدا ہے پیرِ دستگیر میرا خواجۂ بزرگؒ	۱۷

نئے آدم کا سنو لیسے خوش الحان ہے راگ
مطربو گاؤ سمجھ کر کہیں لگجائے نہ آگ
ذات میں حق کی فنا ہو کے سنو نغمۂ عشق
غیب کی صوت مزامیر کے آواز میں ہے
راگ سننے کے لیے گوشِ سماعت ہیں ضرور

سچ حقیقت ہے یہی اصل ہر انسان ہے راگ
آتشِ عشق کا اک شعلۂ سوزان ہے راگ
نطقِ توحید سے خود مظہرِ سبحان ہے راگ
محفلِ وجد میں اے عارفو عرفان ہے راگ
پائے مطلب کو ہر اک یوں نہیں آسان ہے راگ

پلۂ ذوق میں تل جاتے ہیں اوزانِ سماع
قالِ موزوں کیلئے خوب ہی میزان ہے راگ

راگ کے سُننے سے ہو جاتی ہے طاقت دل کو
سُن رکھو عارفو کیا قوتِ رگِ جان ہے راگ

جلوہ گر ہوتے ہیں اسرارِ خفی سب اس سے
اہلِ باطن کیلئے کشفِ نمایاں ہے راگ

ہے وہ گانہ سے تیرے خوب یہ گانا اے شیخ
دفعِ خطراتِ عبادات کا سامان ہے راگ

حالتِ وجد میں کہتا ہے مسیحا مجھ سے
مرضِ دل کا تیرے چارہ و درمان ہے راگ

حلّتِ نغمہ کہاں جانتے ہیں زاہدِ خشک
ذوقِ طاعت کو عجب نعمتِ الوان ہے راگ

لامکاں تک جو گزرتا ہے یہ شاہین رواں
دل کے پرواز کا اے صوفیو خواہان ہے راگ

چشمِ عشاق سے بہتا ہے جو دریائے سرشک
ہر دم اُن کے لیئے اک قلزمِ طوفان ہے راگ

شیخ صاحب کو جو انکار ہے ہم کو ہے پسند
مجلسِ حال میں خود طالبِ رندان ہے راگ

پھول رکھنے کے عوض قبر پہ گا اے مطرب
میری مرقد کا گل و سبزہ و ریحان ہے راگ

۸۳	ساتھ آداب کے عاشق تو سنا کر دل سے قیصرِ حشیتؒ کے دربار کا فرمان ہے راگ	۱۴

صنم کی زلف کا ہے مبتلا دل
کمندِ عشق میں ناحق پھنسا دل

میرے پہلو میں جو رہتے ہو ہر دم
تمہارا کس لئے مجھ سے ملا دل

بڑا دھوکا دیا نقدِ وفا کا
میرا کیوں مفت میں تونے لیا دل

عطا کر مرغِ جاں کو تاجِ الفت
بنا ہے آپ ہی شکلِ ہما دل

ہوا بنکو جو پہونچی روح تن میں
لہو کا عاشقوں کے ہو کے پیاسا
تری منطق عبث ہے چپ ہو واعظ
تو ہم سے سیکھ لے کچھ علم سینہ
بھڑک اُوٹھے گا دم میں شعلۂ آہ
کہاں رفتار پر زاہد کی ٹہرے
اگر ہے صاحب دل تو سمجھ لے
ہوا ہے جُرم سے الفت کے نام

صفت غنچہ کی خود اپنا کھلا دل
سدا خونِ جگر پیتا رہا دل
کتابی گفتگو سے پھر گیا دل
ہُوا ہے آج اپنا رہنما دل
نہ ہر دم عاشقوں کا تو جلا دل
چلن پر رند کی جب آچکا دل
یہ کس کے دل میں اپنا جا بسا دل
جھکائے سر کو رہتا ہے میرا دل

۸۴	تصور رکھ معینِ دینؒ کا ہر دم یہ ہے عاشق کا تجھ سے مُدعا دل	۱۳

جو تو سنتا ہے باطن کی صدا دل
عدم سے عشق دھو کا دیکھے لایا
نہیں آرام اب مجھ کو کسی وقت
نظر آتی ہے ہر دم اپنی صورت
نہیں اک آن ہم طاعت سے خالی
نہیں کعبے سے کچھ بھی ہم کو مطلب

وہی ہے یار کی اپنے ندا دل
عبث اک بات پر ہم نے دیا دل
یہ کس بیدرد کے پالے پڑا دل
بنا ہے صاف شکل آئینہ دل
کچھ ایسا کاسب و شاغل ہوا دل
مکانِ حق ہمارا خود بنا دل

عبث ہر وقت ہے چلنا زبان کا
نفس کی گفتگو میں جب پڑا دل
جو بھڑکی آتشِ الفت جگر میں
یکا یک اے صنم گھبرا اُٹھا دل
ہوا جب اضطرابِ عشق دونا
میرے قابو سے جاتا ہی رہا دل
جفا پر جب کمر باندھی قضا نے
کیا خود تو نے بھی وعدہ وفا دل
مجھے ناحق کیا بدنام تو نے
کیا ہے میں نے کیا تیرا بُرا دل
ہمارا قلب سب کا سا نہیں ہے
جو میں کہتا ہوں ہے وہ دوسرا دل

۸۵	جنابِ خواجہ چشتیؒ سے عاشق یہ کہہ دے کس لئے تیرا لگا دل	19

کعبے کے سب بتوں کی پرستش کرائیں چل
لات و منات کو بھی گلے سے لگائیں چل
کب خانہ خدا میں نماز اپنی ہوا دا
معبد میں کافروں کے مصلا بچھائیں چل
خوش صورتیں ہیں جمع جو مکتب میں عشق کے
پڑھ کر فسانہ یار کا اُن کو سنائیں چل
چھپ چھپکے میکدہ میں جو آتے ہیں محتسب
پہلے شراب شوق کی اُن کو پلائیں چل
دل گٹھ گیا ہے ہاتھ میں اُس بیوفا کے آج
روٹھے وہ لاکھ بار تو اس کو منائیں چل
صورت صنم کی بنتی ہے جب مردمک ہی خود
در پردہ اپنے شوخ سے آنکھیں لڑائیں چل
پیدا ہوا ہے حُسن پرستی کا اب خیال
اے دل کسی پری کا تصور جمائیں چل
دیوانگی سے ان دنوں ہے جوشش جنون
یا ہُو کی لامکان میں شورش مچائیں چل

بیچوں کی صوت سے ہے تعشق تو دشت میں
طائرسا آشیانے کو اپنے بنائیں چل

شاہی تو ملک واحدیت کی نہیں پسند
دُرویش کشورِ احدیت کو جائیں چل

لاکھوں کڑوڑوں صورتیں بن کر جومٹ گئیں
ہے کیا حقیقت اُسکی مصوّر سے پائیں چل

آواز ہے یہہ کس کی وری الوریٰ میں آج
عالم سے غیب ہو کے ابھی اس کو لائیں چل

روشن ہے شمعِ جان جو سر یار پر میرے
پروانہ کر کے دل کو اب اس پر جلائیں چل

رونے سے عندلیب کے غنچہ جو بند ھے
واکر کے عقدہ عشق کا اس کو ہنسائیں چل

پیدا ہوا ہے شوق تماشا جو یار کو
لاکھوں بدل کے صورتیں اپنی دکھائیں چل

عاقل بھی دیکھ کر ہمیں کہتے ہیں آدمی
اے جان ہے لطف کیا یہ تعین اٹھائیں چل

سینے میں اپنے آج سماتا نہیں ہے گنج
صاحبدلوں کے بزم میں اُس کو لٹائیں چل

ہے بارگاہِ پیر کی قبلہ بنی ہوئی
اجمیر ہی کے سمت سر اپنا جھکائیں چل

۸۶

عاشق کی لیکر آج عقیدت سے یہ غزل
خواجہ معینِ دیںؒ کی گنبد میں گائیں چل

۱۳

کافرِ عشق ہیں رکھتے ہیں جو ہم رام سے کام
ایسے دیندار کہاں رکھتے ہیں اسلام سے کام

زلفِ مشکیں کو تری دیکھ کے اک دم میں پھنسا
مرغِ جان اپنا یہ رکھتا ہے اسی دام سے کام

رات دن کس کے تصور کی ملی ہے خدمت
دل کو رہنا نہیں عاشق کے جو آرام سے کام

منہہ سے مینائے تصوف ہی لگا رہتا ہے
ساقیا تجھ سے غرض ہے نہ مجھے جام سے کام

دیر میں دیکھتے ہیں جا کے خدا کی صورت
برہمن خوب ہیں رکھتے ہیں جو اصنام سے کام

لامکاں میں جو رہا کرتے ہیں ہر دم عاشق
در و دیوار سے مطلب نہ انھیں بام سے کام

خلوتِ یار میں طے ہو گئیں ساری باتیں
مجھ کو پیغام پہ اب کچھ نہیں پیغام سے کام

کعبۂ دل کا طواف اپنے کو حاصل ہے سدا
مدتوں میں پڑے حُجّاج کو اِحرام سے کام

رات دن جلتے ہیں عشّاق تبِ ہستی سے
تجھ کو اے شمع سحر تک ہے سرِ شام سے کام

بیخودی میں بھی مجھے اُس نے جھنجھوڑا دم بھر
کون ایسا ہے بھلا رکھے جو ناکام سے کام

قتل کرنے کو میرے ابروئے خمدار ہے بس
اے ستمگار نہ رکھ تو کبھی صمصام سے کام

وصلِ جاناں میں مجھے صاحبو چاہو سو کرو
جان میری نہیں رکھتی ہے کچھ انجام سے کام

۸۷	طالبِ فیض ترا جب سے ہے اے خواجہ چشتؒ دل کو عاشق کے سدا رہتا ہے الہام سے کام	۱۵

آبِ رحمت کے ابتدا ہیں ہم
بحرِ وحدت کے انتہا ہیں ہم

یمِ الفت کے آشنا ہیں ہم
اپنی کشتی کے ناخدا ہیں ہم

نکل آئے ہیں باغِ جنت سے
سخت مُجرم ہیں پُرخطا ہیں ہم

پڑھ چکے جب فَثَمَّ وَجْهُ الله
رمز دانِ فنا نما ہیں ہم

جس طرف دیکھو اپنی صورت ہے
خوب سمجھیں تو جابجا ہیں ہم

آؤ خلوت میں گر رسائی ہو
طالبِ حق کے رہنما ہیں ہم

اپنی ہستی کو کر کے تجھ میں فنا
دل لگاؤ نہ ہم سے دنیا میں
عشق نے جو عدم سے کھینچا ہے
مُبتدا و خبر ہیں اپنے آپ
ماہی بن گئی ہے شکلِ جگر
کس سے مانگیں دعا اٹھا کر ہاتھ
آج بستر ہے بوریا اپنا
کب گزر ہو یہاں مسیحا کا

بن گئے صورت بقا ہیں ہم
کوچ کرتے ہیں بیوفا ہیں ہم
خود اسیرِ غم و بلا ہیں ہم
خطِ تقدیر کے بنا ہیں ہم
خود عزا اور کربلا ہیں ہم
آپ ایجابِ مدعا ہیں ہم
خاص دُرویش بے ریا ہیں ہم
دردِ الفت کی خود دوا ہیں ہم

۸۸	خواجہ چشتؒ کی ہدایت سے عاشقِ روئے مرتضیٰ ہیں ہم	۱۵

موجود ہو گئے ہیں جو شکلِ خدا میں ہم
جلوہ دکھا رہے ہیں جو اللہ بن کے خود
ہے مظہرِ اتم کی حقیقت سے اپنی بود
ملکِ عدم سے نکلے جو دھوکے میں عشق کے
پوچھو نہ ہم سے الفتِ حوّا کی سرگذشت
نکلا زبان سے کس کی اَلَستُ بِرَبّکُم

ہاں ذاتِ مصطفیٰ کے ہیں نشو و نما میں ہم
بیچونگی سے آئے ہیں چون و چراں میں ہم
آدم کا تھا ظہور کہاں تھے بنا میں ہم
کیا پھنس گئے ہیں آن کے حرص و ہوا میں ہم
دنمرات منفعل ہیں خود اپنی خطا میں ہم
سمجھے ہیں اُس کی رمز کو قالو بلیٰ میں ہم

مربوب و رب کے سمجھو عروج و نزول کو
تحت الثریٰ میں تم ہو تو عرش علیٰ میں ہم

آئینہ شش جہت کا ہے موجود روبرو
صورت کو اپنی دیکھتے ہیں انّما میں ہم

ہر لحظہ عشق اپنا بدلتا ہے رنگ ڈھنگ
جو ابتدا میں تھے ہیں وہی انتہا میں ہم

تنزیہہ اپنی اور ہے تشبیہہ دھیان میں
ذرات اب ہیں سیر بقا و فنا میں ہم

اثباتِ حق میں ہوگیا میں تو کا سب شمار
موجود کب ہیں دیکھئے معنیٔ لا میں ہم

ہے دوسرا کہاں نظر آئے جو غیر کو
موجود ایک آپ ہی ہیں ہر دو سرا میں ہم

صوت و صدائے یار جو سنتے ہیں ہر نفس
پہونچے ہیں ایک دم میں وریٰ الوریٰ میں ہم

سر میں سما گیا ہے ازل ہی سے خود غرور
کس طرح سر اٹھائیں نہ سرِّ انا میں ہم

۸۹	خواجہ معین دین کے جو عاشق ہیں دل سے اب اعزاز و قدر رکھتے ہیں شاہ و گدا میں ہم	۴۲

ہُو ہیں ہم اور ہم احد اور احمدؐ مختار ہم
ہم کریم اور ہم رحیم اور ایزدِ ستار ہم

ہم ہیں اوّل ہم ہیں آخر ہم ہیں مخفی ہم عیاں
راز ہم ہمراز ہم اور بھید ہم اسرار ہم

صفر ہم ہیں ہم ہیں نقطہ ہم الف اور ہم ہیں خط
ہم ہیں وحدت ہم ہیں کثرت دو ہیں ہم اور چار ہم

قطرہ و دریا ہیں ہم اور ہیں ہمیں موج و حباب
ہم صدف اور ہم ہیں نیسان اور دُرِ شہوار ہم

زرد ہم اور سبز ہم اور سرخ ہم اور ہم سیاہ
خاک ہم اور باد ہم اور آب ہم اور نار ہم

پنبہ و رشتہ ہیں ہم اور ہیں ہمیں تاسوت و سوت
ہم ہیں بانا ہم ہیں تانا اور روان ہم تار ہم

شان ہم بے شان ہم اور ہم مکان ولامکان
ہم ستون و بام ہیں اور در ہیں ہم دیوار ہم

ہم شکست و ریخت ہیں اور ہم ہیں سنگ و ریگ و خشت
ہم ہیں تعمیر اور ترمیم اور ہیں معمار ہم

صید ہم صیّاد ہم اور ہم ہیں آہو ہم ہیں شیر
دشت ہم میدان ہیں ہم اور ارض ہم کہسار ہم

آسمان و برج ہیں ہم اور برق و قوس و ابر
ہم قمر خورشید ہم اور ثاقب و سیّار ہم

شرق ہم اور غرب ہم ہیں ہم شمال اور ہم جنوب
روز ہم اور شب ہیں ہم اور خفتہ و بیدار ہم

ہم مقیّد ہم ہیں مطلق ہم ہیں بیرون ہم درون
جسم ہم اور جان ہم اور شکل ہم رخسار ہم

مردمک ہم چشم ہم اور قلب ہم اور ہم زبان
نطق ہم خاموش ہم اور لب ہیں ہم گفتار ہم

عاشق و معشوق ہیں ہم شاہد و مشہود ہیں
طالب و مطلوب ہم اور دلبر و دلدار ہم

شاخ ہم اور خار ہم اور گل ہمیں ہم رنگ و بو
ہم خزان اور ہم بہار اور بلبل و گلزار ہم

طور ہم موسیٰ ہیں ہم اور ہم تجلی ہم ہیں نور
ہمکلام اور دید ہم اور طالبِ دیدار ہم

ہم ہیں کعبہ ہم مدینہ ہم نجف ہم کربلا
حج بھی ہم حجّاج ہم اور ظایف و نوّار ہم

مسجد و منبر ہیں ہم اور ساجد و مسجود بھی
شیخ ہم زاہد ہیں ہم اور عابد و دیندار ہم

بت ہیں ہم بتخانہ ہیں ہم رام و لچھمن ہیں ہمیں
کفر ہم کافر بھی ہم ہندو بھی ہم زُنّار ہم

سایہ و ہمسایہ ہم ہیں اور ہم نزدیک و دور
دوست ہم دشمن بھی ہم اور یار ہم اغیار ہم

ہم ہیں مینا ہم ہیں ساغر ہم ہیں ساقی ہم گزک
ہم کباب اور ہم شراب اور مست ہم میخوار ہم

ہم خریدار اور تاجر ہم ہیں جنس اور ہم ہیں مال
ہم ہیں دوکان ہم سودا اور سرِ بازار ہم

ذابح و مذبوح ہم ہیں ہم حلال اور ہم حرام
ہم ہیں ظاہر ہم ہیں مکروہ اور ہیں مردار ہم

ہم صلاح اور جنگ ہم اور ہم ظفر اور ہم شکست
ہم جواں مرد و سپاہی ہم سپر تلوار ہم

ہم جنون اور ہم ہیں مجنوں اور ہم دیوانے ہیں
ہم مرض درمان ہیں ہم آزار ہم اور ہم شفا
گنج ہم قارون ہیں ہم اور ہم بخیل اور ہم غنیِ
ہم ہیں شہ نواب ہم ہیں ہم امیر و ہم وزیر
خال ہم اور خط ہیں ہم اور ہیں ہمیں زلفِ نگار
خرّم و شادان ہیں ہم اور ہیں ہمیں عیش و سرور
نیک ہیں ہم بد ہیں ہم اور ہیں ثواب اور ہیں عذاب
ہم ہیں طبقاتی فقیر بے نوا اور با نوا
ستر ہم بے ستر ہم ہیں اور لنگوٹا ہیں ہمیں
ہم ہیں سجہ ہم ہیں سمرن ہم وظیفہ ہم ہیں ورد
زیرو ہم بالا ہیں ہم اور راکب و مرکب ہمیں
مرد ہم عورت ہیں ہم اور ہیں ہمیں پیر و جوان
ہم ہیں مولی ہم ہیں قنبر ہم کنیز اور ہم غلام
علم ہم بے علم ہم ہیں ہم سیاق اور ہم سباق
ساز ہم سازندے ہم اور ہم ہیں مطرب ہم سرود
ہم ہیں مُلّا ہم مشائخ ہیں ہمیں تعویذ و فال
ہیں ہمیں منصور ہو کر مست انا الحق کہتے ہیں

عاقل و دانا ہیں ہم اور زیرک و ہشیار ہم
ہم مسیحا ہم ہیں صحت اور ہیں بیمار ہم
فقیر ہم فاقہ ہیں ہم اور زر ہیں ہم زردار ہم
تاج ہم اور تخت ہم اور صاحبِ دربار ہم
ہم جبین ہیں فرق ہم اور ابروے خمدار ہم
رنج ہم بے رنج ہم اور غم ہیں ہم غمخوار ہم
ہم ہیں زحمت ہم ہیں رحمت اور ہیں غفار ہم
رند ہم ملحد ہیں ہم اور ہیں قلندر وار ہم
لنگ ہم ہیں دلق ہم اور جبّہ و دستار ہم
شاغل و کاسب ہمیں ہیں اور بے اذکار ہم
ہم سوار اور ہم ہیں پیادہ رہ بھی ہم راہوار ہم
طفل ہم معصوم ہیں ہم اور برخوردار ہم
ہم ہیں نوکر ہم ہیں خادم اور ہیں سالار ہم
جمع ہم تقسیم ہم اور منطق و تکرار ہم
ہم ہیں سارنگ اور ستار اور طبل ہم مزمار ہم
ہم دغا ہم ہیں فریب اور کید ہم مکّار ہم
ہم ہیں مظلوم اور ظالم دار ہم سردار ہم

۹۰	اے معین الدین تیرا عاشق صادق جو ہے اس کے ہم محبوب ہیں اور دوست ہیں ہم یا ہم	۹

بہ عشق صوت بیچونی بہ صحرا خوار میگردم
زبربادی بقا جستم پئے دلدار میگردم

زقطرہ موج واز موجے حباب وصورت گرداب
وجود از آب دارم دریم زخار میگردم

خزان رفت و بہار آمد بباغ عشق بیچونی
ہمانا صورت بلبل درین گلزار میگردم

حقیقت نیست آدم را بجز ذات و صفات حق
انا الحق گر نہ گویم من جُدا از یار میگردم

بنا بتخانہا کردم ندارم شوق از مسجد
بباطن کافر عشقم ولے دیندار میگردم

نخواہم خانۂ گل راکہ دارم کعبۂ دل را
طوافے میکنم ہر دم بجان ہر بار میگردم

شنیدم یار می آید برون از پردہ چوں انسان
بچشمے مردمک گشتم پئے دیدار میگردم

تجلیہا نمی بینم کہ ہست ادنیٰ صفات تو
مئے وصلت کہ من خوردم ازان سرشار میگردم

۹۱	شدم چون عاشق مولیٰ کنم بس گریہ و زاری غلام خواجۂ چشتم قلندروار مے گردم	۱۱

نور دلدار کہ در شکل بشر می بینم
ہمچنان عکس جہاں را بقمر می بینم

شعلۂ عشق کہ از آتش دل برخیزد
سوزش الفت حق خود بجگر می بینم

راز مخفی کہ عیاں گشت بکشف باطن
ہر سر مد ہمہ در حلقۂ سر می بینم

بُت پرستی کنم اے برہمن از دل سوزی
زاہد از چشمِ بدی برمنِ عاشق منگر

ذاتِ حق مطلق و نے دخل دوی را در روے
خلوتے گشت چو در انجمن ہستی من

رفت غارت دلِ عشاق براہِ الفت
آتش عشق کہ در جانِ جگر می بینم

ہست زاہد بہ نمازِ تو مقرر اوقات
در وجود ش ہمگی جن و بشر می بینم

نیست بر سطح عدم نام و نشانِ دوزخ
منزلِ عاشقش پر ز خطر می بینم

شغلِ دل روز شب و شام و سحر می بینم
این کہ دنیاست ہمیں جائے سقر می بینم

گوہر اشک درین دامن تر می بینم
در وطن باشم و خود را بہ سفر می بینم

۹۲	حضرتِ خواجہ چشتیؒ من عاشق الحق روئے تو صبح و مسا پیشِ نظر می بینم	۱۳

خدائے لامکان ہستم ہمیشہ خانہ ویرانم
شراب وصل او خوردم کہ من سرشارم و مستم

چو گر دیدم خود آئینہ نمایاں شد ازان صورت
رسیدند آدم و حوا بجوشِ عشق در دنیا

شدم من بندۂ الفت محبت شد خدائی من
کنونم لمحد وحدت شدم آزاد از ملت

وجود و ذات من اینک بحالِ اصلی خویشت
چہ امکان عرش و کرسی را کہ باشد قصر ایوانم

بگویم رازِ خلوت را چہ باشد یار امکانم
بگویند نامِ خود جانان مگر آن کیست حیرانم

عیاں گر دید بر عالم تمامی سرِ پنہانم
کہ دارم عشق دلدارم ہمیں شد دین و ایمانم

ندارم مذہبِ کافر نہ بر دینِ مسلمانم
دوئی را ہیچ دخلے نے بظاہر جن و انسانم

به بینم صورتِ رحمٰن که در آئینہ قرآن — نمایان می شود حُسنش بعکسِ روئے خوبانم
بیا در باغ بیچونی نگر گلہائے گوناگون — شنو در نغمۂ بُلبُل صدائے شور و افغانم
مرا بعد از فنا باقی ہمیں حسرت بود جاوید — چسان تنہا بذاتِ خویش خواہد ماند جانانم
بذاتِ لم یزل معدوم کردم ہستیٔ خود را — شُدم مطلق وجودِ او بقائے خویش میدانم
سر انجامِ عدم دیدم بہ ہستی اندرین عالم — ندارم در جہاں غیر از فنا ہر لحظہ سامانم

۹۳	جنابِ خواجۂ چشتیؒ نظر سویم کن از رحمت کہ بر تو عاشقِ زارم بدرگاہ تو دربانم	۱۷

مصحفِ رخ چہ کنم صورتِ رحمان دارم — شکلِ اللہ منم ہستیٔ سبحان دارم
ہست از برزخِ من روئے محمدؐ ظاہر — نہ منم آدم و نے چہرۂ انسان دارم
قُل ھُو اللہ احد نقطۂ تعلیم منست — درسِ توحید خودم آیۂ قرآن دارم
اوّل و آخر و ہم ظاہر و باطن کہ توئی — کنم این رازِ خفی فاش چہ امکان دارم
جامع ذات و صفاتست طلسمات جہاں — در تماشائے خودم دیدۂ حیران دارم
غیر من ہیچ صنم نیست درین دیر جہاں — خود پرستی کنم و کفر در ایمان دارم
ہر نفس میرسد از روحِ تجلّی بہ جگر — قلب را سوختم و سینۂ سوزان دارم
ہست بر فرشِ زمین شاہیم ابدا حاصل — بسترِ خاک چو اورنگِ سلیمان دارم
من بہ میخانۂ توحید کہ پیمانہ کشم — از خودی دورم و خود صحبتِ رندان دارم

بہر آسایشِ من دار عدم ہم کافیست
قصرِ جنت چہ کنم خانۂ ویران دارم

مرضِ عشق زدارو سے مسیحانہ رود
بہر خود حبِّ فنا چارہ و درمان دارم

ہر نفس نغمۂ معشوق کہ گوشم شنود
زین سبب من بزبان شورش و افغان دارم

لذتِ رمزِ خفی یافتم از سرِّ جلی
اندرین کاسۂ سر نعمتِ الوان دارم

اندرین ہستئ موہوم وو ذاتست نہاں
عبد و رب خود شدم و شکل نمایان دارم

الحق ایدل بزبانم کہ انا الحق در داست
بر سرِ دار روم حسرت و ارمان دارم

دلق و تسبیحِ من اے زاہدِ حق بین منگر
اہلِ تزویر منم روئے مسلمان دارم

۱۹	اۓ شۂ خواجہ چشتی منِ عاشق بہ جہان از گدائی درت حشمتِ سلطان دارم	۹۴

منم آن نقطۂ ذاتم کہ در اسرار بودستم
ہمان از وحدتِ خویش احمد مختار بودستم

من آن صدیق و فاروقم کہ خود در صورت عثمان
در اصحاب محمدؐ حیدرِ کرار بودستم

بشانِ اہلبیتِ پاک کردم جلوہ در دنیا
من آن مردم کہ خود در زمرۂ انصار بودستم

من آن سجادم و باقر منم آن موسیٰ کاظم
تقی و ہم نقی و جعفرِ طیار بودستم

رسیدم از رضائے خویش در شانِ امامِ دین
ہمانا عسکری و سرور سالار بودستم

خلیل اللہ من آنم کہ از اعجاز توحیدی
درون آتشِ نمرود خود گلزار بودستم

زِ کنعان آمدم بیر دل ناپیے سودائے عشقِ خود
منم آن یوسفؑ حسنم کہ در بازار بودستم

سوار کوہِ طور آنم و دئی در وحدت آورده — منم آن موسیم خود طالبِ دیدار بودستم
جوابِ لن ترانی خود مُشنیه کرد ذاتم را — منم آن بے زبان ہستم که با گفتار بودستم
نه ابراہیم و آدم بود در تعمیرِ بیت الله — مکینِ لامکان آنم که خود معمار بودستم
بود ابلیس کئے غالب بر اندام لطیفِ منِ — من آن با صبر الیوبم که بس بیمار بودستم
نکو در چہرۂ مولائے خود من گشته ام پیدا — من آنم صورتِ قنبر که خدمتگار بودستم
به تشکل غوثِ اعظم شد جمالِ ذاتِ من ظاہر — من آن محبوبِ سبحانم که خود دلدار بودستم
مکرر آمدم در شانِ محبوب آلہی خود — نظام الدین سلطانم که خوش رخسار بودستم
بود از من جدا کئے بو علی صوفیٔ صافی — که در رخسار شرف الدین قلندر وار بودستم
منم مجنون منم لیلی منم وامق منم عذرا — من آن شیرین و فرہادم که بر کہسار بودستم
منم در صورتِ منصور پیدا گشت از وحدت — انا الحق گفتم از مستی که خود بر دار بودستم
صدائے مطلقم بشنو که غالب ہست بر ہر ساز — من آن یک اصل آوازم که بے مزمار بودستم

۹۵

جلال و عظمتم آور د چون شانِ حبیب الله
معین الدینؒ شدم گو عاشقِ غمخوار بودستم

۱۳

بنده را چون ز خود جدا دیدم — خویش را صورتِ خدا دیدم
حیؔ و محیؔ و ممیت و قابض را — عنصرِ خویش بر ملا دیدم
ہر چہار اعتبارِ وحدت را — کثرتِ ذات خود نما دیدم

در شہود و وجود و علم و نور
چون عرض گشتہ ام ز جوہرِ خویش
حالِ معراج خود کنم ظاہر
یکسرا ے جہان ندیدم صرف
چون حیاتم نمود روئے ممات
گم شدم چون بذات الا اللہ
جانِ من چہرۂ بقا چو نمود
سلب چون شد صفات من خود را
شنیدم صوتِ بیزبان چو ز دل

جلوہ گر ذاتِ خویش را دیدم
ذاتِ خود عینِ ما سوا دیدم
ابتدا را در انتہا دیدم
خود تماشائے دوسرا دیدم
صورتِ خویش را فنا دیدم
روئے خود را بہ شکل لا دیدم
قالبِ خویش را فنا دیدم
ذاتِ بیچون و بیچرا دیدم
روح را محوِ ھوے ہا دیدم

۹۶	در مریدانِ خواجہؒ اجمیر عاشقِ خویش را گدا دیدم	۱۳

ذاتِ خود را چو بے نشان دیدم
مسکنم عرش و فرش کے باشد
طائرِ باغِ قُدس ذاتِ منست
در وریٰ الوریٰ مرا ست مقام
عینِ ذاتم بلا صفات اینک

عظمتِ خویش لا بیان دیدم
ارض دیدم نہ آسمان دیدم
جائے خود غیر آشیان دیدم
منزلم صرف لامکان دیدم
غیرِ خود را نہ درمیان دیدم

ذاتِ بحت مست در حیرت
شسشدرم حالتم چنان دیدم

کیستم من عیان نشد بر من
سرّ ذاتم ہمہ نہاں دیدم

ایکہ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ
ذات خود را درین جہاں دیدم

از کلام نَفَخْتُ مِنْ رُوحِی
خویش را صرف جان جان دیدم

وصف اَلْآنَ ہم کَمَا کَانَ
صفتِ خویشِ جاوداں دیدم

چون شنیدم کلامِ صُمٌّ بُکْمٌ
خویش را بے لب وزباں دیدم

ہست آواز باطنم مطلق
سخنم سرّ بے دہاں دیدم

۱۷	عاشقِ خواجہ معینم را مست در بزم چشتیاں دیدم	۹۷

جو اپنے تعین کو ہم دیکھتے ہیں
یہ پیچوں کا فضل و کرم دیکھتے ہیں

صنم کے جو ابرو کا خم دیکھتے ہیں
مہ نو کو اس سے بہم دیکھتے ہیں

جو صوفی کہ ہستی کا غم دیکھتے ہیں
ہم ان کا فنا میں قدم دیکھتے ہیں

نہیں مثل موسیٰ جو بیہوش ہوں ہم
خدا کو خدا کی قسم دیکھتے ہیں

جو عاشق کہ آئے ہیں دارِ عدم سے
وہ ہستی کی کب یہاں نعم دیکھتے ہیں

تنفس جو اپنا ہے جاری اُسی میں
ہم اللہ کو دمبدم دیکھتے ہیں

نہیں گنجِ مخفی سے کم بطنِ مادر
جو آتے ہیں طاقِ حرم دیکھتے ہیں

جنھیں سیر حاصل ہے باغِ فنا کی
وہ کب بوستانِ ارم دیکھتے ہیں

جو چاہو تو قدموں پہ سر کو اوڑادو
کہ عاشق ہیں ملکِ قدم دیکھتے ہیں

چڑھا دو ہمیں مثلِ منصور سولی
فنا کے لئے ہم ستم دیکھتے ہیں

منقش جو ہے لوحِ دل عشق حق سے
وریدا پنے تن کی قلم دیکھتے ہیں

ہوا ھجر میں وصلِ حق ہم کو تو کیا
کہ اپنے کو وہاں کالعدم دیکھتے ہیں

جو عشق تباں میں دل اپنا ہے پُرخون
پسِ پردہ ہم یہ الم دیکھتے ہیں

جو آتا ہے عشرہ غمِ پنجتن میں
یہ باتھ اپنے شکلِ علم دیکھتے ہیں

ملی نعمتِ حق جو اکدام میں ہم کو
یہ مرشد کا فیضِ اتم دیکھتے ہیں

ہر اک کو عطا کرتے ہیں گنجِ مخفی
دل اپنا کریم الشیم دیکھتے ہیں

۱۱	گیا دیر میں عاشقِ خواجۂ چشتؒ ہم اس کو مثالِ صنم دیکھتے ہیں	۹۸

ظاہر میں شکل انسان باطن میں خدا ہوں
اللہ کی ذات سے میں مطلق نہیں جدا ہوں

خود ذاتِ لم یزل کی بیچون و بیچگون ہے
ہر جا وہی ہے آگہ خواب کس سے میں ہوا ہوں

گھونگھٹ میں میم کی سب اسرارِ حق نہاں ہیں
احمد ہوا احد سے سمجھا یہ میں بجا ہوں

رب کو زبان نہ تھی تو موسیٰؑ سے کس نے کی بات
کہدے یہ مجھ سے زاہد میں تجھ سے پوچھتا ہوں

جبتک تھا گنجِ مخفی پردے میں خود رہا میں
لایا جو عشق باہر تب سے میں پُرخطا ہوں

ڈھونڈھا جو حق کو میں نے دیر و حرم میں پایا
اس جسمِ ظاہری پر ہے مضطرب میرا دل
مدت سے آرزو جو تھی وصلِ رب کی دل میں
ہے لامکاں جو اپنا بہتر ہے اس مکاں سے
جو عشق کا ہو رنگریز جانے وہ رنگ میرا

ہندو ہوں یا مسلماں جو کچھ کہو بھلا ہوں
خواہاں ہے وہ فنا کا میں طالبِ بقا ہوں
خلوت ہوئی تو دیکھا وہ ہے نہ میں رہا ہوں
آدم نے کی خرابی اس جا جو میں بسا ہوں
بدلا ہے رنگ اپنا جس رنگ میں چھپا ہوں

۹۹	مٹی کو میرے در کی کرتے ہیں سرمہ عاشق خواجہ معینِ دیںؒ کا ادنیٰ جو خاکِ پا ہوں	۱۳

جو روح اپنے تن میں رواں دیکھتا ہوں
جو ہر شئے کو پاتا ہوں مظہر ترا میں
خودی کو جو اپنی کیا دور میں نے
نہیں آج موسیٰؑ تو کس کو دکھاؤں
احد اور احمدؐ میں جو کچھ ہے نقطہ
فنا جب کیا میں نے اپنے کو خود میں
چھپا بھی تو کیا شکلِ انساں میں آ جان
محیط اب جو پاتا ہوں ہر شئے میں تجھ کو
جو پاتا ہوں میں کعبۂ دل میں اس کو

تو بیچوں کو اس میں عیاں دیکھتا ہوں
اسی میں تری عز و شان دیکھتا ہوں
سوا حق کے خود کو کہاں دیکھتا ہوں
جو اللہ کو ہر زماں دیکھتا ہوں
خدائی کو اس میں نہاں دیکھتا ہوں
تو ہستی کو بس بے نشاں دیکھتا ہوں
تجھ ہی کو میں جلوہ کناں دیکھتا ہوں
تو مجھ میں ہیں تجھ میں جہاں دیکھتا ہوں
طوافِ حرم رائیگاں دیکھتا ہوں

تمنا نہیں قصرِ جنت کی مجھ کو
کہ اپنا مکاں لامکاں دیکھتا ہوں
تری تیغِ ابرو یہ کیسی ہے جاناں
کہ اُوس کا ہی کشتہ جہاں دیکھتا ہوں
کھلے کیوں نہ پھر عقدۂ میم مجھ پر
تجھے جب میں غنچہ وہاں دیکھتا ہوں

۱۰۰	ہوا جب سے عاشق ترا خواجہ چشتیؒ میں آپ اپنے کو جان جاں دیکھتا ہوں	۱۵

دیکھو گے مجھ کو کیونکر بے شکل و بے نشاں ہوں
ہے ذات میری مطلق میں آپ لامکاں ہوں
اللہ اور خدا سے اعلیٰ ہے میرا درجہ
لاہوت میں ہمیشہ تنہا میں اک نہاں ہوں
موسیٰ سے جو سخن تھا کب میری گفتگو تھی
سمجھو میری حقیقت بیکام و بیزباں ہوں
تنزیہہ سے نکلکر تشبیہہ میں جو پہونچا
ہجدہ ہزار خلق و عالم کے درمیاں ہوں
بیچوں و بیچگو نہ کہتے ہیں مجھ کو سب لوگ
یہ جانتے نہیں ہیں میں کیا ہوں اور کہاں ہوں
سرِ اَنا کا عقدہ حل ہوگا عاشقوں سے
ہر اک کے جسم و تن کا مطلق میں جانِ جاں ہوں
ہے صوتِ ذات ہی کی دایم میرا ترانہ
وحدت کے باغ کا میں اک مرغِ نغمہ خواں ہوں
ہے مطلق اور مقیّد سب اک وجود میرا
بن کر میں اصل شئے خود ہر چیز سے عیاں ہوں
بعد فنا رہے گا پھر الّیتی کس کو قدرت
موجودِ مطلق آپ ہی ہر وقت و ہر زماں ہوں
دیرینہ سب ہیں ناقل قصہ سے میرے واقف
ہے ذات عشق میری خود کہنہ داستاں ہوں
سب شش جہت کا نقشہ ہے دایرے میں میرے
آپ ہی وجود و علم و نور و شہود یاں ہوں

پڑھتی ہے آنکھ جس پر آتا ہوں وہاں نظر خود — ہے سب خدائی مجھ میں ہیں صورت جہاں ہوں
تجھ پر محیط ہو کر ہوں اندر اور باھر — کیوں ڈھونڈھتا ہے مجھ کو جس جا ہے تو میں وہاں ہوں
خود بیخ و تخم و برگ و نخل و ثمر ہوں تازہ — میں آپ رنگ و بوئے گلزار و باغبان ہوں

۱۰۱	عاشق جو دل سے ہوں ہیں خواجہ معین دیںؒ کا منظور عارفِ حق مقبولِ خواجگان ہوں	۹

ساقیا پی کر شرابِ عشق خود مخمور ہوں — اس خرابات جہاں میں کیوں نہ میں مشہور ہوں
جب سے ہے سر پر میرے تاج ھُو اللہ خوشنما — یار میں تختِ زمیں پر کس قدر مسرور ہوں
نحن اُقرب ہے تو کیوں قربت دکھاتا ہے مجھے — یار تو نزدیک ہے تو کب میں تجھ سے دُور ہوں
ہے میری ذات اور صفات اک دوسرا پیدا ہو کب — میری صورت میں ہیں سب تجھ اور میں مستور ہوں
چشمِ وحدت ہے کھلی پڑلیسے دیکھو کھیل سب — تار پر دوڑا کے پتلی ناظر و منظور ہوں
میں جو کہتا ہوں انا الحق ہے میرا کہنا بجا — دار کے لائق ہوں میں بھی دوسرا منصور ہوں
ہے ہیبازادرہ عزمِ بقا مطلق ہے اب — ہستیٔ پیکِ اجل سے ہمدمو مجبور ہوں
عالمِ دنیا سے کھینچا ہاتھ تو دولت ملی — کیوں نہ ہو مجھ کو غرور اسکندر و فغفور ہوں

۱۰۲	حضرت خواجہ معین الدینؒ تمہارے فیض سے کہتے ہیں مجھ کو جو عاشق شاکر و مشکور ہوں	۹

انساں ہے حق تو حق سے کچھ انساں جدا نہیں
بندہ کہوں میں کس کو الگ جب خدا نہیں

اپنے ہی یار کو ہے حیات ہمیشگی
اللہ کو فنا ہے خدا کو بقا نہیں

کعبے سے آکے کس نے کہا ہے خدا ملا
حسرت یہی ہے شیخ کا ارمان مٹا نہیں

جاتا ہوں لامکاں پہ میں طے کر کے منزلیں
راہ عدم پہ کوئی مسافر رکا نہیں

دیر و حرم جدا ہیں کب اے شیخ و برہمن
دلدار سب کا ایک ہے کچھ دوسرا نہیں

کب تھی مجال ارض و سما میں سنبھالے بوجھ
ہم نے لیا وہ بار کسی سے اٹھا نہیں

تو نور ہے نگاہ کا میری ادھر بھی دیکھ
خلوت ہے اب حجاب کا پردہ رہا نہیں

اے زاہد وہ ہے کس لئے تم کو عمل پہ ناز
رندوں کا مثل آج کوئی پارسا نہیں

۱۰۳	خواجہ معین الدین کی ہے عاشق کو اقتدار ان سا جہاں میں آج کوئی مقتدا نہیں	۹

کون پہنچا ہے یہ آبادی سے ویرانے میں
کس لئے آیا تھا اور کیا ہے سبب جانے میں

کُنتُ کنزاً کا سبق پڑھنے جو مکتب میں گیا
بڑھ گیا عشق خود استاد کے سمجھانے میں

صفتیں مجھ میں تھیں جبتک تھیں صورت یہ تھی کہاں
آئینہ بن گیا خود رخ کے نظر آنے میں

زاہد و کعبہ میں کچھ اپنا صنم قید نہیں
جس کو پاتے ہیں وہاں ہے وہی بت خانے میں

صاحب ہوش اگر ہے تو سمجھ لے یہ بات
عقل وہ ہم میں کہاں جیسی ہے دیوانے میں

شمع کیوں ہوتی ہے خاموش تو بیتابی سے
تو جس آتش سے جلی ہے وہ ہے پروانے میں

آئینہ خانہ میں خلوت کے جو چاہو دیدار
غیر کی نقل سنین ہم میں ہے وہ تاب کہاں

عار کچھ ہم کو نہیں چہرے کے دکھلانے میں
روز و شب محو ہیں ہم اپنے ہی افسانے میں

۱۰۴

عاشق خواجۂ چشتی کے جو دل میں ہیں بھید
کس طرح آئین وہ ہر ایک کے دکھلانے میں

۱۳

خود بخود اپنا کسی کو گلبدن ملتا نہیں
ہر گھڑی تیری زباں سے جھڑتے ہیں گلہائے نطق
نکہت زلف صنم سے مست ہوں میں جسطرح
مل گئی ہے ذات اپنی خود وجود یار میں
لامکاں ہی کا ہے نقشہ جس طرف دیکھا اُدھر
تابع اس بت کے جو ہوں میں چھوڑ کر اسلام کو
جانب بطحا عبث ہے اب ارادہ شیخ کا
میں نے پائی ہے شہادت تیغ ابرو سے تری
اے عدم کے رہرو مجھکو لباس مستعار
کہتے ہیں اہل شریعت ہے ہماری بدروش
جو کہ یہاں کم فہم ہیں وہ کستب اپنے ہیں خوش
ہے پسند رند اپنی ملحدانہ گفتگو

بے تلاش اے بلبلو رشک چمن ملتا نہیں
اس لیئے آرام تجھکو اے دہن ملتا نہیں
آج اس بو کا تجھے مشک ختن ملتا نہیں
وصل میں ایجان تجھ کو جسم و تن ملتا نہیں
شش جہت معدوم ہیں اپنا وطن ملتا نہیں
عشق میں مجھ سا کوئی اب برہمن ملتا نہیں
اس کو کچھ کعبہ میں رب ذوالمنن ملتا نہیں
اے صنم کیوں لاش کو میری کفن ملتا نہیں
ہے وہاں ملبوس عور اک پیرہن ملتا نہیں
پر کوئی ہمسا جہاں میں خوش چلن ملتا نہیں
ہم کو ان میں ایک بھی ممتاز فن ملتا نہیں
بات سے زاہد تیری اپنا سخن ملتا نہیں

۱۰۵	لے معین الدین سے عاشق شاہی اقلیم فقر پھر تجھے ایسا شہنشاہ زمن ملتا نہیں	۱۱

چاند سا میں جو تصور سے گھٹا جاتا ہوں
یار میں ہو کے فنا آپ مٹا جاتا ہوں

لاو بالی ہوں مجھے رغبت تنہائی ہے
عشق لیجائے جہاں آپ چلا جاتا ہوں

نقل توحید کا اک غنچہ نیا کھلتا ہے
باغ میں یار کے جب بن کے ہوا جاتا ہوں

منہ سے جبدم میرے آتی ہے انا الحق کی صدا
ذات میں حق کی میں اسوقت سما جاتا ہوں

ہر جگہ ایک ہوں پر جس طرف آئے خواہش
کہیں عاشق کہیں معشوق بنا جاتا ہوں

دھیان آتا ہے مجھے جب کہ نفس کی جانب
کون ہوں کیا ہوں خود آپ ہی پا جاتا ہوں

محرم راز میرا جب سے ہے تو ایجانان
بے تکلف میں ترے سامنے آجاتا ہوں

گنبد سر میں تمہارے ہے اک آواز صنم
ہمدمو یاد رکھو تم کو سنا جاتا ہوں

دل دیا میں نے تجھے ہو کے اسیر الفت
ہوں وفادار ترا ظلم اٹھا جاتا ہوں

جلد پہنچا دو مجھے کنج لحد تک یارو
دار فانی سے سوئے ملک بقا جاتا ہوں

۱۰۶	خواجۂ چشت ترا جب سے ہوا ہوں عاشق تو جو فرمائے وہی کام کیا جاتا ہوں	۱۷

آتا ہے دل میں بت کی پرستش کیا کروں
رکھ کر صنم کو سامنے سجدہ ادا کروں

لچھمن ہوں یا رام ہوں کہ کشن جو ہوں خود ہوں میں
زنّار ڈالے اپنے گلے میں پھرا کرون

پڑھ کر فاینما جو نصارا کرے کلام
کیا تاب ہے کہ اس سے میں چون و چرا کرون

محراب کعبہ میں مجھے جانے دے شیخ اگر
منبر پر چڑھ کے خطبہ صنم کا پڑھا کرون

پہونچی ہے جان لبو نپہ میرا ناک میں ہے دم
اے عشق کب تلک ترے صدمے سہا کرون

بے نام و بے نشان کے تصوّر میں رکھ مجھے
ایدل تری قسم کہ نہ یاد خدا کرون

چھپ کر دہن میں میم کے گویا ہے بیزبان
یارا اپنا اس کی کون سے منہ سے ثنا کرون

لاہوت کے مقام میں آجائے گر نفس
ایک دم میں لاکھ بار میں سیر بقا کرون

صوت و صدا کے باغ کا خود ہوں میں عندلیب
کبتک قفس میں تن کے مقید رہا کرون

حاصل ہوئی ہیں سب صفتیں ہنڈ کی مجھے
پھر کیوں نہ گھر میں رب کو بلا کر ملا کرون

منصور سا مجھے کبھی ابھی دیکھئے دار پر
کہہ کر انا الحق اپنی خودی کو فنا کرون

مرشد ہے مے فروش تو کیا ڈر ہے پھر مجھے
لیکر شراب شوق کو ہر دم پیا کرون

بیگانے جو بنے ہیں وہ ہمسایہ دار ہیں
غیبت کرون میں اونکی نہ ہرگز گلا کرون

حبل الورید کا نہ ہو عقدہ جو تجھ سے حل
اُلجھی گرہ کو تار نفس کی میں وا کرون

بدلا ہے روح نے جو مقام اے طبیب عشق
تسکین ہوگی دل کو خود اب کیا دوا کرون

ہے ذات لاموت کی یہ سب اُلٹ پلٹ
کچھ خوف کر نہ یار اگر میں قضا کرون

۱۰۷	خواجۂ معین دین کی جو عاشق کو ہے مدد ہر اک کو کیوں نہ آپ کا پھر مبتلا کرون	۱۱

لامکاں میں جسطرح ہوں اس نمط آدم میں ہوں
مجھ سے عالم ہے عیاں اور نہاں عالم میں ہوں

بندگیا ہے جب سے محراب عبادت کا خیال
سر جھکائے تیرے طاق ابروے پر خم میں ہوں

مصحف روئے صنم کا ہو گیا ناظر جو دل
سورۂ اخلاص کے لیے حافظو خود ضم میں ہوں

خود ہوں قطرہ خود ہوں موج اور خود ہی بحر حباب
گردش اک گرداب میں اور آب ہو کر یم میں ہوں

ایک ہی پرتو ہے میرا ذرہ و خورشید میں
جس طرح زاید میں ہوں نہیں اُس طرح خود کم میں ہوں

عبد و رب دو ہوں تو اس میں ہو حلول و اتحاد
آپ ہی موجود ہو کر خود معلّق دم میں ہوں

دید مطلق کی کہاں ہو چشم وحدت کو نصیب
گنج مخفی ہی کے راز اور نکتۂ مبہم میں ہوں

مرد و زن سمجھو نہ مجھ کو بھید کی یہ بات ہے
میں جو کہتا ہوں کہ شکل عیسیٰ و مریم میں ہوں

نطق سے حق کی زبان اپنی جو گویا ہے سدا
کہتے ہیں عارف کہ اب میں بھی دل ملہم میں ہوں

رنگ زرد اور چشم تر میرے سر ہے لب پر آہ سرد
خمس اوقات اب میں نالاں پنجتن کے غم میں ہوں

۱۳	فیض مولانا معین الدین چشتیؒ کا ہے یہ میں جو عاشق خاندان حضرت اوہم میں ہوں	۱۰۸

دلبر کو سر پر اپنے لئے پھر رہا ہوں میں
راکب مرا وہ یار ہے مرکب بنا ہوں میں

بیچون بنیں گے آپ تو بیچوں کو پائیں گے
مخفی جو کچھ تھا راز وہ اب کھولتا ہوں میں

ماں ہے نہ مجھ کو باپ نہ میں مرد ہوں نہ زن
تنہا وہاں میم سے پیدا ہوا ہوں میں

تنزیہہ کے مقام پہ میں شخص ہوں نہ عکس
تشبیہہ میں جو عبد بنا ہوں خدا ہوں میں

رکھو نظر نہ ہستی موہوم پر میری
ہے لامکاں میں کون یہ کیا شور و غل ہے وہاں

شکل حباب بحر میں ملکر فنا ہوں میں
آوازہائے واہ میں کچھ پا چکا ہوں میں

رکھو نہ سامنے میرے تم لا کر آئینہ
اس روئے عشوہ گر سے ہمیشہ جدا ہوں میں

گم کر کے سب صفات کو اپنے ہی درمیاں
حیران ہوں کسی شکل یہ اب بن گیا ہوں میں

اللہ کو ہے عرش سے نسبت علی الخصوص
پوچھو نہ کچھ مقیم ورای الوریٰ ہوں میں

مطلق ہوں آپ ہجر ہے مجھ کو نہ وصل ہے
آواز ذات بن کے سدا گونجتا ہوں میں

کعبے میں دیر میں نہ کلیسا میں ہوں فقط
دیکھو تو شش جہت میں مجھے جابجا ہوں میں

چھوٹا جو قید عشق سے آزاد ہو کر اب
مطلق جو بن گیا ہوں تو ششدر کھڑا ہوں میں

۱۰۹	ہے خاندان چشت پہ عاشقؔ ہمیشہ دل خواجہ معین دینؒ پہ نثار اور فدا ہوں میں	۱۷

مظہر کبریا معین الدین
شان رب العلی معین الدین

صورت مصطفےٰ معین الدین
چہرہ مرتضیٰؓ معین الدین

ہمسر انبیا معین الدین
سرور اصفیا معین الدین

زبدۃ الاتقیا معین الدین
قدوۃ الاولیا معین الدین

خواجہ دوسرا معین الدین
صاحب اتکا معین الدین

زاہد بے ریا معین الدین
عابد و پارسا معین الدین

سالک و رہنما معین الدین	ہادی و پیشوا معین الدین
مستجیب الدعا معین الدین	پیر حاجت روا معین الدین
کعبۂ پر ضیا معین الدین	قبلہ و مقتدا معین الدین
عارف حق نما معین الدین	کاشف رفرلا معین الدین
مرض عشق ما معین الدین	چارہ ساز و دوا معین الدین
نور شمس الضحیٰ معین الدین	حسن بدر الدجیٰ معین الدین
لعل درج فنا معین الدین	دُرِّ بحر بقا معین الدین
اہل صدق و صفا معین الدین	کان علم و حیا معین الدین
تخت و تاج ولا معین الدین	فخر شاہ و گدا معین الدین
سرو باغ رضا معین الدین	رمز وان قضا معین الدین

۱۱۰	دلبر و دل ربا معین الدین عاشق و مبتلا معین الدین	۱۹

ذات رب ذوالمنن خواجہ معین الدین حسن	ہے صفات پنجتن خواجہ معین الدین حسن
بولتا ہے بصرہ کا ہر شیخ اس کو دیکھ کر	ہے یہی خواجہ حسن خواجہ معین الدین حسن
کہتے ہیں قطب و فریدؒ و شہ نظامؒ و شہ نصیرؒ	ہے چراغ انجمن خواجہ معین الدین حسن
ہو گئے خورے حسینی ذات سے اس کی عیاں	کیوں نہ ہو خلق حسن خواجہ معین الدین حسن

دیکھ لے حق کا سراپا خواجگان چشت میں
بن کے ظل اللہ نکلا ہے جہاں میں آج وہ
تاج و خلعت کر کے حاصل کہتے ہیں شاہ و گدا
کہتی ہے بلبل سے گل توحید کے گلزار میں
صاف گاتی ہے بجا کر بلبل اب دم کا ستار
مصریوں سے کہہ رہی ہے سن کے بات اسکی نبات
فیض بخشی کیلئے پہنچا ہے خود اجمیر میں
ہوگیا پرتو سے اس کے ہند سب روشن کہ ہے
جلوہ نجم فلک ہے نور سے اس کے کہ ہے
ہے مرید اسکی ہی ہر اک رابعہ اس عصر کی
قلب سب عالم کا اسکی یاد میں خوش ہے کہ ہے
باغ سے لاہوت کے نکلا ہے بنکر زرد پھول
دل کے کیسہ میں رکھی ہے میں نے اسکی خاک پا
کرلیا ہے رام اپنا اس نے دیر اور کعبہ کو

ہے خدا کا جسم و تن خواجہ معین الدین حسن
سب پہ ہے سایہ فگن خواجہ معین الدین حسن
ہے شہنشاہ زمن خواجہ معین الدین حسن
ہے میرا غنچہ دہن خواجہ معین الدین حسن
ہے میرے دل کا چمن خواجہ معین الدین حسن
خوب ہے شیرین سخن خواجہ معین الدین حسن
چھوڑ کر اپنا وطن خواجہ معین الدین حسن
نور خورشید دکن خواجہ معین الدین حسن
رونق چرخ کہن خواجہ معین الدین حسن
خود ہے پیر مرد و زن خواجہ معین الدین حسن
دافع رنج و محن خواجہ معین الدین حسن
ہے برنگ یاسمن خواجہ معین الدین حسن
بو میں ہے مشک ختن خواجہ معین الدین حسن
خود ہے شیخ و برہمن خواجہ معین الدین حسن

۱۱۱	ہوگیا ہوں دل سے عاشق رنگ تیرا دیکھکر ہے تو میرا گلبدن خواجہ معین الدین حسن	۱۷

وجود حضرت سبحان میرا خواجہ معین الدین
بنا ہے برزخ انسان میرا خواجہ معین الدین

ہیں اس کے مصحف رخ پر عجب زیر و زبر پیدا
ہے مطلق صورت قرآں مرا خواجہ معین الدین

خودی سے اپنی گم ہو کر سمجھ لو سرّ باطن کو
خدا کے جسم کی ہے جان مرا خواجہ معین الدین

سبق توحید کا پڑھ کر سمجھ لو اس کی معنی تم
موحد کا ہے خود ایمان مرا خواجہ معین الدین

نکلکر گنج مخفی سے خدا کی ذات کہتی ہے
ظہور حق کا ہے سامان مرا خواجہ معین الدین

یہ مصرع گاتی ہے بلبل چمن میں مست ہو ہو کر
ہے باغ عشق کا ریحان مرا خواجہ معین الدین

حقایق اور معارف میں نہیں اس کا کوئی ہمسر
ہے خود گنجینۂ عرفان مرا خواجہ معین الدین

دکن اور ہند کی اس کو ہوئی ہے سلطنت حاصل
کہ ہے اک خسرو دیوان مرا خواجہ معین الدین

ہیں نائب اولیا سارے اسی کی اک ولایت کے
ہے ملک سنجر کا سلطان مرا خواجہ معین الدین

حبیب اللہ کی صورت اس کی اک نظر آتی
ولی اللہ ہے عالیشان مرا خواجہ معین الدین

خدا کی ذات سے واصل بیاں کرتے ہیں پردے سے
ہے حق کی ذات کا مہمان مرا خواجہ معین الدین

صدا معشوق کی اس کو جو خوش آتی ہے تو ہے مطرب
فقط ہے راگ کا خواہان مرا خواجہ معین الدین

مریض طالب حق کا معالج ہو مسیحا کب
ہے درد عشق کا درمان مرا خواجہ معین الدین

اگر فرقت میں حق کی ہو پکارو واصل رب کو
کریگا مشکلیں آسان مرا خواجہ معین الدین

کرو بیعت اس کی ہند کی ہے سلطنت جسکی
ہے پیر ملک ہندوستان مرا خواجہ معین الدین

منادی پھیر دو جا کر یہی اب ملک ہر دن میں
ہے مثل حضرت عثمان مرا خواجہ معین الدین

۱۱۲	ہوا ہوں تارک الدنیا اسی کی خاص الفت میں بنا ہے عاشق اب جانان مرا خواجہ معین الدین	۴۵

یوں شاخ سے ہنس کر گل نے کہا میں اور نہیں تو اور نہیں
تو تخم و ثمر میں برگ حنا میں اور نہیں تو اور نہیں

تو رنگ بنا ہے میں ہوں بو اور جھاڑ بنا میں تو ہے جڑ
میں خار بنا ہوں تو غنچہ میں اور نہیں تو اور نہیں

میں باغ جناں ہوں تو رضواں اور میں ہوں چمن تو ہے گلچیں
میں داغ بنا ہوں تو لالا میں اور نہیں تو اور نہیں

میں فصل خزاں ہوں تو ہے بہار اور عشق بنا میں تو بلبل
میں گریہ کناں تو نغمہ سرا میں اور نہیں تو اور نہیں

میں موج بنا ہوں تو ہے کف اور میں ہوں حباب اور تو گرداب
میں قطرہ بنا ہوں تو دریا میں اور نہیں تو اور نہیں

میں چشم بنا ہوں تو پتلی اور گوشہ بنا میں تو پردہ
میں نور نظر ہوں تو بینا میں اور نہیں تو اور نہیں

میں حلق بنا ہوں تو ہے دہن اور لب میں بنا ہوں تو ہے صدا
میں حرف زباں ہوں تو گویا میں اور نہیں تو اور نہیں

میں تاریکی اور تو ہے نور اور تاب بنا میں تو ہے چمک
میں شمع بنا ہوں تو شعلہ میں اور نہیں تو اور نہیں

تو چرخ بنا ہے میں ہوں سحاب اور برج بنا تو میں زہرہ
خورشید بنا تو میں ذرہ میں اور نہیں تو اور نہیں

تو ذات بنا ہے میں ہوں صفات اور تو تنزیہہ اور میں تشبیہہ
بیچوں تو بنا اور میں ہوں فدا میں اور نہیں تو اور نہیں

تو شخص بنا اور عکس ہوں میں اور جان بنا تو جسم ہوں میں
تو قامت ہے میں ہوں سایہ میں اور نہیں تو اور نہیں

تو رنگ بنا جب پانی کا میں خاک بنا ہوں تجھ سے صنم
تو آگ بنا ہے میں ہوں ہوا میں اور نہیں تو اور نہیں

میں طاق بنا ہوں تو مسجد میں زینہ بنا ہوں تو منبر
میں کعبہ بنا ہوں تو قبلہ میں اور نہیں تو اور نہیں

تو شکل بنا ہے میں صورت اور تو ہے مرقع میں تصویر
تو خود ہے نمونہ میں نقشہ میں اور نہیں تو اور نہیں

تو ذات بنا ہے میں ہوں صفات اور تو ہے بقا تو میں ہوں فنا
تو زندہ سدا میں ہوں مردہ میں اور نہیں تو اور نہیں

لاہوت بنا تو میں ناسوت اور تو ہے عروج اور میں ہوں نزول
تو رب ہے اور میں ہوں بندہ میں اور نہیں تو اور نہیں

میں نیستی اور تو ہستی ہے اور میں ہوں عدم اور تو ہے وجود
میں ناپیدا تو ہے پیدا میں اور نہیں تو اور نہیں

تو زلف بنا ہے میں نافہ اور مشک بنا تو میں عنبر
تو ملک ختن میں شہر خطا میں اور نہیں تو اور نہیں

میں ذہن بنا تو فہم ہوا میں عقل بنا تو ہوش مرا
میں طبع بنا تو فکر رسا میں اور نہیں تو اور نہیں

سیماب بنا تو میں ہوں جلا اور تو ہے صفا اور میں قلعی
تو عکس نما میں آئینہ ہیں اور نہیں تو اور نہیں

تو پینہ بنا ہے میں رشتہ تو تانا بنا اور میں بانا
تو سوت بنا ہے میں جامہ میں اور نہیں تو اور نہیں

تو مست بنا ہے میں مدہوش اور تو ہے قلندر میں آزاد
زیرک تو بنا میں دیوانہ میں اور نہیں تو اور نہیں

میں ہوں ساقی اور تو صہبا میں ہوں میخوار اور تو ہے خمار
میں جام بنا ہوں تو شیشہ میں اور نہیں تو اور نہیں

فولاد بنا تو میں آہن اور تو ہے مس اور میں ہوں جست
تو سیم بنا ہے میں ہوں طلا میں اور نہیں تو اور نہیں

میں خود ہوں زمرد تو الماس اور میں شلیم تو ہے یاقوت
میں ہوں خاتم تو فیروزہ میں اور نہیں تو اور نہیں

تو تیغ بنا ہے میں خنجر تو تیر بنا اور میں ہوں کمان
تو بانک بنا ہے میں دشنہ میں اور نہیں تو اور نہیں

تو تولہ بنا ہے میں ماشہ اور گھنگچی بنا تو میں رتی
میزان بنا تو میں پلہ میں اور نہیں تو اور نہیں

شہباز بنا میں تو عنقا میں ہُدہُد ہوں اور تو قمری
طاؤس بنا میں تو ہے ہما میں اور نہیں تو اور نہیں

میں قصر بنا ہوں تو ہے ستون اور میں حجرہ اور تو ہے چھت
میں صحن بنا تو دروازہ میں اور نہیں تو اور نہیں

زحمت میں بنا ہوں تو رحمت میں جرم بنا ہوں تو بخشش
میں صاحب خطا ہوں تو ہے عطا میں اور نہیں تو اور نہیں

تو طور بنا میں نور ہوا تو حال بنا میں قال ہوا
تو دید بنا اور میں موسیٰ میں اور نہیں تو اور نہیں

احمد میں بنا ہوں تو ہے احد اور میں ہوں محمد تو محمود
میں ہوں یٰسین اور تو طٰہٰ میں اور نہیں تو اور نہیں

آزار بنا تو میں بیمار اور تو ہے مسیحا میں ہوں علاج
تو قرص شفا اور میں ہوں دوا میں اور نہیں تو اور نہیں

تو عشق بنا ہے میں الفت اور یار بنا تو میں محبوب
تو خاص محبت میں ہوں ولا میں اور نہیں تو اور نہیں

تو خود ہے کرشمہ میں غمزہ تو ناز بنا ہے میں ہوں نیاز
تو عشوہ بنا ہے میں ہوں ادا میں اور نہیں تو اور نہیں

قرآن میں بنا ہوں تو ہے کلام اور زیر بنا میں تو ہے زبر
میں آیت ہوں اور تو سورہ میں اور نہیں تو اور نہیں

میں ذات ستائش حمد ہے تو میں نعت بنا ہوں تو ہے صفت
مدحت میں ہوا ہوں تو ہے ثنا میں اور نہیں تو اور نہیں

تو ماہ بنا ہے میں ہوں سال اور روز بنا تو میں شب ہوں
تو صبح بنا اور میں ہوں مسا میں اور نہیں تو اور نہیں

تو صاف قضا اور میں ہوں قدر تو قسمت ہے اور بخت ہوں میں
تو ہے تسلیم اور میں ہوں رضا میں اور نہیں تو اور نہیں

تو رام بنا ہے میں لچھمن تو وشنو ہے اور میں ہوں کرشن
تو میرا صنم اور میں پوجا میں اور نہیں تو اور نہیں

ایجان تو جو ہے میں خود ہوں اور میں جو ہوں وہ تو خود ہے
تو میرا ہے میں ہوں تیرا میں اور نہیں تو اور نہیں

اے یار اوٹھا دے دل سے دوئی اور ملکر مجھ میں اک جا ہو
تو بھر خدایہ مان کہا میں اور نہیں تو اور نہیں

کل وصل میں تجھ میں گم ہوکر سمجھا میں یہ سب رمز خفی
اے سر جلی تو کیا چھپتا میں اور نہیں تو اور نہیں

وحدت تو ہے کثرت تو ہے بیگانہ تو تو یگانہ ہے
جھگڑا یہ غلط ہے میں تو کا میں اور نہیں تو اور نہیں

۱۱۳

میں عاشق صادق ہوں تیرا تو خواجہ چشتیؒ ہے مرا
تو شاہنشہ اور میں ہوں گدا میں اور نہیں تو اور نہیں

۱۷

وہ کونسی جا ہے کہ تو اے جان جان نہیں
آواز سے جدا ترے ہر دو جہان نہیں

سبعہ صفات حق سے خدائی کا ہے ظہور
بیچوں گی میں چون وچرا کا نشان نہیں

اسمائے بے نشان سے ہی کثرت ہوئی نمود
وحدت میں کچھ شریک خدا اوستان نہیں

جو آنکھ سے نہاں ہے وہ ہے کان پر عیاں
کس طرح سمجھے رمز یہ جو غیب دان نہیں

ہر دم نشان روح سے سنتے ہیں نطق ھُو
ذکر خدا میں اس لیئے گویا زبان نہیں

کب واجب الوجود کا تکیہ ہے عرش و فرش
ہے قصر غیب اُس کا جہاں لامکان نہیں

ہے حسن کا حجاب جو خاموش ہے صنم
عاشق وہ کب ہے جس کے لبوں پر فغان نہیں

جی جس کو جانتا ہوں رہے گا وہی سدا
رب کی جو زندگی ہے وہ کچھ جاوداں نہیں

آب وہوا و آتش و خاک اس کے ہیں وجود
باہر خدا کی ذات سے انس اور جان نہیں

وہ لاشریک سب میں ہوا ہے شریک آپ
حقا کہ اس کی ذات کے ہم درمیان نہیں

باغ فنا میں اپنے ہمیشہ بہار ہے
گلزار میں عدم کے تو ہرگز خزاں نہیں

اشکال مختلف کو دوئی سے نہ دیکھ تو
تجھ سے جدا کسی کی بھی روح رواں نہیں

سب میں وجود حق ہے یہ کہتے ہیں سن کے لوگ
باریک تر یہ بھید ہے سب پر عیاں نہیں

دیر و حرم کا شیخ و برہمن کو ہے جو عزم
کیا جلوہ گاہ لم یزل ان کا مکاں نہیں

ظاہر کا علم پڑھ کے یہ گمراہ ہیں تمام
طالب خدا کی راہ کے پیر و جواں نہیں

بازار عشق گرم ہے سودا خرید لو
عرفاں میں آج ہم سے کسی کی دکاں نہیں

۱۱۴	عاشق معین دین کا رگڑ تا ہے وہاں جبین اجمیر سا جہاں میں کہیں آستاں نہیں	۲۵

کہتے ہیں ذات بحت جسے وہ خدا نہیں
رب ساری خلق کا جو ہے وہ کبریا نہیں

بیچوں و بیچگون ہے وہ کہتے ہیں سن کے لوگ
باریک ہے یہ عقدہ ہر اک پر کھلا نہیں

دیر و حرم میں شیخ و برہمن کو ہے تلاش
اب تک تو اے صنم تو کسی کو ملا نہیں

کانوں کو اس کے بہرا ہی کر دے تو یا سمیع
جس نے ترا ترنم مطلق سنا نہیں

کس کو دکھاؤں ذوق سے اللہ کا جمال
موسیٰ نبی سا کوئی جہاں میں رہا نہیں

اے بندہ حق کے پوچھتے ہو ہم سے حال وصل
اپنا تو گیا خدا کا ترے وہاں پتا نہیں

اندر سے کہہ رہا ہے انا الحق وہ شوخ خود
سولی دو اس کو میری کچھ اس میں خطا نہیں

ایسا ہے کیا طلسم و تماشا عجیب وہاں
سیر عدم کو جو کہ گیا وہ پھرا نہیں

زیر زمین جو لوگ گئے خاک ہو گئے
اسم ان کا مٹ گیا یہ مسمیٰ مٹا نہیں

مسجد کی راہ لی نہ وہ کعبہ گیا کبھی
در پر جو تیرے بیٹھ گیا پھر اٹھا نہیں

کرتے ہیں کس کو سجدہ وہ ہم جانتے ہیں خود
سر اپنا حق کے سامنے مطلق جھکا نہیں

اندھا تو ہو کے ڈھونڈھ رہا ہے کسے یہاں
یار اپنا برملا ہے کسی جا چھپا نہیں

اپنے میں روئے یار کو ہم دیکھتے ہیں صاف
مثل اپنا دو جہاں میں کہیں آئینا نہیں

نیچے بہوؤں کے آنکھ کی پتلی میں ہے جو تو
محراب سے حرم کے جدا بتکدہ نہیں

سجادہ و مشایخ و درویش و پارسا
ان میں کوئی بھی طالب مولیٰ ہوا نہیں

حرص جہاں میں جال بچھاتے ہیں لکھ کے نقش
عشاق پر کسی کا پلیتا چلا نہیں

مستی شراب عشق کی ہر اک کو کب چڑھے
ہمسا کسی نے ایک بھی جرعہ پیا نہیں

کرتا ہے کس کی نفی اور اثبات پڑھ کے لا
ہیں سب کے سب الا کوئی ماسوا نہیں

موسیٰ کے تاب عشق سے گر طور بھی جلا
ہرگز ہوا نہ سرمہ وہ جبتک پسا نہیں

دستے سے دل کے سنگ جگر کوٹ کر بنا
چشم یقین کا ایسا کہیں توتیا نہیں

نقش زبان مرشد و طالب ہوا ہے ذکر
وصل صنم کا اپنے کہیں تذکرہ نہیں

کس کو سناؤں نکتہ عرفان و معرفت
علم خفی میں ذہن کسی کا رسا نہیں

لاعلمی سے کوئی سمجھتا نہیں یہ علم
دالست یہ قدیم ہے مضمون نیا نہیں

سیراب دل سے اٹھتے ہیں فوارے خون کے
خالی وہ دل ہے جس میں بھرا ولولا نہیں

۱۱۵	خواجہ معین دین کے فقیروں میں مزدان عاشق کا ہمسر آج کوئی بھی گدا نہیں	۱۱

کیا بھید کہوں تم سے کہ میں کون ہوں کیا ہوں
اِس ہستی موہوم میں خود صوت و صدا ہوں

گنجینۂ مخفی میں مرا نام کہاں تھا
آدم میں سما کر صفی اللہ بنا ہوں

معنی کو انا الحق کی اگر جانتی مخلوق
ہر اک کی زبان پر یہی ہوتا کہ خدا ہوں

اے شیخ ہو الظاہر پڑھ کر تو ذرا دیکھ
خود مصحف عارض سے ترے جلوہ نما ہوں

ہے سر میں معلق مرے اسرارِ حقیقت
بالائے زمین عرش بریں بنکے کھڑا ہوں

ہے زندگی و موت مرے ہاتھ میں ہر دم
خود زیست کا حاکم ہوں میں مختارِ قضا ہوں

فانی جو ہوا بن کے حباب آپ ہی تو کیا
اپنی ہی سدا ذات میں دریائے بقا ہوں

سمجھو نہ مجھے عالم دنیا میں ہوں دو دن
ہر ایک زمانے کے میں ہمراہ سدا ہوں

آزار جدائی کا جو رکھتا ہے وہ آئے
فرقت کا مرض جس کو ہے میں اسکی دوا ہوں

ہے زردئ جامہ سے مرے مہر کو بھی رشک
عاشق ہوں میں جسوقت سے ہمرنگِ طلا ہوں

۱۱۶	خود عاشق صادق ہوں ہمیشہ ہے مجھے وصل میں خواجۂ چشتی سے نہ اک دم بھی جدا ہوں	۱۳

روئے احمد میں احد جلوہ نما ہے میں نہیں
میری صورت میں خدا ظاہر ہوا ہے میں نہیں

عرصۂ وحدت میں آتا ہوں نظر مثل سراب
دوربین کو صاف دھوکا ہو رہا ہے میں نہیں

کھل گئی قلعی نظر آنے لگا جب اس کا عکس
یہہ میرا جسم مصفا آئینہ ہے میں نہیں

جسم آدم کب ہے اپنا غور سے دیکھو ذرا
چار عنصر کا میرا قالب بنا ہے میں نہیں

سامعہ خالص ہے جس کا وہ سنیگا یہ کلام
شش جہت میں صرف اک ہو کی صدا ہے میں نہیں

مصحف روئے صنم کی ہے جو پہچانت تمہیں
ناظرو دیکھو یہ وجہ اسما ہے میں نہیں

دوسرا ہیں چشم حق بین سے نظر کرکے تو دیکھ
اسم کا میرے مسمیٰ دوسرا ہے میں نہیں

گر نہیں چشم بصیرت صوت سے پہچان لو
ہمکلام اک آپ کا یہاں آشنا ہے میں نہیں

سامنے آئینہ رکھ کر تکتے ہیں اپنا جو منہ
روبرو ان کے سدا شکل فنا ہے میں نہیں

اے شناور صورت خطرہ مجھے ہرگز نہ جان
آگے تیری آنکھ کے دریا کھڑا ہے میں نہیں

ہیں شباہت میں صنم کی صاف دونو پتلیاں
شکل میری دیکھ عین تنکدہ ہے میں نہیں

اے تماشا بین سراپا دیکھ لے میرا کہ یہہ
عشق کی بازی گری کا شعبدہ ہے میں نہیں

۱۱۷	عاشق صادق کی آنکھوں سے ذرا تم دیکھ لو خود معین الدین چشتی بینوا ہے میں نہیں	۱۵

تو جو ہے جلوہ نما پردۂ چشم تر میں
سب خدائی نظر آتی ہے میرے ہی گھر میں

سامعہ گم ہے میرا جب سے بنا ہوں بہرہ
صوت معشوق سمائی ہے میرے ہی سر میں

حالتِ وصل سے ایسا میں ہوا ہوں بے خود
برج وحدت کے مراتب ہیں حقیقت میں وہی
خود صدف کہتی ہے منہ کھول کے نیساں سے بھی
سر پٹکتی ہے سدا موج سمندر ہر سو
برہمن جس کے لئے آج گیا کاسی کو
غیب مکنون کی خبر لائے جو دم میں جاکر
اے مسیحا تو ہمیں زندہ کرے گا کیونکر
صاحبِ دل کے در پر جو فقیر آتے ہیں
طاق ابرو میں میرے سجدہ ادا کر زاہد
کہدے ایمان سے اے واعظ حق گو سب کو
کھلگیا احمد بے میم کا عقدہ ہم پر
نقطۂ ذات کا جو علم ہے مجھ کو حاصل

تاب و طاقت نہیں کچھ اپنے دل مضطر میں
ہے عروج اور تنزل جو مہ انور میں
دیکھ لے جلوہ نما بحر ہے خود گوہر میں
کس لئے بحر میں گرداب ہے خود چکر میں
وہ دلارام ہے موجود یہاں ہر ہر میں
ایسی طاقت نہیں جبریل کے بال و پر میں
وصل کے مرد محب آتے ہیں تری ٹھوکر میں
کیا میرا قاضیٔ حاجات ہے سیم و زر میں
جلوہ گر ہے ترا مسجود اسی منظر میں
ہادی خیبر ہے جو خود وہ نہاں ہے شر میں
نظر آیا جو احد صورت پیغمبر میں
وہ سماتا ہی نہیں دل کے میرے دفتر میں

۱۷	خواجۂ چشت کا ہر اک کو کرے دیوانہ ایسی قدرت نہیں عاشق کے کسی ہمسر میں	۱۱۸

جو خدا خود کو نہ سمجھا اس کو ایمان ہی نہیں
ہے اگر چشم بصیرت دیکھ سب کے سب ہیں حق

من عرف جس کو نہیں ہے وہ مسلمان ہی نہیں
صورتِ اللہ میں کچھ ایک انسان ہی نہیں

نکتہ تہلیل سے آگاہ ہو کر غور کر
ما سوا اللہ کا ظہور حق میں سامان ہی نہیں

ہستی حق سے جدا جو جانتا ہے آپ کو
حق یہی ہے اس طرح کا کوئی نادان ہی نہیں

ایک تو ہی جا بجا ہے اور ہر اک شئے تجھ میں ہے
کس طرح یہ بھید سمجھے تجھ میں عرفان ہی نہیں

پڑھ کے آیت تبصروں اور انّما کی دیکھ لے
کیا کہو اے شیخ تجھ کو یاد قرآن ہی نہیں

طالب دنیا بنے ہیں منشی اور عالم سب ہی
اس زمانہ میں کوئی یہاں حق کا خواہاں ہی نہیں

کس طرح ہو گی عیاں تجھ پر حقیقت جان کی
تجھ کو حاصل یار وصل جسم جاناں ہی نہیں

دل کے دروازے سے آتی ہے جو دستک کی صدا
ہر کوئی بہرہ سنے وہ صوت امکان ہی نہیں

صاف کہتا ہے طبیب عشق ہو کر لا علاج
جس کو ہے درد دوئی کچھ اس کا درمان ہی نہیں

آپ رب ہیں عرش پر بجتا ہے ڈنکا آپ کا
پھر کہا و عبد تم ہرگز یہ شایاں ہی نہیں

گنج مخفی کی حقیقت ہے عیاں ہم پر تمام
راز اپنے یار کا کچھ ہم سے پنہاں ہی نہیں

تکتے تکتے مند گئیں آنکھیں ترے ہی وصل میں
حشر میں پھر تجھ کو دیکھوں دل میں ارماں ہی نہیں

ہو گئے گوشہ نشین پہلو میں لے کر یار کو
کیوں پھریں ہم در بدر کچھ درد ہجراں ہی نہیں

ہم جو کہتے ہیں انا الحق کیا کریگا محتسب
دار کا اپنے کچھ اس کے پاس سامان ہی نہیں

غرق دریائے ہویت میں تو ہوا اے ناخدا
لا تعین میں کوئی پھر ایسا طوفان ہی نہیں

۱۱۹	اے شہ اجمیر عاشق پر کھلا رتبہ ترا اولیاء میں کوئی تجھ سا دین کا سلطان ہی نہیں	۲۱

صنم کے جسم میں آکر نفس کا تار کہتے ہیں
برہمن بن کے خود گرگردن میں ہم زنار رکھتے ہیں

جو مورت بنکے پہونچے ہیں جہاں تک بتکدہ میں ہم
حرم میں جاکے کرتے ہیں جو حرمت سنگ اسود کی
ہمارا عشق ہے مذہب ہے صلح کل ہی دین اپنا
جو ہم جلوت میں بیٹھے ہیں ہے خلوت ساتھ ہی اپنے
سر مشرق سے مغرب تک جو ناظر آپ ہیں اپنے
ہماری چشم کی پتلی کے نقطہ میں ہے خود لیلیٰ
نظر کس کو کریں اب ہم ہیں آپ ہی وامق و عذرا
جدا جو شش جہت سے ہے سدا حیرت کدہ اپنا
بنا کر شکل یوسف کی خدا کو جب سے بیچا ہے
نظر میں اپنی ہر اک شب تصور ان کا رہتا ہے
وہی منصور ہیں ہم بھی انا الحق کہتے جائینگے
جو بہرے بن کے سنتے ہیں بغیر از تار صورت ھو
دکھا دیتے ہیں گم کر کے اسی قالب میں آدم کو
بنا ہے جبۂ ہستی کا تعشق سے جو عالم میں
چھپایا ہے جو پنبہ کو بنا کر تانا اور بانا
نہ ہو کیوں برزخ کبریٰ کا ہم کو خاص دعویٰ یہاں
زمین کے فرش پر ہم گرچہ بیٹھے ہیں تنزل سے
ملا ہے وصل کا جرعہ جو ہم کو ساغر دل سے

سراسر خود وجود احمد مختار رکھتے ہیں
مسلمان ہیں مگر ہم مذہب کفار رکھتے ہیں
ہیں سارے ایک آپس میں نہ ہم تکرار رکھتے ہیں
بغل میں ظاہر و پوشیدہ ہم دلدار رکھتے ہیں
منور اتنا سے مصحف رخسار رکھتے ہیں
نظر کی بن کے مجنون ہم نگاہ یار رکھتے ہیں
کہ وحدت میں نہ مطلق خواہش دیدار رکھتے ہیں
پرے ہم لامکاں کے ہیں کہاں دیوار رکھتے ہیں
تبہی سے عشق کا سودا سر بازار رکھتے ہیں
جو بند آنکھ اپنی کرتے ہیں دل بیدار رکھتے ہیں
چڑھیں گے پھر بھی سولی پر نہ خوف دار رکھتے ہیں
بنا کر روزن دل سے نے دمزمار رکھتے ہیں
ہم الانسان سری ہیں بڑا اسرار رکھتے ہیں
سراسر آلۂ ناسوت پر دستار رکھتے ہیں
نفس کے تار میں چرخے کی ہم رفتار رکھتے ہیں
سراپا میم کے نقطہ سے ہم انوار رکھتے ہیں
تعرج سے ہر اک دم عرش کی اخبار رکھتے ہیں
مئے وحدت سے آنکھیں ہم سدا سرشار رکھتے ہیں

کلام اپنی صفت ہے جو زبان چلتی ہے خود اس سے		رہیں خاموش کیونکر ہم لب گفتار رکھتے ہیں
۱۲۰	معین الدین چشتی کے جو کہلاتے ہیں ہم عاشق جہاں میں خاص عشق حیدر کرار رکھتے ہیں	۱۷

احمد جو بن گیا ہوں احمد نام کا ہوں میں
چہرہ میں مصطفٰے کے سراسر چھپا ہوں میں

تنزیہہ میں تو دیکھ نہ ہرگز خدا ہوں میں
تشبیہہ کے خیال سے مطلق جدا ہوں میں

ہستی بیچگوں کو جو اثبات کردیا
صورت میں جو الا کی ہوں خود ہی لا ہوں میں

ہوں صورت خدا میں تو بندہ کہوں ہے اب
اللہ میری شکل میں ہے خود فنا ہوں میں

آیا ہوں بیخودی سے خودی کے جو درمیان
خواب عدم سے یکبیک اب چونک اٹھا ہوں میں

بجتی ہے خود بخود جو میرے تن کی بانسری
گم ہو کے اپنی صوت میں بیخود بنا ہوں میں

پوچھو نہ مجھ سے حال میری سرنوشت کا
ششدر بنا ہوں آپ ہی جو کچھ لکھ چکا ہوں میں

ہے عرش سے دو چند جو میرا عروج آج
فرش زمین پہ صاف معلق کھڑا ہوں میں

آئینہ تجلّی اول ہے میرا عکس
صورت کو میری دیکھئے نور صفا ہوں میں

پاتا ہوں ہر نفس جو ہویت ہی اپنی شان
خود قید سے تعین حق کے رہا ہوں میں

عنصر مبنی ہیں چار صفات اپنی ذات کی
ہاں خاک و باد و آتش و مطلق ہوا ہوں میں

تحقیق کر لو کس کو ہے ہستی میرے سوا
ہجدہ ہزار خلق کا نشو و نما ہوں میں

مخفی میرا وجود ہے گھونگھٹ میں میم کی
کر لو نظر کہ حلقہ ارض و سما ہوں میں

چہرہ میرا ہے مشرق و مغرب سے جلوہ گر
پڑھ کر قسم دیکھئے خود اُنما ہوں میں

خود کو رن کے ڈھونڈھتے ہو کس لئے مجھے
انسان کے وجود میں خود بر ملا ہوں میں

پہنچا جلال سے جو مقام جمال میں
ناحق کمند عشق میں آکر پھنسا ہوں میں

۱۲۱	عاشق جو ہو گیا ہوں نظامی گروہ کا خواجہ معین دین کا فقیر و گدا ہوں میں	۱۷

کب فرش و عرش پر ہوں سدا لامکاں میں
گم ہو کے ہو کی ذات میں خود بے نشاں ہوں میں

مظہر ہے میری ذات کا اللہ کا وجود
اپنے تن صفات کا خود جان جاں ہوں میں

ہے ساری کائنات میرے بود کی نمود
ہستی سے اپنی آپ ظہور جہاں ہوں میں

ہے شعبدہ گری ہیں میری خود اُلٹ پلٹ
ہوں اک جگہ نہاں تو کسی جا عیاں ہوں میں

کہتا ہے جبرئیل میرے منہ میں آن کر
حق سے جو ہمکلام ہوں خود بے زباں ہوں میں

آواز میں جرس کی میری صوت ہے سنو
زنبور کے سرود کا شور و فغاں ہوں میں

ذات و صفات ہیں میری اب کب ہے اتحاد
ہاں بہلول خود ہی میرے درمیاں ہوں میں

حبل الورید کے تو ہوں نزدیک تر مگر
سمجھا نہ کوئی رمز کو میری کہاں ہوں میں

حسن و جمال ہے میرا حلقہ ہیں میم کے
منہ آرسی میں دیکھئے غنچہ وہاں ہوں میں

پہنچا برات عشق کے ہمراہ جو اس جگہ
خود تخت پر عروس کے جلوہ کناں ہوں میں

بے صورتی سے میری ہر اک شکل ہے عیاں
واجب سے ممکن اب جو بنا چیستاں ہوں میں

ہر اک نفس میں ذات کو معراج میری آج
میرا مقام غیب وری الورا ہیں ہے
استاد عشق سے تو سبق من عرف کا لے
دیرینہ ملحدوں میں مرا گرچہ ہے شمار
ٹکتی ہے کب قیام پہ نقطہ کے میری ذات

اوج براق نفس کی خود نردباں ہوں میں
پایہ جو ہوں زمین کا سر آسماں ہوں میں
تو ہی خدا ہے تجھ میں خود آ بیگماں ہوں میں
اے پیر عشق متقی و نوجواں ہوں میں
خامہ کے دائرہ میں کب ایسے نکتہ داں ہوں میں

۱۲۲	خواجہ معین دین کا ہی **عاشق** ہوں جان نثار دل سے غلام بادشہ خواجگاں ہوں میں	۲۵

ہستی ذات خدا میں ملحد دیرینہ ہوں
کر دیا اثبات الا اللہ ہُو کا مٹکر آپ
مظہر بیچوں مطلق یہہ تعین ہے مرا
ہے تجلیٰ ہی میں میری جلوہ گر خود شخص و عکس
برزخ کبریٰ میری ہی عبدیت کا ہے لقب
ہے صفی اللہ کی تصویر نورانی میری
اپنی قدرت ہی سے پیدا ہو گیا ہوں خلق میں
پردہ ظلمت سے نکلا ہوں جو بنکر بدر حسن
ہو کے بیخود میں نے دیکھی خود میں دلبر کی جو شکل

خود وجود کبریا میں ملحد دیرینہ ہوں
محویت کا اپنی لا میں ملحد دیرینہ ہوں
صاحب چون و چرا میں ملحد دیرینہ ہوں
صاف نور آئینہ میں ملحد دیرینہ ہوں
بندۂ مولیٰ نما میں ملحد دیرینہ ہوں
خاص شکل مصطفیٰ میں ملحد دیرینہ ہوں
ہے مرا نشو و نما میں ملحد دیرینہ ہوں
پرتو شمس الضحیٰ میں ملحد دیرینہ ہوں
آپ اپنا مبتلا میں ملحد دیرینہ ہوں

بندہ و رب کچھ کیا ہے گم خود اپنی ذات میں
سر بسر واصل مرا میں ملحد دیرینہ ہوں

مشرق و مغرب سے پیدا مصحفِ رخ ہے مرا
شرحِ وجہ اینما میں ملحد دیرینہ ہوں

بھیس میں شیخ و برہمن کے حرم اور دیر میں
آپ ہی پیرو پیا میں ملحد دیرینہ ہوں

کب ہو الظاہر سے چھپ سکتا ہے ہاں میرا وجود
خلق میں اک برملا میں ملحد دیرینہ ہوں

عین میری ذات کے ہیں سارے اسماء و صفات
شانِ ہر اک مرتبہ میں ملحد دیرینہ ہوں

غیر ہے کب ماسوا اس شش جہت کے تحت و فوق
ہر طرف اور جابجا میں ملحد دیرینہ ہوں

جانتے ہرگز نہیں پر دیکھتے ہیں سب مجھے
صرف اپنا آشنا میں ملحد دیرینہ ہوں

غیب ہو جاتا ہوں خود ہی میں حضورِ قلب سے
جان جاں کا شعبدہ میں ملحد دیرینہ ہوں

دیکھ لو میرا تماشا آ کے خلوت گاہ میں
اپنا بازی گر بنا میں ملحد دیرینہ ہوں

اول اور آخر بھی میں اک طور پر آیا نظر
ابتدا کی انتہا میں ملحد دیرینہ ہوں

کیا کہوں اپنی حقیقت ششدر و حیراں ہوں خود
من عرف میں بے پتا میں ملحد دیرینہ ہوں

ارغنونِ دل کا خود اپنے بج رہا ہے ہر نفس
سامعِ بانگ و صدا میں ملحد دیرینہ ہوں

بیخود و سرشار ہوں جو میکدہ میں عشق کے
متقی اور پارسا میں ملحد دیرینہ ہوں

لاموتوں آپ بشکر انمو تو پڑھ چکا
خود فنا و خود بقا میں ملحد دیرینہ ہوں

مجھ کو سرداری ملی ہے حضرت منصور کی
کاشفِ سرِ انا میں ملحد دیرینہ ہوں

۱۲۳	عاشق صادق بنا ہوں خواجہ اجمیر کا چشتیوں میں بینوا میں ملحد دیرینہ ہوں	۱۷

شوخ اپنا جا بجا ہے دکھاؤں کہاں کہاں
شور اس کا ہر طرف ہے سناؤں کہاں کہاں

جو اپنی ذات میں ہے وہی ہے صفات میں
اس کو جدا میں کر کے بتاؤں کہاں کہاں

ہے اک کمند عشق تو ہے ایک دام زلف
دل کو عبث میں پھنساؤں کہاں کہاں

معبود ہے جو دیر کا کعبہ میں ہے وہ بت
اک سر مرا ہے اس کو جھکاؤں کہاں کہاں

خود حسن و عشق کا ہے غنیم اپنا جسم و جان
ہر دم خزانہ دل کا لٹاؤں کہاں کہاں

گھر دل کا بن گیا تو کھلا چشم کا ہے در
ایجان جان تجھے میں بٹھاؤں کہاں کہاں

بار امانت اس کا میری چشم و سر پہ ہے
میں ناتوان ہوں صدآ اٹھاؤں کہاں کہاں

مجمر بنا ہے دل تو جگر بھی ہے شعلہ زن
اے نار عشق جان جلاؤں کہاں کہاں

لیجا نہ مجھ کو کوچہ و بازار کی طرف
خود کو بگولہ سان میں پھراؤں کہاں کہاں

اے عشق خاکسار ترے آستان کا ہوں
برباد ہو کے خاک اڑاؤں کہاں کہاں

موجود بارہ در ہیں میرے قصر جسم میں
میں اک مکین دل ہوں سماؤں کہاں کہاں

مجھ کو بہشت و خلد بریں کی نہیں ہوس
خود لامکاں ہوں گھر میں بناؤں کہاں کہاں

ہیں پیر میں رسول ہیں اللہ کی ہوں شکل
خود کو ہٹا کے غیر چھپاؤں کہاں کہاں

رتبہ یہہ خاص تینوں ہیں اپنے ظہور کے
مطلق وجود کو میں مٹاؤں کہاں کہاں

جو فرش کے درے ہے وہ ہے عرش کے پرے
کھوج اس کا غیب ہو کے لگاؤں کہاں کہاں

سوتے رہو لحد میں سب اے خفتگان وصل
تکلیف دیجے تم کو جگاؤں کہاں کہاں

۱۷	خواجہ معین دین کا ہر اک جا ہے راگ رنگ عاشق تری غزل کو میں گاؤں کہاں کہاں	۱۲۴

انسان کیا ہے شئے یہ ہمیں کچھ خبر نہیں / ہم صورت خدا ہیں وجود بشر نہیں

ہاں عرش کے پرے ہے معلق ہمارا قصر / خاص اپنے لامکاں میں دیوار و در نہیں

اپنے مشاہدہ میں ہیں آنکھوں کی پتلیاں / اکدم بھی غیر بین میرا نور بصر نہیں

یہ اپنے دونو پرہَ بینی ہیں ماہ و مہر / ہم سے جدا اک آن بھی شمس و قمر نہیں

اپنی جو ہے جلال و جمالی صفات ذات / تفصیل وار علم یہ ہے مختصر نہیں

سینہ تجلیّات سے پر نور ہے مدام / کچھ کوہ طور سے مرا کمتر جگر نہیں

موسیٰ کی طرح خواہش دیدار کیوں کریں / اللہ اپنی شکل میں کیا جلوہ گر نہیں

آواز اپنے یار کی سنتے ہیں ہر نفس / بہرہ کے شکل گوش دلی اپنے کر نہیں

رخسار و زلف اپنے ہیں واللیل والضحیٰ / خود دیکھ لو کب اپنے میں شام و سحر نہیں

کرتے ہیں ہم جو مصحف روئے صنم کی یاد / قرآن پر اس کے پیکر سے زیر و زبر نہیں

جاتے ہیں اکدم میں وری الوریٰ میں ہم / اپنے سوا کسی کا کبھی وہاں گذر نہیں

کعبہ میں دل کے جا کے جو کرتے ہیں ہم تلاش / حُجاج کا شمار و نشان کچھ اُدھر نہیں

اپنے طواف کا ہے ہو الباطنُ گواہ / شاہد ہمارا اے بُت کافر حجر نہیں

موج و حباب و خطرہ و کف کی ہے ایک ذات / سب جانتے ہیں بحر سے خارج بھنور نہیں

میں واجب الوجود میں ہو جاؤں گا فنا / ممکن کو ہو بقا یہ سخن معتبر نہیں

اے شیخ آپ کو ہو مبارک جناں کا قصر / رضواں کی ہے قسم میرا جنت میں گھر نہیں

۱۲۵	عاشق نہ چھوڑ دامن خواجہ معین دینؒ اُن سا جہاں میں کوئی ترا راہبر نہیں	۱۷

جان بیچوں کی جان رکھتے ہیں — جسم اللہ کی شان رکھتے ہیں

بن کے نقش محمد و احمد — اِسم حق کا نشان رکھتے ہیں

ہُو میں باقی فنا ہیں اللہ میں — عیش و غم درمیان رکھتے ہیں

اپنی گردن پہ عرش اعظم ہے — سر پہ ہم لامکان رکھتے ہیں

قاب قوسین کے پرے ہوکر — ہم درے دو کمان رکھتے ہیں

خط وحدۃ جو درمیان ہے عیاں — یہہ نہاں ہم بیان رکھتے ہیں

یہاں وجود اور علم و نور و شہود — عشق ہی کا گمان رکھتے ہیں

دیکھ اُٹھا کر تو میم کی گھونگھٹ — اس میں ہم سب جہان رکھتے ہیں

عین ہستی ہے نیستی اپنی — محوّیت میں یہ دھیان رکھتے ہیں

جو خلا کی ملا میں ہے آواز — اس کے سُننے کے کان رکھتے ہیں

مٹ کے بندہ میں بن گئے مولیٰ — عِشق میں آن بان رکھتے ہیں

ہے صِفت جو کلیم کی ہم میں — بے زبان کی زبان رکھتے ہیں

ہم وری الوریٰ پہ چڑھنے کو — غیب کی نردبان رکھتے ہیں

خود انا الحق زبان پر اپنی ہے — بات میں چیستان رکھتے ہیں

بن کے منصور آپ کو ہر دم — بر سرِ امتحان رکھتے ہیں

عین تنزیہہ اپنی ہے تشبیہہ — بے نشان، کا نشان رکھتے ہیں

۱۲۶	آپ کے عاشق اے معین الدین معرفت کی دکان رکھتے ہیں	۲۵

مکان ہے میرا لامکاں جانتا ہوں | نشان ہے میرا بے نشاں جانتا ہوں
جو اپنی نظر میں ہے تنزیہہ و تشبیہہ | ہوں آپ ہی نہاں اور عیاں جانتا ہوں
ہے عالم کا سایہ میری مردمک میں | ہے اپنے میں عکس جہاں جانتا ہوں
جو کثرت میں وحدت ہے ظاہر ہر اکجا | ہوں آپ ہی میں جلوہ کناں جانتا ہوں
سخن کی میری ہے جو بے صوت آواز | میں صرف اپنے کو بے زباں جانتا ہوں
خودی عبد و رب کی جو اپنے سے گم ہے | میں اپنی خودی کو کہاں جانتا ہوں
نہ پوچھو حقیقت میری بے خودی کی | نید ہا صاف اپنا دہاں جانتا ہوں
ہو اللہ کا دم جو بھرتا ہوں ہر دم | میرا دل ہے خود جان جاں جانتا ہوں
دوئی جب نہیں میری ذات و صفت میں | کہاں غیر ہے درمیاں جانتا ہوں
جدا ہوں میں دنیا و عقبیٰ سے مطلق | ہے مسکن میرا یہاں نہ وہاں جانتا ہوں
اِدھر کار ہا سنے اُدھر کا کہوں کیا | خود اپنا بیاں لابیاں جانتا ہوں
جو ہوں بلبل گلشن قدس اپنا | وریٰ الوریٰ آشیاں جانتا ہوں
بہار و خزاں کا سنو مجھ سے قصہ | ہزار اپنی اک داستاں جانتا ہوں
وجود و عدم کی اُلٹ اور پلٹ میں | میری اصل ہے ایک ہاں جانتا ہوں
فنا کا نہیں خوف مجھ کو بقا میں | ہوں موجود خود دھر زماں جانتا ہوں
جلال اپنا آتا ہے کس کی نظر میں | میری آپ میں عز و شاں جانتا ہوں
جو اسرار مخفی کو کرتا ہوں ظاہر | ہوں خود سر بسر غیب داں جانتا ہوں
ہوا سود سودے میں حاصل تو اصلی | میں اک حیثیتوں کی دکاں جانتا ہوں

جرس کی صدا سن کے ڈھونڈ ہوں میں کس کو
ہے غائب یہاں کارواں جانتا ہوں

نفس کی براق اب جو ہے زیر اپنے
سر عرش کو آسماں جانتا ہوں

زمین پر جو معراج حاصل ہے مجھ کو
ہوں خود صورت نردبان جانتا ہوں

نکاتِ حقائق جو ہیں اس سخن میں
کلام اپنا میں چیستان جانتا ہوں

ہوں میں صورتِ عشق مطلق یہ نکتہ
بلا وہم و شک و گمان جانتا ہوں

احد کا سراپا جو برزخ ہے میرا
میں احمد کا ہوں جسم و جان جانتا ہوں

۱۲۷

جو سجدہ میں ہوں بن کے ایکخواجہ عاشق
میں کعبہ ترا آستان جانتا ہوں

۱۳

جو میں حق کی صورت بنا چاہتا ہوں
جدا عبدیت سے ہوا چاہتا ہوں

انا الحق کا دعویٰ مرا کب ہے ناحق
میں حق پر ہی سولی چڑھا چاہتا ہوں

جو اپنی خودی کو مٹایا ہے میں نے
خدا کی خودی میں ملا چاہتا ہوں

تماشیکو اپنے میں آیا ہوں اب جا
محبت سے دو دن رہا چاہتا ہوں

جو سپنے میں شکل اپنی دیکھی ہے تم سے
میں تعبیر اس کی سنا چاہتا ہوں

ہوا ہوں جواب خواب غفلت سے بیدار
تصور میں اپنے اٹھا چاہتا ہوں

ہوا عشق میں مجھ کو جو درد غم ہے
کچھ افسانہ اس کا لکھا چاہتا ہوں

جلالی جمالی صفات اپنے ہیں دو
میں اب ان کو اکجا کیا چاہتا ہوں

میں اب آپ بنتا ہوں مجنوں سے لیلیٰ
خود الفت میں اپنی پھنسا چاہتا ہوں
احاطہ میں رکھتا ہوں دیر و حرم پر
نہیں اک جگہ پر ٹکا چاہتا ہوں
میری ذات ہی کفر و اسلام خود ہے
رہا جلوہ گر جا بجا چاہتا ہوں
نہیں دین و مذہب سے مجھ کو غرض کچھ
ہر اک سے میں عشق و ولا چاہتا ہوں

۱۲۸	ہوں خواجہ معینؒ میں ترا عاشق زار ولایت کی تجھ سے عطا چاہتا ہوں	۱۱

جو میں ذات بحت اب بنا چاہتا ہوں
مُقام وریٰ الوریٰ چاہتا ہوں
مجھے لاتعین کا ہے عشق حاصل
خدا سے جدا میں ہوا چاہتا ہوں
صفات اور اسماء افعال اپنے
مٹا کر ہمیشہ رہا چاہتا ہوں
پرے عرش و کرسی کے رہنے کا ہے عزم
مکان لامکان میں لیا چاہتا ہوں
جو ہے کنج مخفی میری خاص خلوت
میں پردے میں اپنے چھپا چاہتا ہوں
رہوں غیب ہو کر ارادہ ہے میرا
ملا سے میں اپنا خلا چاہتا ہوں
میرا خاص گھر دایرے کے ہے اوپر
میں کب شش جہت کی سرا چاہتا ہوں
ہے لاہوت ہاہوت کی اپنی چادر
میں ناسوت کی کب ردا چاہتا ہوں
جو آواز باطن نکلتی ہے مجھ سے
میں صوت اپنی آپ ہی سنا چاہتا ہوں
جدا ہوں اضافات والفاظ سے میں
جو معنی سر انا چاہتا ہوں

۱۲۹

ہو خواجہ معین اپنے عاشق کو بخشش
میں اپنی غزل کا صلا چاہتا ہوں

۱۵

دریا ہوں میں نہ گردش گرداب آب ہوں
قطرہ ہوں موج ہوں نہ میں چشم حباب ہوں

نقطہ کی شکل ہوں نہ خطا انتخاب ہوں
معنی ہوں لفظ ہوں نہ میں اُم الکتاب ہوں

ذرہ ہوں میں نہ روشنی آفتاب ہوں
اختر نہ ماہتاب نہ چرخ وسحاب ہوں

ہوں میں احد نہ احمد وحدت مآب ہوں
برقع ہوں میم کا نہ میں شکل نقاب ہوں

ہوں میں حرم نہ دیر نہ کعبہ کا باب ہوں
اللہ کا ہوں نام نہ بت کا خطاب ہوں

ہوں مغبچہ و جنین نہ میں شیخ و شاب ہوں
آتش ہوں باد ہوں نہ میں آب و تراب ہوں

میں طور ہوں نہ روشنی التہاب ہوں
میں موسیٰ و خدا نہ سوال و جواب ہوں

شیشہ ہوں جام ہوں نہ شراب و کباب ہوں
میخوار ہوں نہ ساقیٔ بزم خراب ہوں

ہوں خیر میں نہ شر نہ ثواب و عذاب ہوں
ہوں جنت و سقر نہ خطا و صواب ہوں

مانند روز و شب کے نہ میں انقلاب ہوں
غافل نہ ہوشیار نہ میں شکل خواب ہوں

نام حیات و موت نہ رحم و عتاب ہوں
دنیا و آخرت ہوں نہ روز حساب ہوں

سرما نہ برشکال نہ میں فصل تاب ہوں
حدت ہوں میں نہ صورت آب و سراب ہوں

ہوں برگ گل نہ تخم نہ میں بیخ و شاخ سبز
غنچہ ہوں خار ہوں نہ میں مطلق گلاب ہوں

بے کام و بے زبان ہوں ذرا ہو کے گم سنو
صوت و صدائے باطن چنگ و رباب ہوں

۱۳۰	خواجہ معین دین ہوں نہ چشتی نہ قادری محبوب ہوں نہ عاشق پُر اضطراب ہوں	۱۴

طوبیٰ ہی بنگیا ہے لوائے معینؒ دین
سایہ میں اس کے آکے یہی کہہ رہا ہے شاہ
جھنڈا ہی بنگیا ہے سراسر سرِ احد
دکھلا رہا ہے سب کو یہ کعبہ کا جو منار
خود کہکشاں بنی ہے نشان آن کر یہاں
اے خاص و عام اس کا تم اعجاز دیکھ لو
زردی طلا کی صاف جو بیرق میں ہے عیاں
عشاق کے لہو سے رقم اس پہ حرف ہیں
گجرات کا ہے حضرت محمود کا نشان
عالم میں نام سنتے تھے جس کا لوا احمد
سب خواجگان چشت کا ملجا ہے یہ نشان
عرش بریں کا قبہ اسی کا ہے خود کلس
اس کا نشان جو مشرق و مغرب میں ہے عیاں

سدرہ سے بھی سوا ہے لوائے معینؒ دین
یہ ظل کبریا ہے لوائے معینؒ دین
قامت ہے خود الف کا لوائے معینؒ دین
قبلہ نما بنا ہے لوائے معینؒ دین
ہم پایہ سما ہے لوائے معینؒ دین
موسیٰ ہی کا عصا ہے لوائے معینؒ دین
خورشید کی ضیا ہے لوائے معینؒ دین
اک خامہ حنا ہے لوائے معینؒ دین
مشہور جو ہوا ہے لوائے معینؒ دین
ہم کو وہی ملا ہے لوائے معینؒ دین
ماوائے اولیاء ہے لوائے معینؒ دین
کس درجہ ہاں رسا ہے لوائے معینؒ دین
کیا خط استوا ہے لوائے معینؒ دین

۱۳۱	محمود کے کرم سے خلافت جو ہے نصیب عاشق کے گھر کھڑا ہے لوائے معینؒ دین	۱۶

بسم اللہ آرہا ہے نشان معینؒ دین — یہہ مدّ دلکشا ہے نشان معینؒ دین
الحمد کی بنا ہے نشان معینؒ دین — قرآن کی ابتدا ہے نشان معینؒ دین
والشمس کی ضیا ہے کہ برق کی ہے صفا — تنویر والضحیٰ ہے نشان معینؒ دین
اللہ کی جو وجہہ قسم سے ہے عیاں — شکل فانّما ہے نشان معینؒ دین
اللہ ما سواہ سے آتی ہے یہ ندا — لا کا الف بنا ہے نشان معینؒ دین
تفسیر میں شہود کی تفصیل ہے یہی — آثار کبریا ہے نشان معینؒ دین
اے وحدت الوجود تری ذات کی قسم — عشاق کا خدا ہے نشان معینؒ دین
عشاق کے لہو کے جلی حرف اس میں ہیں — مرجان کا لوا ہے نشان معینؒ دین
پہنچا ہوا ہے اس کا کلس لامکان تک — کب تا سما کھڑا ہے نشان معینؒ دین
تھا عاشقوں کا ذہن نشین جو لواء حمد — خود بن کے آگیا ہے نشان معینؒ دین
دعویٰ جو اپنے رتبہ کا کرتے ہیں اس لئے — برہان خود ہوا ہے نشان معینؒ دین
کیوں کر نہ ہم کو فخر ہو ہند و دکن میں آج — محمود سے ملا ہے نشان معینؒ دین
ہوتی ہے اس سے رمز ہو اللہ منکشف — اسرار اولیا ہے نشان معینؒ دین
سایہ میں اس کے آکے سعادت کرو حصول — یہ صورت ہما ہے نشان معینؒ دین
آپ نظامؒ دین ہیں جو محبوبؒ آلہ کے — یہ خاص آپ کا ہے نشان معینؒ دین

۱۳۲	عین مشاہدہ کا جو تار نظر بنا عاشق کا دل رُبا ہے نشان معینؒ دین	۱۹

من آنم در جہاں یک نالۂ پر شور ہستم من
صدا ہائے جرس ہم نغمۂ زنبور ہستم من

شدم از نقطۂ خط باز ازاں حرف رقم گشتہ
عیاں آن شکل ہر نقطم کہ خود مستور ہستم من

خودم اوّل خودم آخر خودم ظاہر خودم باطن
منم آن کز تمامی وصفِ خود مشہور ہستم من

وجودم طرز گوناگوں کہ از وحدت شدہ ظاہر
مگر باکثرت اسمائے خود موفور ہستم من

خدا خود آمدہ گفتہ برمز آیت نحن
قریب شہ گم ہر دم نہ از سر دور ہستم من

چو واشد پردۂ چشمم پئے نظارۂ ذاتی
زخود بر خویش ہر دم ناظر و منظور ہستم من

ہمیں نشو و نمائے من ظہور ہستی حق شد
چرا خود را نگویم حق کہ خود منصور ہستم من

دلِ من وادی ایمن شدہ از تابِ خون خود
من آن سوز جگر دارم کہ رنگ طور ہستم من

تجلی رقم کردہ است روشن مہر عالم را
مدام از طلعت خود شعلۂ پر نور ہستم من

بچشم ظاہر موسیٰ کجے آید ذاتِ من مطلق
ہمیشہ در حجابِ عین دلِ مستور ہستم من

بسر تاج انا دارم زنی برگ و نوائی ہم
مدام از دولتِ شاہی خود مغرور ہستم من

چہ گویم عظمت و شانم گشیدم دست از دنیا
کہ خود اسکندر و دارا و ہم فغفور ہستم من

پئے یا قابض افروختستم نار محبت را
من آن پیر مغان ہستم کہ در دستور ہستم من

شراب وصل خود خوردہ چناں بیخود شدم اکنوں
کہ در میخانۂ وحدت بدل مسرور ہستم من

من آن گلزار فردوسم جدا از من کجا خلد است
من آن رضوان من آن غلمان کہ رشک حور ہستم من

لب اظہار من بند است از انگشت حیرت ہا
چہ گویم حالتِ خلوت کہ خود مجبور ہستم من

مپرس از من تماشائے طلسمِ چشمۂ حیوان
کنوں در روز روشن خود شب بیجور ہستم من

درونِ بحر ذاتِ من مقید ہفت اقلیم است
ہمانا بر ہمہ اشیائے خود محصور ہستم من

۱۳۳	نکو از خواجہ اجمیر حاصل کردہ ام نعمت مدام اے عاشق چشتی بدل مشکور ہستم من	۹

جسے ہو ذات کی مستی وہ پھر سرشار کیوں کر ہو
خمار بادۂ وحدت سے وہ ہشیار کیوں کر ہو

جو چونکا خواب غفلت سے مسافر پہنچا منزل پر
فنا کی راہ پر جو سوئے وہ بیدار کیوں کر ہو

تری صورت ہے جو کچھ ہے توہی رب ہے توہی بندہ
صفات ذات ہے مطلق تو پھر تکرار کیوں کر ہو

یہی پایا ہے خلوت میں جو ہے عاشق وہی شاہد
نہیں جب دوسری صورت تو پھر دیدار کیوں کر ہو

شراب وصل جب پی لیں رہیں پھر کیونکر ہوش و عقل
ہمیں ہے بیخودی ہر دم عبث گفتار کیوں کر ہو

جو ٹوٹے ہاتھ سے ناسوت کے یہ رشتہ ہستی کا
ہے ناقص تانا بانا تن میں دم کا تار کیوں کر ہو

جو کعبہ میں ملا مجھ کو اسی کو دیر میں پایا
ترا ہم زنگ ہر ہندو نہ اے دیندار کیوں کر ہو

جو موسیٰ ہوتے یہ طور جگر میرا نظر کرتے
ہے سینہ دشت ایمن طالب انوار کیوں کر ہو

۱۳۴	معین الدین چشتی کی توجہ ہے جو عاشق پر ہمیشہ یاد مرشد کے سوا اب کار کیوں کر ہو	۹

کنج مخفی سے عبث کون ہے لایا مجھ کو
سیر باغ آ کے یہاں کس نے دکھایا مجھ کو

صوت غیبی سے ہے رغبت مرے کانوں کو مدام
کس کی آواز ہے کیا بھید سنایا مجھ کو

وصل جاناں سے ہوا مفت میں بدنام یہاں
خلوت یار میں کس شخص نے پایا مجھ کو

ایک ہی ساغر الفت نے ترے اے ساقی
مست و دیوانہ و بیہوش بنایا مجھ کو

دفعتاً خواب سے میں کس لیے یوں چونک پڑا
کون ہمدم تھا جو خلوت میں ہلایا مجھ کو

جستجو حق کی جو کی ذہن رسا نے میرے
ذات میں اپنی ہی اللہ کو دکھایا مجھ کو

مسجد و کعبہ ہی کچھ جائے عبادت کی نہیں
دربدر شیخ نے ناحق ہے پھرایا مجھ کو

اپنی ہستی کو فنا ہے تو ہے پھر کس کو عذاب
دیکھا واعظ نے سفر اپنا ڈرایا مجھ کو

۱۳۵ — عشق میں تیرے بنا ہے اثر اے خواجہ چشت
عاشق اپنا جو خلائق میں بنایا مجھ کو — ۱۳

مے ہے ہُو ساغر بھی ہو ساقی بھی ہو میخوار ہُو
کیف ہُو سرمست ہُو اور بیخود و سرشار ہُو

رنگ ہے ہُو بو ہے ہو گل بھی ہے ہو اور خار ہُو
ہُو بہار اور ہُو خزاں اور بلبل و گلزار ہُو

طور ہُو موسیٰ ہی ہُو اور شعلۂ انوار ہُو
ہُو کلام اور دید ہُو اور طالب دیدار ہُو

جسم ہی ہُو جان ہی ہُو اور دل ہے ہُو ہُو ہے زباں
نطق ہُو خاموش ہُو اور لب ہے ہُو گفتار ہُو

بُت ہے ہُو بتخانہ ہے ہُو ہُو دلارام و صنم
کفر ہُو کافر بھی ہُو ہندو بھی ہُو زنار ہُو

مسجد و منبر ہے ہُو ہُو ساجد و مسجود ہی
شیخ ہُو زاہد ہے ہُو اور عابد و دیندار ہُو

اوّل و آخر بھی ہُو ہُو ظاہر و باطن میں بھی
راز ہُو ہمراز ہُو اور بھید ہو اسرار ہُو

ہُو مرض درماں ہے ہو آزار ہُو ہے ہُو شفا
ہُو مسیحا ہُو ہے صحت اور خود بیمار ہُو

ہُو جنوں و ہوش ہُو شیدائی و دیوانہ ہے
عاقل و دانا ہے ہو اور زیرک و ہشیار ہُو

عاشق و معشوق ہو مُو شاہد و مشہود ہے
گنج ہو قارون ہے ہو اور مال ہو ہے ہو غنی
شاہ ہو درویش ہو ہے ہو امیر اور ہو وزیر

طالب و مطلوب ہو اور دلبر و دلدار ہو
فقر ہو فاقہ ہے ہو اور زر ہے ہو زردار ہو
تاج ہو اور تخت ہو اور واقف اسرار ہو

۱۳۶

ہر دم اے خواجہ معین الدین ہے عاشق کیلئے
سرور و سرکار ہو اور مالک و مختار ہو

۱۳

ساقیا بھر دے ذرا بادہ سے پیمانے کو
سنگ توحید یہ مجنوں جو لئے پھرتا ہے
عاشقو عمر دو روزہ کے گزرنے کیلئے
لامکاں چھوڑ کر آیا ہوں بھٹک کر جو یہاں
مٹ گیا حرف دوئی تو کہو کیوں کر ہو وصال
مجھ کو آبادئ اقلیم ادب ہے مرغوب
ہم مسیحا سے یہ کہہ جائیں گے وقت آخر
میں نہ اٹھوں گا قیامت میں کہ ہوں کشتۂ یار
لکھ دیا کاتب تقدیر نے جو کچھ تھا تمام
سنگ چھونے سے جو ہو جاتے ہیں مفقود گناہ
مردمک یار کی آنکھوں میں ہے مخمور سدا

عشق کی مئے سے سدا شوق ہے متانے کو
تم سے کہہ دیتے ہیں ہم چھیڑو نہ دیوانے کو
اشک پینے کو ہیں اور غصہ و غم کھانے کو
مستعد آپ کھڑا ہوں ابھی گھر جانے کو
نکتہ باریک ہے آسان نہیں تبلانے کو
کیونکہ رہنا ہو یہاں دیکھ کے ویرانے کو
کس بہانے سے قضا آتی ہے لیجانے کو
نہ کوئی آئے میری قبر پہ سمجھانے کو
باقی اب کیا ہے جو ہم جائیں و لکھوانے کو
چھوڑ کعبے کو چلا شیخ بھی بتخانے کو
طاق مسجد سے لگا رکھتی ہے میخانے کو

روئے دلدار کا مشتاق اگر ہے کوئی
ہم بھی خلوت میں چلیں یار کے دکھلانے کو

۱۳۷ — حضرت خواجہ چشتی جو ہے عاشق تیرا
زیست سمجھا ہے ترے عشق میں مرجانے کو — ۱۳

دکھلائے حب صفات نے حرص وہوائے ہو
اس وقت عشق ہوگیا خود مبتلائے ہو

جوش جنوں سے بن گئے دیوانے اب جو ہم
ایسا ہی اپنے باب میں تھا مدعائے ہو

کہتے ہیں خود طبیب مرض دل کا دیکھ کر
تسکین کو ہے اس کے مجرب دوائے ہو

الفت میں تیری ہستی میں آیا ہے جب وہ آپ
تو بھی فنا کر اپنے کو رکھ کر ولائے ہو

ہجدہ ہزار خلق کا اس سے ظہور ہے
پاتا ہے جس کو تو وہ ہے نشو و نمائے ہو

آواز غیب کا ہے توغل جو روز و شب
سنتا ہوں شش جہت سے ہر دم صدائے ہو

سب کار و بار پر ہے محیط اسکی ذات جب
اللہ چاہتا ہے ہمیشہ رضائے ہو

ہے ایک جا ممکین وہ تو کجا ہے لامکان
جس جا نہیں ہے گھر وہ ہے عظمت سرائے ہو

حق کی صفات سے جو منزہ ہے اسکی ذات
عارف سمجھتے کب ہیں خدا کو بجائے ہو

مرتا نہیں ہے جب کوئی مردہ کہیں کسے
حیرت میں سب ہیں دیکھ کے یہ ماجرائے ہو

کس طرح تجھ کو وصل میں ملجائیگا الٰہ
دیدار رب جو چاہے تو پائے لقائے ہو

ہوتے ہیں محو ذات یہ سارے تعینات
آتی نظر جو مجھ کو ہے مطلق بقائے ہو

۱۳۸	خواجۂ معین دین سے جو سر خفی کھلا عاشقؔ ہوا ہے خود کو مٹا کر فدائے ہُو	۱۵

ابتدا الا آلہ الا ہُو	انتہا لا آلہ الا ہُو
احدیت کے مدرسہ کا سبق	ہوگیا لا آلہ الا ہُو
ہو کے سرسبز باغ الا اللہ	گل کھلا لا آلہ الا ہُو
مرض عشق کی شفا کیلئے	ہے دوا لا آلہ الا ہُو
صورت موج بحر وحدت کا	آشنا لا آلہ الا ہُو
ہے اوتار اور چڑھاؤ میں دم کے	برملا لا آلہ الا ہُو
صاف کہتی ہے آیت الکرسی	پڑھ سدا لا آلہ الا ہُو
صوت بیچوں سے آرہی ہے سنو	خوش ندا لا آلہ الا ہُو
شب معراج سنتے تھے احمد	جابجا لا آلہ الا ہُو
جب تلاش خدا میں نکلا تب	آملا لا آلہ الا ہُو
ہے وری الوریٰ کے کوچے کا	رہنما لا آلہ الا ہُو
الحق اللہ کا ہے اسم فنا	ہے بقا لا آلہ الا ہُو
عاشقو اپنی زندگی کیلئے	ہے غذا لا آلہ الا ہُو
ہے یہی دل کا عارفو اپنے	مدعا لا آلہ الا ہُو

١٣٩	پڑھتے ہیں عاشق معین الدین اولیا لا آلہ الا ہوٗ	٢١

ہے جہاں شانِ خدا میں ہوں نہ تو
ربّ مطلق سے جدا میں ہوں نہ تو

شان جس کی ہے یہاں لولاک کی
اس کا ہے نشو و نما میں ہوں نہ تو

پہلے آدم سے ہوا جس کا ظہور
ہے وہی خود جابجا میں ہوں نہ تو

عبد کی صورت میں مولیٰ آپ ھے
دیکھ لے کر آئینہ میں ہوں نہ تو

صفر میں محسوب ہے خود ایک بھی
گم ہے اس جا دوسرا میں ہوں نہ تو

وصل کے بہرہ کا یہہ ارشاد ہے
ہے وہی مطلق صدا میں ہوں نہ تو

ہو گیا اثبات الا اللہ سے
درمیان لفظ لا میں ہوں نہ تو

مصحف روئے جہاں پر کر نظر
خلق ہے خود انّما میں ہوں نہ تو

بزم وحدت میں ذرا گم ہو کے دیکھ
یار ہے خود برملا میں ہوں نہ تو

خاک و آتش کی حقیقت سے کھلا
ہے جہاں آب و ہوا میں ہوں نہ تو

میم کی گھونگٹ کا نقشہ ہے جہاں
ہے نہ یہاں ارض و سما میں ہوں نہ تو

کُل شیٔ ہالکٌ کی رمز سے
سب خدائی ہے فنا میں ہوں نہ تو

جو کہ وجہ اللہ میں مخفی ہے یہاں
خاص اس کو ہے بقا میں ہوں نہ تو

آپ اپنا شیفتہ ہے جان جاں
یہاں کسی کا مبتلا میں ہوں نہ تو

سامنے اندھوں ہی کے دیدار کا
ہے فقط جلوہ سدا میں ہوں نہ تو

عشق کے پھندے میں مرغ جان ہے قید
دام الفت میں پھنسا میں ہوں نہ تو

خیر و شر کا اپنے جو مختار ہے
ہے وہی صاحب خطا میں ہوں نہ تو

چارۂ بیمار ہجراں اور ہے
اے طبیب اس کی دوا میں ہوں نہ تو

ذات بیچوں میں فنا ہو کر تو دیکھ
صاحب چوں و چرا میں ہوں نہ تو

دیکھ لے اصل حقیقت اپنی آپ
بیوجود کبریا میں ہوں نہ تو

۱۴۰

خواجۂ چشتی کا یہاں عاشق جو ہے
ہاں وہی ہے بے نوا میں ہوں نہ تو

۱۷

ہیں ساری قمریاں کہتا اہاہاہا اُہُو ہُو ہُو
چمن میں غل ہے ہاہو کا اہاہاہا اہُو ہُو ہُو

خزاں جا کر بہار آئی جو باغ عشق بیچوں میں
چمن وحدت کا ہے پھولا اہاہاہا اہُو ہُو ہُو

نہا آب حیات اول تو پھر پہنچا حدیقے میں
ہے شاداب اب گل اور بوٹا اہاہاہا اہُو ہُو ہُو

جو آئی بلبل وحدت بھٹک کر باغ کثرت میں
ہمیشہ کرتی ہے نالا اہاہاہا اہُو ہُو ہُو

نبی ہے یا بصیر اس لیے خود صحن گلشن میں
پکاری نرگس شہلا اہاہاہا اہُو ہُو ہُو

ہماری سرو قامت کو الف اللہ کا پایا
تو بولا سدرہ اور طوبیٰ اہاہاہا اہُو ہُو ہُو

مٹایا لا آلہ کو جو لوح سینہ سے اپنے
صدا کہنے لگا لالا اہاہاہا اہُو ہُو ہُو

دوی کے رنگ سے نکلا تو آ کر بو وحدت میں
مہکتا ہے سدا دونا اہاہاہا اہُو ہُو ہُو

ہے رخ والشمس واللیل اس کا گیسوی معنبر ہے
وہ سنبل اور گل تازہ اہاہاہا اہُو ہُو ہُو

دہن غنچہ زبان سوسن ہے گلشن تختہ سینہ
ہے ساتھ اس لاؤبالی کے چنبیلی سیر گلشن میں
گلستان کے تعشق میں سراسر زرد رو نکلا
جو اس کے مصحف رخ سے پسینا باغ میں ٹپکا
بنی ہے سُرخرو کب یہہ غلط دعوی ہے مصحف لیکا
بنا ہے موتیا تو آپ ہے خود ذات میں تیری
بنا ہوں باغبان آپھی چمن کا اپنے ہستی کے

صنوبر دل کا ہے نقشہ اہاہاہا اہُوہُوہُو
ہے گل اور سینوتی چنپا اہاہاہا اہُوہُوہُو
کھڑا ہے باغ میں گینـد اہاہاہا اہُوہُوہُو
گلاب اس دم ہوا پیدا اہاہاہا اہُوہُوہُو
حنا کا رنگ ہے تیرا اہاہاہا اہُوہُوہُو
نہال و شاخ اور پتا اہاہاہا اہُوہُوہُو
ہوں خود میں مالک ثمرہ اہاہاہا اہُوہُوہُو

۱۴۱

معین الدین چشتی کے چمن کی خاص آے عاشق
غزل تیری ہے گلدستہ اہاہاہا اہُوہُوہُو

۱۵

خواب سے چونک اٹھا ہوں تننا ہایا ہو
آپ واجب سے یکایک جو بنا ہوں ممکن
پوچھئے کچھ نہ میرا نام و نشان و مسکن
نام اللہ سے ہرگز نہ پکار اب مجھ کو
دل کے تبخانہ میں ناقوس بجا کر سنئے
قل ہو اللہ فقط سورۂ مطلق ہے مری
شان تنزیہ کی ہے ذات میری آئینہ

خود کو پہچان چکا ہوں تننا ہایا ہو
ہو کے ششدر رہی کھڑا ہوں تننا ہایا ہو
میں تعین سے جدا ہوں تننا ہایا ہو
خود میں بیچون و چرا ہوں تننا ہایا ہو
سر باطن کی ندا ہوں تننا ہایا ہو
جان قرآن میں بنا ہوں تننا ہایا ہو
کہ میں تشبیہ صفا ہوں تننا ہایا ہو

اول و آخر اب اور ظاہر و باطن مجھ کو
صدر لاہوت پہ بیٹھا ہوں جو مولی بنکر
لامکاں سے بھی پرے ڈھونڈھ لے مجھ کو آکر
خاص ذات اب مری الآن کما کان ہے
دعوئی کبر و منی مجھ کو ہمیشہ ہے حصول
ہے سدا زندگی و موت مبرا مجھ سے
وصل میں گم ہے تعین جو مرا آٹھ پہر

دیکھ لے جلوہ نما ہوں تننّا ہا یا ہو
بندہ و رب کا خدا ہوں تننّا ہا یا ہو
غیب مکنوں میں چھپا ہوں تننّا ہا یا ہو
نہ بڑھا ہوں نہ گھٹا ہوں تننّا ہا یا ہو
بیگماں سرّ انا ہوں تننّا ہا یا ہو
خود صفاتوں سے رہا ہوں تننّا ہا یا ہو
ہو بہو تجھ سا ہوا ہوں تننّا ہا یا ہو

۱۴۲	**عاشق** خواجۂ اجمیر کی صورت بن کر آپ ہی نغمہ سرا ہوں تننّا ہا یا ہو	۱۷

بندہ کی شکل ہی میں ہے مولی نظر کرو
آنکھوں سے دور کر کے خودی کے حجاب کو
اللہ کچھ نظر سے ہمارے نہیں ہے غیب
چون و چرا کے واسطے بن کر زبان خود
عین مشاہدہ میں کھڑی ہیں جو پتلیاں
محراب چشم کعبہ ہے اور دل ہے خود حرم
ہے مظہر اتم کی حقیقت جو اپنی شان

مردہ میں ہے چھپا ہوا زندہ نظر کرو
ہیں آپ ہی خدا پس پردہ نظر کرو
ہر دم ہے حق کا روبرو جلوہ نظر کرو
بیچوں و بیچگونہ ہے گویا نظر کرو
آنکھوں سے اپنی کون ہے بینا نظر کرو
یثرب بنا ہے اپنا سراپا نظر کرو
آپ ہی ہیں صاف بر رخ کبری نظر کرو

جاتے ہو لامکان کے طرف ہر نفس جو تم
ہے کون سوئے عرش معلیٰ نظر کرو

صوت وصدائے غیب سنی جائے جس طرف
دلبر کا اپنے وہاں ہے ٹھکانہ نظر کرو

پرتو صفت ہے ذات کی سمجھو نہ اسکو غیر
خورشید ہی کا عکس ہے ذرہ نظر کرو

ہاتھوں کو اپنے سینہ پہ رکھ رکھ کے عاشقو
کیا اضطراب دل کا ہے منشا نظر کرو

بعد فنا سمجھ میں کب آئے گی رمز موت
ہاں زیست میں عدم کا تماشا نظر کرو

آئینہ وجود سے ظاہر جو عکس ہے
کس شخص کا ہے مصحفی چہرہ نظر کرو

موج وحباب وقطرہ وگرداب بحر سے
کب ہے جدا انہیں میں ہے دریا نظر کرو

کب معرفت ہو ذات کی کہنے سے اسم کے
منہ بند کر کے سوئے مسمیٰ نظر کرو

کیوں ڈھونڈتے ہو مثل سکندر ادھر اُدھر
آپ ہی میں ہے حیات کا چشمہ نظر کرو

خواجہ معینؒ دین کے جو بندہ بنے ہو تم
عاشق تمہارا ہے وہی آقا نظر کرو

۱۴۳ | ۱۷

ہے شکل انساں میں کون پیدا ذرا تو اسکو سمجھ کے دیکھو
کہاں ہے رب اور کدھر ہے بندہ ذرا تو اسکو سمجھ کے دیکھو

احد اور احمد میں فرق کیا ہے کھلیگی یہ رمز معرفت سے
ہے علم نقطہ میں جمع نکتہ ذرا تو اسکو سمجھ کے دیکھو

وجود آدم بنا ہے کس سے اور اسمیں مخفی ہے ذات کسکی
ہوا ہے کیونکر ظہور حوّا ذرا تو اسکو سمجھ کے دیکھو

طلسم بحث اس کا عشق بنکر خود اس میں پہنچا ہے بیخودی سے
ہے رمز ذات اور صفات میں کیا ذرا تو اسکو سمجھ کے دیکھو

حباب گرداب و کف جدا کب ہے بحر و حلقے کے دائرہ سے
ہے موج و قطرہ میں آپ دریا ذرا تو اسکو سمجھ کے دیکھو

دوئی کہاں شخص و عکس میں ہے خود اپنے انوار ذات ہی میں
خود ہی میں ہر آن آپ رہ کر نظر جو کرتے نہیں خدا پر
جو نیستی تھی وہی ہے ہستی بنی ہے تنزیہہ آپ تشبیہہ
کلام کی جو صفت ہے اسمیں مٹا کر اپنی لساں ظاہر
جو ہر کا طنبور بجرہا ہے سنو سدا اسکو گوش دل سے
ہے لفظ کب سے جدا اثبات صفات ملو ہے ذات ہی میں
جو مردہ ہے سو وہی ہے زندہ نہیں ہے کچھ فرق اسمیں اصلا
وصال و فرقت میں کب دوئی ہے جو آپ گم ہو تو یکسوئی ہے
ہے شکل ہر شئے خدا کی صورت ہے دیر و کعبہ میں حق کی مورت
خدا تو مخلوق اور خالق ہے سر عشق ہویت الحق
جو من عرف ہو نہ تم کو حاصل تو علم ظاہر ہیں کب ہو کامل

ہے ایک خورشید اور ذرہ ذرا تو اس کو سمجھ کے دیکھو
پڑا ہے آنکھوں پہ صاف پردہ ذرا تو اسکو سمجھ کے دیکھو
ہے جان و تن کا عجب تماشا ذرا تو اسکو سمجھ کے دیکھو
یہ کون ہے بیزباں گویا ذرا تو اسکو سمجھ کے دیکھو
ہے دم میں کسکی صدا ہوئے ہو ذرا تو اسکو سمجھ کے دیکھو
جو اسم ہے خود وہی مسمیٰ ذرا تو اسکو سمجھ کے دیکھو
یہ بھید سب ہے الٹ پلٹ کا ذرا تو اسکو سمجھ کے دیکھو
ہے شکل مجنوں میں آپ لیلیٰ ذرا تو اسکو سمجھ کے دیکھو
جہان سب اللہ کا ہے جلوہ ذرا تو اسکو سمجھ کے دیکھو
فاینما سے ہے یہ ہویدا ذرا تو اسکو سمجھ کے دیکھو
ہے شیخ صاحب بڑا یہ دھوکا ذرا تو اسکو سمجھ کے دیکھو

۱۴۴

اگر تم اے چشتیاں صادق معین دین کے ہو دل سے عاشق
ہے روئے محمود کس کا چہرہ ذرا تو اسکو سمجھ کے دیکھو

۲۰

بن کے صنم آئے بیچوں اب خلق میں گھر گھر تم تو ہو
تم جو احد سے احمد ہو مولیٰ بندہ ہے یکساں
لحمک لحمی سے نکلا دمک دمی کا معنی

ذات سے اپنی ہر ہر کے دل کے اندر تم تو ہو
ذات و صفت کے اپنے ہی خاص پیمبر تم تو ہو
جسم نبی مرسل اور جان حیدر تم تو ہو

مطلب نحن سے ان جا کب ہے ضمیر جمع میں حق
ہے نہیں اللہ اقرب یہاں ہے کے مظہر تم تو ہو

صورت آدم اور حوا صاف تمہارا برزخ ہے
گم جو دوئی ہے وحدت میں اپنے شناور تم تو ہو

آب و ہوا و آتش خود خاک کے پتلے میں ہے نہاں
بن کے عرض جو نکلے ہوا اپنے جوہر تم تو ہو

اشرف مخلوقات ہو تم صورت انسان کی ہو تمہیں
سچ تو یہ ہے خلقت میں سب سے بہتر تم تو ہو

موج کے سر پر ہے جو حباب آب دریا ہے گرداب
کف کا کب تم پر ہے حجاب ذات سمندر تم تو ہو

قطرۂ نیساں بن کر خود ابر سے ٹپکے بحر میں تم
درج صدف کے سینے کے آب گوہر تم تو ہو

ماہ درخشاں بن کر تم چرخ پہ نکلے جب شب کو
صاف کھلا یہ ذرہ سے مہر منور تم تو ہو

سنکھ بجا کر دل کا تم پوجا میں ہو رات اور دن
بت جو بنے ہو جان کے تم تن کے مندر تم تو ہو

اپنا نغمہ آپ ہی تم سنتے ہو خود پردہ میں
صوت و صدائے باطن کی تان سراسر تم تو ہو

ہے جو تمہارا دل میں دل اسکو سمجھتے ہو تم خود
مضغہ بنے ہو سینہ کا قلب صنوبر تم تو ہو

بن کے مرقع عالم کا خود ہو مصور اپنے تم
پڑھ کے نقش سمجھے ہم ہر اک جا پر تم تو ہو

اپنے ہادی آپ ہی ہو اور بدل بھی اپنے خود
خیر و شر کے اپنے صاف خلق میں دفتر تم تو ہو

تم ہو سمٰت سے تا بسما ذات میں اپنی جلوہ کناں
وحدت کی جو کثرت ہے اس کے مصدر تم تو ہو

شان خدا و اللہ پر عارف کی کب جائے نظر
آنکھ مندے ہے تو کہتا ہوں میرے منظر تم تو ہو

سر انا کا عقدہ اب کھلتا ہے کب ہر اک سے
منزل ملک عرفان کے یعنے رہبر تم تو ہو

خاص تمہارے مقصد اب ہلتے ہیں کب اپنے لب
ہم جو انا الحق کہتے ہیں اس کے سخنور تم تو ہو

۱۴۵	عاشق چشتی کے مرشد خواجہ معین الدین حسن ہند و دکن کے ولیوں کے شاہ و سرور تم تو ہو	۱۰

گم ہوکر اپنی ذات میں آپ ہی خدا کو ڈھونڈھ ہے نقشہ وجود میں خود مصطفا کو ڈھونڈھ

بیوضعیوں نے میری اُلٹ کر دکھائی وضع خود آپ مبتلا ہوں میں اپنی ادا کو ڈھونڈھ

آدم ہوا جو خلد کے باہر ہے بھید اور تقصیر وار تو نہ ہوا اوسکی خطا کو ڈھونڈھ

ملکِ عدم سے آیا ہے عاشق جو اپنے ساتھ کس واسطے چھپا ہے وہ اس آشنا کو ڈھونڈھ

مٹ جائیگا کبھی نہ تصور سے تو فقط اے طالب بقا رہ کسب فنا کو ڈھونڈھ

ہے دل کا اضطراب مسیحا بڑھاؤ پر تسکین دے اُسے کوئی ایسی دوا کو ڈھونڈھ

آتی ہے شش جہت سے جو آواز یار کی کانوں کو بند کر کے ذرا اُس صدا کو ڈھونڈھ

ہوتے ہیں سرخ رو ترے قدموں پہ ملکے خون تجھ کو اگر ہے شوق نہ رنگ حنا کو ڈھونڈھ

ٹکڑے جگر کے چابکے پیتا ہوں خون دل اے فکر یار تو بھی کچھ اپنی غذا کو ڈھونڈھ

اے عندلیب جان میرے سینہ کے باغ میں کھولا ہے جس نے غنچۂ دل اُس ہوا کو ڈھونڈھ

دنیا و آخرت کی طلب میں نہ ہاتھ اُٹھا زاہد ہو جس میں کام ترا اُس دعا کو ڈھونڈھ

ہستی کی اپنی کب ہے خبر سر نوشت میں ہوئیگا بے نشان تو نشو و نما کو ڈھونڈھ

آغاز پر تو کب تھا جو انجام پر رہے کر ابتدا تو اپنی نظر انتہا کو ڈھونڈھ

قصرِ جہاں میں آتا ہے خود لامکاں نظر اے رہروِ عدم نہ یہاں تو سرا کو ڈھونڈھ

غیر از جفا و جور وفا کب ہے عشق میں بہتر یہی ہے جان تو اُسکی رضا کو ڈھونڈھ

تو نے بھلا کیا کہ بُرا جو کیا کیا اب وقت آگیا ہے شتابی قضا کو ڈھونڈھ

۹	عاشق کی طرح تو بھی منازل کریگا طے خواجہ معینؒ دین سا کسی رہنما کو ڈھونڈھ	۱۴۶

بیخواب ہے پہلو میں جو دلدار ہے واللہ
بیدار ہے بیدار ہے بیدار ہے واللہ

جب دیکھتے ہیں اپنے کو حضرت موسیٰ
دیدار ہے دیدار ہے دیدار ہے واللہ

منصور چڑھا دار پہ کہہ کہہ کے انا الحق
سردار ہے سردار ہے سردار ہے واللہ

جس کو مئے عرفان سے اک جرعہ ملے وہ
سرشار ہے سرشار ہے سرشار ہے واللہ

ظاہر میں جو دیوانہ نظر آتا ہے وہ خود
ہشیار ہے ہشیار ہے ہشیار ہے واللہ

ہے عاشق و معشوق کی خود ایک ہی صورت
اسرار ہے اسرار ہے اسرار ہے واللہ

جب سے کہ ہیں بیمار کسی چشم کی دُھن میں
آزار ہے آزار ہے آزار ہے واللہ

بن بن کے جو پھرتا ہے یہاں برہمن و شیخ
خود یار ہے خود یار ہے خود یار ہے واللہ

۱۴۷	عاشق ترا دارین میں وہ خواجۂ چشتی سرکار ہے سرکار ہے سرکار ہے واللہ	۱۵

کچھ صرف نہیں اپنا دلا رام ہو اللہ
ہے سنگ ہو اللہ اور اصنام ہو اللہ

ناقوس کی آواز سے یہ سنتے ہیں ہر دم
ہے کفر ہو اللہ اور اسلام ہو اللہ

معنئ ہو الاول وو الآخر و سمجھو
آغاز ہو اللہ ہے انجام ہو اللہ

یہ اپنا سراپا جو بنا مظہر بیچوں
ہے جان بھی ہو اللہ اور اندام ہو اللہ

اعلیٰ کی اور ادنیٰ کی جو ہے ذات کی ہستی
ہاں خاص ہو اللہ ہے اور عام ہو اللہ

گیسوئے محمد پہ جو واللیل ہے نازل
پڑھتی ہے صدا زلف سیہ فام ہو اللہ

کہتا ہے یہی طائرِ دل پھنس کے قفس میں — صیاد ہو اللہ ہے اور دام ہو اللہ

سب خطرہ والقا میں سمائی ہے اسی کی — ہے وحی ہو اللہ اور الہام ہو اللہ

میخانۂ توحید کے ساقی کا ہے ارشاد — شیشہ بھی ہو اللہ ہے اور جام ہو اللہ

ہے عاشق و معشوق کا جب ایک ہی اسرار — خود پیک ہو اللہ ہے پیغام ہو اللہ

کعبے میں میرے دل کے بسا ہے جو وہ آکر — ہے طوف ہو اللہ اور احرام ہو اللہ

خورشید و قمر سے جو نمایاں ہے ترا نور — بس صبح ہو اللہ ہے اور شام ہو اللہ

آتی ہے ندا صاف یہی گنبد سر سے — قبہ بھی ہو اللہ ہے اور بام ہو اللہ

ہم کو اسد اللہ سے یہہ بھید کھلا صاف — صفدر بھی ہو اللہ ہے ضرغام ہو اللہ

۱۴۸	اے خواجۂ اجمیر نظامی فقرا میں کہتا ہے سدا عاشق بدنام ہو اللہ	۱۱

احد جو اپنا بنا ہے احمد قسم اسی کی رام ہے وہ — خدا جو کہتے ہیں ہم صنم کو زبانِ ہر ہر کے نام ہے وہ

ذرا تو مکتب میں عشق کے تم سبق معارف کا پڑھکے سمجھو — بنا ہے نقطہ الف جو اول اخیر پر والسلام ہے وہ

ہے نطق جبریل با اپنی ہنہیں ہے خطرہ کا دخل اسمیں — سمجھتے ہو جس کو وحی تم اب ہمارا مطلق کلام ہے وہ

بنا جو ہجدہ ہزار عالم یہی ہے وحدت کی عین کثرت — جو غیریت دور کر کے دیکھو نظر میں اپنے تمام ہے وہ

جو ہے تنزل پر آج ناسوت اسی کا لاہوت ہے تعرج — کھڑا ہے حنا جو عرش کو خود زمین پہ شکل غلام ہے وہ

صفات اسکی ہے اپنی ہستی ہنگے اس میں حبا سا ہم — وجود اس کا ہے مثل دریا خودی میں اپنے امدم ہے وہ

کلام سنتیو اس کا ہر دم جو گوش دل میں ہمارے ہے اب
وصال میں ہیں ہم جو مضطرب ہیں چڑھا دیے ہجر دل کو ہر دم
جو اپنی تشبیہ محو ہے اب جمالِ جاناں جلال ہیں یہ
ذرا تو صیاد غور کر لے قفس میں اس تن کے بند ہو کر

سمجھ لو اے عاشقو یہ نسبت میں اپنی ایہام سے کام ہے وہ
ہے لب پہ اپنے جو شور ہا ہو مدام اپنا ہی کام ہے وہ
قیام تنزیہہ میں جو ہیں ہم مدام اپنا مقام ہے وہ
جو مرغ دل ہے اسیر الفت اسکی گیسو کا دام ہے وہ

۱۴۹	نماز وحدت میں ہو کے بیخود تم اب کرو اقتدا اُسی کی بنا ہے خواجہ معین دین جو تمہارا عاشق امام ہے وہ	۹

نہ ہووے جس جگہ ساقی کہاں ایسا ہے میخانہ
جہاں ہوتی ہے دلچسپی اسی جا ہوتی ہے وحشت
کہوں تم سے شرابِ عشق کی مستی کی کیا حالت
شب خلوت نے دکھلایا تماشا نورِ وحدت کا
صنم جب رام ہے اپنا ہے بہتر دیر کعبہ سے
گریباں چاک جب کیا تو جامہ کے اُڑے ٹکڑے
مٹا کر تخل ہستی کو فنا کے باغ میں پہنچے
خدا ہے اپنی ہستی میں تو ہے بندہ کس کے کہلائیں

ہمیشہ ساتھ شیشہ کے لگا رہتا ہے پیمانہ
کہاں ہے ایسی آبادی نہیں ہے جس میں ویرانہ
اُڑیں گے ہوش ساقی ہو کے خود سرمست و دیوانہ
تھی جس کی شمع کی صورت بنی وہ شکل پروانہ
کریں کیا شیخ صاحب ہم بنا خود دل ہی بتخانہ
برہنہ ہو کے عالم میں کہاتا ہوں میں مستانہ
ہماری بلبل جاں کا نہیں جنت میں کاشانہ
جو بندہ ہے وہ مولا ہے یہی مذہب ہے رندانہ

۱۵۰	معین الدین چشتی کا نہ ہو منظور خاطر کیوں سخن ہے اس کے عاشق کا قلندروار مردانہ	۳۰

مظہر ذات خدا ہے اپنا خواجہ بادشاہ — نور سرِ کبریا ہے اپنا خواجہ بادشاہ

خاص شکل مصطفیٰ ہے اپنا خواجہ بادشاہ — جسم و جان مرتضیٰ ہے اپنا خواجہ بادشاہ

کیوں نہ ہم کھلائیں بندے ایک اس کے خلق میں — صورت مولیٰ بنا ہے اپنا خواجہ بادشاہ

سجدہ گاہ خاص اور عام اسکی ہے درگاہ پاک — قبلہ و کعبہ بجا ہے اپنا خواجہ بادشاہ

شوکت و عظمت میں حضرت کا نہیں ثانی کوئی — رونق ارض و سما ہے اپنا خواجہ بادشاہ

سلطنت ہند و دکن کی ہے اسی کے حکم میں — شاہ اس اقلیم کا ہے اپنا خواجہ بادشاہ

مل گئی سب کو ولایت اس سے خاص اجمیر میں — بہر فیض آکر بسا ہے اپنا خواجہ بادشاہ

جو خطاب مستطاب اس کو ملا ہندہ حبیب — ہاں محمدؐ کی عطا ہے اپنا خواجہ بادشاہ

تابع فرمان ہیں اسکے سارے قطب و غوث آج — تاج بخشش اولیا ہے اپنا خواجہ بادشاہ

کیوں نہ بر آئیں جہاں کے مقصد اسکی ذات سے — سر بسر حاجت روا ہے اپنا خواجہ بادشاہ

سر کو قدموں پر جھکا دو اس کے سب وقت بہم — حضرت مشکلکشا ہے اپنا خواجہ بادشاہ

شش جہت کے آئینوں میں ہے وہی اک جلوہ گر — صاف وجہ انما ہے اپنا خواجہ بادشاہ

رگڑو پیشانی کو اپنی اس کی چوکھٹ پر مدام — سب کا باب مدعا ہے اپنا خواجہ بادشاہ

ہے تجلّی سے اُسی کی ماہ گردوں کی چمک — زیب مہر پر ضیا ہے اپنا خواجہ بادشاہ

دین و دنیا کا معین تحقیق حضرت کا وجود — دو جہاں میں برملا ہے اپنا خواجہ بادشاہ

شخص و عکس آپ ہی بنا ہے عشق کے اظہار کا — جان و تن کا آئینہ ہے اپنا خواجہ بادشاہ

حسن ممکن ہی پر اپنے ہے جو واجب شیفتہ — آپ اپنا دلربا ہے اپنا خواجہ بادشاہ

بھید راگ و رنگ کا ہے ایک اسی پر منکشف — نغمۂ کن کی صدا ہے اپنا خواجہ بادشاہ

جانکر انجان ہیں اس کی حقیقت کیا کہیں
ہم نے سمجھا ہے کہ کیا ہے اپنا خواجہ بادشاہ

ذات بیچوں بنگیا ہے صفات اس کا جسم و جان
ابتدا اور انتہا ہے اپنا خواجہ بادشاہ

نام نامی اس کا اپنے لب پہ آئے کس طرح
اب تعین سے جُدا ہے اپنا خواجہ بادشاہ

منزل مقصود اس کی غیر کو حاصل ہو کب
چشتیوں کا رہنما ہے اپنا خواجہ بادشاہ

جو کوئی ہو عشق کا بیمار آئے اس کے پاس
صحت دل کی دوا ہے اپنا خواجہ بادشاہ

اک وجود اس کا جو ہے تنزیہہ اور تشبیہہ میں
خود فنا و خود بقا ہے اپنا خواجہ بادشاہ

نطق سے نکلی اسی کے کُنتُ کنزاً کی حدیث
زینت عشق و ولا ہے اپنا خواجہ بادشاہ

پاسباں اس کے بنے ہیں سارے شہباز جہاں
قالب و جان ہما ہے اپنا خواجہ بادشاہ

خرق عادات آج تک اس کے ہیں جاری خلق میں
عیسئی معجز نما ہے اپنا خواجہ بادشاہ

اس کے ظل عاطفت میں اک جہاں آشفتہ ہے
سایہ گستر خلق کا ہے اپنا خواجہ بادشاہ

پاک دل ہو کر رکھو تم ذات سے اس کے خلوص
صاحب صدق و صفا ہے اپنا خواجہ بادشاہ

۱۵۱	تارک الدنیا جو بن کر ہو گیا ہے بے نوا جان عاشق میں چھپا ہے اپنا خواجہ بادشاہ	۱۷

مجھے حق سے ملنے کی کب جستجو ہے
جو دیکھوں تو خود وہ میرے روبرو ہے

کہیں زلف مشکیں کی پھانسی چڑھا چک
فنا کی مجھے سر بسر آرزو ہے

عبادت میں مصروف ہے جو مرا دل
اُسے آب رحمت کا ہر دم وضو ہے

ہوئی جب کہ خلوت کھلا راز پنہاں — جو تو ہے سو میں ہوں جو میں ہوں سو تو ہے

چلے گی مسیحا کی کب دستکاری — میرے زخم دل سے جو جاری لہو ہے

بقا و فنا کی جو کی سیر میں نے — جدھر دیکھتا ہوں ادھر ہو ہی ہو ہے

میرا کعبۂ دل ہے ایسا کشادہ — طواف اس کا چاہو تو ہر چار سو ہے

احد گنج مخفی میں احمد ہوا جب — اسی عشق کی عاشقو گفتگو ہے

تمہارے ہاتھ سے میں نے پائی شہادت — میری لاش کب لائق شست و شو ہے

میرے سینۂ وحدت اور باغ دل کا — کھلا ہے جو غنچہ اسی کی یہ بو ہے

بگولہ بنے بھی تو کیا خاک آئے دل — عبث خاکساری تری کو بکو ہے

جو چہرہ ہے میرا وہی ہے خدا کا — میرے آگے اے ماہ تو تیرہ رو ہے

شراب خودی پی کے ہوں میں جو سرمست — بھلی یا بری ہے میری آبرو ہے

دوئی تو بتا دے تو تشبیہہ دیں ہم — صراحی جو تو ہے یہ کس کا گلو ہے

جو تیر نگہ سے ہیں اس دل میں روزن — نہ عیسیٰ کو بھی کچھ مجال رفو ہے

جو دیر و حرم میں مقابل ہمارے — مسلمان ہیں دشمن نہ کافر عدو ہے

۱۵۲	نظر کی ہے جو خواجۂ چشت کی زلف یہ پیچ اس کا عاشق پڑا مو بمو ہے	۱۱

نہ تھی جب ہستی آدم تو کیا تھا کیا نہ تھا پہلے — سمجھ لے راز مخفی کو نہ تھی حرص و ہوا پہلے

نہ لا اپنی زبان پر کچھ تو اے آزاد ہو خاموش
ہے دم میں تیرے اللہ ہو نہ تھا اسکے سوا پہلے

نہ جان اے دل وصال حق کو تو منزل کڑی ہرگز
اگر ہے شوق ملنے کا تو لینے کو تو پا پہلے

نہ تھی جبتک یکرنگی کی پہچانت تجھے گلرو
حقیقی رنگ کو اپنے تو سمجھا تھا جدا پہلے

وہی اول وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن
اسی کا نام بیچوں ہے، نہ تھا اس سے خدا پہلے

ہیں اپنی ذات کا عاشق ہوں اپنی ذات کا معشوق
میں ہوں بیخود میں ہوں باخود جو کچھ چاہا ہوا پہلے

رنگا سب رنگ میں اپنے کو تو نے رنگرز بن کر
ہوئی سب دور بیرنگی جو کچھ چاہا بنا پہلے

مسیحا بن گیا آپ ہی ہوا جب درد مند عشق
نہ ہوتا گر مریض عشق کب ہوتی دوا پہلے

جو چاہا یار نے اے دل تماشا دیکھنا اپنا
نکل کر پردہ سے ثابت کی اپنی ہی خطا پہلے

کہاں مرنا کدھر جینا فنا کب ہے بقا کیا ہے
سبھی حیران ہیں اس جا ہوئی سب انتہا پہلے

۱۵۳	معین الدین چشتی کی عنایت سے تجھے عاشق ہوا جو فخر اب حاصل نہ تھا یہ مرتبہ پہلے	۱۴

جو تیرا طاق ابرو جان جاں ہے
سدا وہ سجدہ گاہ عاشقاں ہے

طپاں دل دیکھ کر بولا مسیحا
مریض عشق کو صحت کہاں ہے

کہوں میں کس طرح اللہ کو بیچوں
صفت انسان کی خود اس میں عیاں ہے

چھپے ہیں پنجتن صورت میں میری
اسی میں آپ اللہ بھی نہاں ہے

ہو مجھ سے دور کیوں کر صورت دلبر
اسی کے عشق سے قالب میں جان ہے

عدم کے ہم مسافر ہیں کہیں کیا
نہ پوچھو گھر ہمارا لامکاں ہے

کلام اللہ کہنا کب ہے جائز
جو کہتے ہو خدا خود بے زباں ہے

کوئی کہتا ہے کوکو کوئی یاھو
چمن میں مرغ ہر اک نغمہ خواں ہے

انا الحق کی عبث ہے لن ترانی
زباں چلتی جو ہے بے استخواں ہے

ہماری چشم کے ساغر ہیں مینا
شراب عشق کی جس جا دکاں ہے

جو نکلی آہ دل سے عاشقوں کے
فلک پر دیکھ لو اس کا دھواں ہے

جو ڈھونڈھا حق کو تو میں نے یہ پایا
ظہور عشق سے جس جا وہاں ہے

عدم کی سیر کی میں نے تو دیکھا
نہیں اس کا نشاں وہاں جو کہ یہاں ہے

۱۱	درِ دل کھل گیا عاشق جو تجھ پر معینؒ الدین کا فیض آستاں ہے	۱۵۴

یار میرا جدا نہیں مجھ سے
دور میرا خدا نہیں مجھ سے

دل پہ میرے لکھا ہے الا اللہ
راز مولا چھپا نہیں مجھ سے

بے خودی سے ہوا ہوں دیوانہ
دوستو کچھ گلا نہیں مجھ سے

تُو نے کچھ چارہ دردِ الفت کا
اے مسیحا کہا نہیں مجھ سے

یار سے ہو گئی جو شب خلوت
سرِ مخفی چھپا نہیں مجھ سے

روزِ میثاق تیرا ہمدم تھا
بیوفا کیوں ملا نہیں مجھ سے

عمر بھر رویا جس کے عشق میں میں
یا رو م بھر ہنسا نہیں مجھ سے

زلف کے پیچ میں پھنسا ایسا
دور ہوتی بلا نہیں مجھ سے

سلسلے میں ابو تراب کے ہوں
دور کچھ مصطفےٰ نہیں مجھ سے

ہے چھپا کون شکل انسان میں
یار گروہ ملا نہیں مجھ سے

۱۵۵	خواجہ چشت عاشق اپنے ہے ساتھ وہ جدا کچھ ہوا نہیں مجھ سے	۱۱

جسے کہتے ہیں سب اللہ اُسی کا نام بندہ ہے
کہوں وہ کس طرح تم سے کہ جس کا راز اخفا ہے

ہوا کیوں گنج مخفی میں اَحد کو عشق احمد کا
اگر پوچھو گے عارف سے بتا دیگا جو نکتہ ہے

جسے دیکھا تجھے دیکھا جہاں پایا تجھے پایا
تو ہی ہے آدم و حوّا و عیسیٰ تو ہی موسیٰ ہے

بنا جس دم کے تو پتلی بسا خود آنکھ میں میری
اُٹھا کر پردہ وحدت کو اپنے آپ بینا ہے

ہوا جاتا ہے خلوت میں مرا جب یار بے پردہ
نہیں جب اُس کو پردہ تو مجھے کب اُس سے پردہ ہے

فنا کو دور کر کے جب بقا کو پا سکے غافل
کہیں کیونکر اُسے مردہ کہ جس کا نام زندہ ہے

بنا جب یار نیساں تو صدف میں بن گیا گوہر
بنا قطرہ سے جو موتی اُسی قطرہ میں دریا ہے

ظہور عشق ہے جس سے وہ ہے آواز جان جان
وہی ہے عارف کامل جو اُسکو خود میں پایا ہے

میں ہوں عابد میں ہوں زاہد میں ہوں قبلہ میں ہوں کعبہ
کھڑا ہوں سامنے اپنے یہ میرا مجھ کو سجدہ ہے

میں کس صورت سے دوں تشبیہہ تیرے نور کو جاناں
کہیں خورشید تاباں ہے کہیں دیکھوں تو ذرہ ہے

۱۵۶	معینُ الدین چشتی کا جو عاشق ہو مرے حق میں زمیں بستر فلک چادر مہ و خورشید کاسہ ہے	۱۲

ہماری بزم شادی میں ترا سب یار جلوہ ہے
جو گھونگھٹ منہ پہ ڈالے ہے تو تو ہی یسٓن وطہٰ ہے

ترے خلعت پہ وحدت کے جو ہے یہ میم کا ٹیکا
جہاں ہے درمیاں اس کے وہی قدرت کا نقطہ ہے

جو نکلیں لا کے چوبیں تو بجی نوبت ہو اللہ کی
ترا ہے نغمہ دلکش جواب ہر کوئی سنتا ہے

تڑپتے ہیں جو محفل میں ہیں بسمل ناز کے تیرے
تو ہی ہے رقص میں جاناں ترا ہی نام زہرہ ہے

مہ و خورشید لے نکلے جو طبقے نور سا حق کے
ہے اس میں گنجِ مخفی سب کہ جس کا یہ تماشا ہے

لگائی تو نے جب مہندی دکھایا پنجۂ مرجان
حنا جو سرخ رو ہے یوں یہ اس میں رنگ تیرا ہے

ہو روح الامیں تو جب رکھا خود اپنا رضواں نام
جو چاہی اپنی زینت تو ہی سدرہ اور طوبیٰ ہے

ہوا جب طور مرکب تو چڑھا بن کر وہاں موسیٰ
ہے روشن وادیٔ ایمن ترا شب گشت نکلا ہے

فلک پر مشتری بن کر پڑھا خود عقد کا خطبہ
جو نکلا ہو کے آدم تو ترے ہی ساتھ حوا ہے

چمن میں جب بنا تو گل سمایا عطر میں آکر
تری بو ہیں سب سے مست آجا تو ہی چھپا ہے

جو دیکھا رو نمائی میں ترا آئینہ وحدت کا
دوئی کب تجھ میں مجھ میں ہے جو تیرا رخ ہے میرا ہے

۱۵۷	ہوا ہو عاشق صادق میں آ خواجہ معین الدینؒ تو مرشد ہے تو ہادی ہے تو آقا ہے تو مولیٰ ہے	۱۵

نکلکر گنجِ مخفی سے جو شکلِ یار میں آئے
چھپا کر اپنی صورت ہم رخِ دلدار میں آئے

خدیولم یزل کی شان آئے گی نظر گر تو
میرے ساتھ احمد مختار کے دربار میں آئے

بیان علم لدنی کا ہے اپنے صفحۂ دل پر
نہیں وہ بحث منطق جو عبث تکرار میں آئے

ہزاروں استانیں عشق کی نوک زباں پر ہیں
جو بلبل بن کے ہم آجان ترے گلزار میں آئے

جو چھوٹے شیخ کے پنجہ سے تیری یاد میں آ بت
نکلکر رشتۂ تسبیح سے زنار میں آئے

جب آیا طور پر موسیٰ نہ سمجھا سر مخفی کو
ہو جب دونوں کی اک صورت تو کب دیدار میں آئے

ہوئے منصور خود ہم جب انا الحق کا کیا دعویٰ
بنے خود قاتل و مقتول شکل دار میں آئے

بنے ہو سے لہو اور پھر بنے دریا سے ہم قطرہ
کھا کر ابر نیساں خود در شہوار میں آئے

بنے پنبہ سے جب رشتہ تو ہو کر تانا اور بانا
پہن کر جامۂ ناسوت دم کے تار میں آئے

گیا دل مفت دھوکے میں کچھ سودا اپنا جان کا
فریب عشق سے ناحق ہم اس بازار میں آئے

اشارے سے ہم ابرو کے جہاں کو کرتے ہیں بسمل
بھلا قاتل یہ صنعت کب تری تلوار میں آئے

بنہ ہر دم پوچھ مجھ سے آکے تو لے یار خلوت میں
ہے مخفی راز خلوت کا وہ کب گفتار میں آئے

شراب عشق پیکر ہم بنے ہیں اس طرح زاہد
کہ شیشہ ہاتھ میں لیکر در خمار میں آئے

بنا ہوں میں جو دیوانہ سمجھنے کا ہے یہ نکتہ
جو حکمت مجھ میں ہے پیدا وہ کب ہشیار میں آئے

۱۵۸	وہی ہے عاشق صادق جہاں کی چھوڑ کر خدمت جو آئے خواجہ معین الدین تری سرکار میں آئے	۱۵

ملوں میں یار سے کب ہے یہ جستجو باقی
نہیں ہے وصل کی دل میں کچھ آرزو باقی

کیا ہے عشق کے آزار نے جو زرد مجھے
نہیں ہے تار نفس میں میرے لہو باقی

پھرایا جوشش جنوں نے یہ دربدر مجھ کو
رہی جہاں میں میری کچھ نہ آبرو باقی

سیئے گا کیا تو مسیحا میرا دل صد چاک
نہیں ہے پاس ترے سوزن رفو باقی

ہیں اس کے سجدہ میں نکلا جو گنج مخفی سے
وہی ہے زاہد واب تک میرا وضو باقی

عیاں ہے بلبل نالاں یہ خندۂ گل سے
چمن میں یار کے دو دن ہے رنگ و بو باقی

نکل کے قید تعین سے ہیں جو ہوں مطلق
صفات مجھ میں ہے قائم نہ شکل و رو باقی

ہوا ہوں بحر میں رحمت کے ڈوب کر جو شہید
ہے میری لاش کو کب فکر شست و شو باقی

طبیبو کیونکر ہو حبل الورید کی تشریح
فنا ہے جسم تو کب ہے رگ گلو باقی

کبھی نہ ہجر کے دہو کے ہیں کہو کے جان آتے
جو سنتے وصل میں رہتا ہے یار تو باقی

خودی کو اپنی خدا میں فنا کیا میں نے
نہیں ہے حضرت انسان کی مجھ میں خو باقی

رہیگا بندہ نہ مولیٰ نہ عشق و جسم وجود
سمیٹ کے اپنے میں سب کو رہیگا ہو باقی

زبان حق سے نکلتی ہیں سب مری باتیں
سخن کو منہ ہے کسی کو نہ گفتگو باقی

ہیں ذوالفقار علیؑ سے کرونگا دو ٹکڑے
اگر ہو کوئی جہاں میں میرا عدو باقی

۱۵۹	فنا ہوا بھی تو کیا عاشق معین الدین رہیں گے چرچے کچھ اس کے بھی کو بکو باقی	۱۳

ہم جہاں رہتے ہیں اس جا پہ گذر کس کو ہے
اک نظر دیکھے ہمیں ایسی نظر کس کو ہے

ذات رب کے بجز آدم کی نہیں اہل اے شیخ
شکل حق ہیں سبھی کہتا تو بشر کس کو ہے

قصرِ جنت سے نکلکر جو ہوے خانہ بدوش
بنکر آزاد پڑے پھرتے ہیں گھر کس کو ہے

بادۂ وصل کا اک جرعہ پیا کیا ہم نے
اس قدر خود میں ہیں گم اپنی خبر کس کو ہے

رہ کے ہم اپنے وطن ہی میں سدا اے جاناں
منزلیں کرتے ہیں طے ایسا سفر کس کو ہے

دم بدم دل سے نکلتی ہے انا الحق کی صدا
کون منصور ہے سولی کا خطر کس کو ہے

ہم شبِ وصل کیا کرتے ہیں مہ کو روشن
خود ہیں خورشید حسد تجھ سے قمر کس کو ہے

روز و شب زلف و رخ یار کا رہتا ہے خیال
یہاں تصور ترا اے شام و سحر کس کو ہے

صوتِ مطلق کے ہیں آگاہ جہاں میں نادر
فکرِ دل میں ہیں سب اندیشۂ سر کس کو ہے

شمع کیوں روتی ہے تو چار پہر جلنے سے
سوزِ دل ہمسا بھلا آٹھ پہر کس کو ہے

اپنی ہستی کو فنا یار میں ہم کرتے ہیں
لاکھ ہو جائیں جو محشر بھی تو ڈر کس کو ہے

سنگِ اسود کے جو پوجا ہیں ہے تو کعبہ میں
مجھ کو اے شیخ بتا عشق حجر کس کو ہے

١٦٠	خواجۂ چشتؒ کی دولت جو ملی ہے عاشق صاحب گنج ہیں ہم خواہش زر کس کو ہے	١١

کہدو آلآن کما کان کا معنیٰ کیا ہے
جس کو سب کہتے ہیں بیچوں وہ معما کیا ہے

ہم کو لایا ہے عدم سے جو سوئے ملک وجود
اس سے بتلاو بھلا یار کا منشا کیا ہے

بادہ وصل پیئں شوق سے آکر احباب
محتسب کا میری محفل میں اجارہ کیا ہے

عکس ہر ایک کا جو لیتا ہے مرا دیدۂ تر
آنکھ میں دیکھ مصور کوئی بیٹھا کیا ہے

ذات بحت اپنی مُبرا ہے ہر اک صورت سے
تو نے کس شکل سے ایجان ہمیں دکھا کیا ہے

جسم کو اپنے تصور سے فنا کر کے تو دیکھ
باقی اس ہستی موہوم میں رہتا کیا ہے

جان دے دیکھے جو جاتے میں عدم کو شایق
اس طرح شہر خموشان میں تماشا کیا ہے

حق ہی حق ہے تو کہا کر تو انا الحق ہر دم
اے موحد تجھے پھر خوف کسی کا کیا ہے

دل مرا کعبہ ہے اور شکل مدینہ ہے وجود
فائدہ دیکھنے میں یثرب و بطحا کیا ہے

ذات مطلق ہی سے پیدا ہیں بنی آدم سب
کہو پھر گبر و مسلماں میں جھگڑا کیا ہے

۹	عاشق زار تمہارا ہوں میں اے خواجۂ چشت مجھ میں اور تم میں کسی بات کا پردہ کیا ہے	۱۶۱

گنج مخفی سے بنا چہرۂ انساں ہے یہی
مصحف رخ ہے یہی صورت رحماں ہے یہی

بندہ و رب کا جو ہم جانتے ہیں ایک وجود
مذہب اپنا ہے یہی دین ہے ایماں ہے یہی

عشق کیا ہم نے کیا قید ہوئی ہم کو نصیب
خوب ہے ملک عدم اپنے کو زنداں ہے یہی

خط جاناں پہ جو میں زیر و زبر پاتا ہوں
نظر آتا مجھے اب صفحۂ قرآں ہے یہی

جو خدا آپ کو کہتے ہیں بجا کہتے ہیں
شکل انساں سے عیاں کون ہے پنہاں ہے یہی

نحن اقرب سے جو اللہ کی قربت سمجھوں
شرک ہے کفر ہے اور جرم ہے عصیاں ہے یہی

میزباں جلد اٹھا اپنی متاع ہستی
ورنہ اوٹھ جائیگا جو اب ترا مہماں ہے یہی

دیکھ کر دل کی تڑپ میری یہ ہمدم نے کہا — کب ہو تسکین اُسے خواہش جاناں ہے یہی

۱۶۲	تجھ کو بہتر ہے گدائی اسی در کی عاشق خواجۂ چشتؒ جو ہے دین کا سلطان ہے یہی	۷

قُل ھُوَ اللہ سمجھ یار کا عرفان ہے یہی — شکل بیچوں ہے یہی صورت فرقان ہے یہی

گنجِ مخفی میں جو ڈھونڈھا تو اَحَدَ کو پایا — واحدیت ہے یہی قابلِ امعان ہے یہی

کہدُوں اللہ تو ہوویں صفتیں سب ظاہر — الصَّمد لکھدوں تو ستایش میں امکان ہے یہی

لَم یَلِدُ سے جو ہوا یار وَلَم یُولَدُ تو — بے تعلق ہے ولادت سے نمایاں ہے یہی

ہے وَلَمُ سے جو یَکُنْ اور لَهُ سے کُفُوًا — ہے اَحَدَ ایک جو وہ طالب خاصان ہے یہی

ہے جدا خویش و اقارب سے مرا جان جہاں — کیا وجود اس کا ہے اک خلق کا سامان ہے یہی

۱۶۳	خواجۂ چشت کے روضہ پہ تصدق ہو جاؤں دل میں عاشق مرے حسرت یہی ارمان ہے یہی	۹

جو کنت کنزاً ہے راز بیچوں یہ ہم جانیں تو کون جانے — ہے بحرِ وحدت میں درِ مکنون یہ ہم جانیں تو کون جانے

خبر جب اپنے سے تھی نہ تجکو دکھائی دیتا تھا ہو مید کا ان — خودی سے خود تو ہوا دگر گوں یہ ہم جانیں تو کون جانے

تو پہلے درجے سے جبکہ اُٹھا مقام پر دوسرے گیا پھر — سوم ہے درجہ کی منزل افزوں یہ ہم جانیں تو کون جانے

ہے تو جو دریا تو قطرے نے ہی بنائے اپنے سے موج جیحون
اسی سے نکلا حباب گردوں یہ ہم جانیں تو کون جانے

ہوا جب آدم سے آپ حوا ظہور پایا حجاب سے عشق
ہے تو ہی لیلیٰ ہے تو ہی مجنوں یہ ہم جانیں تو کون جانے

ہے طور تو ہی ہے تو ہی موسیٰ سوال تیرا جواب تیرا
ہے تو ہی گنج اور تو ہی قارون یہ ہم جانیں تو کون جانے

ہے تو ہی برجیس تو ہی زہرہ ہے تو ہی مہر اور تو ہی قمر ہے
ہے نور تیرا ہی شب میں مشحون یہ ہم جانیں تو کون جانے

بنا جو ہجدہ ہزار عالم ہے تیری ذات و صفات میں سب
سخن ہو کیونکر دوئی کا موزوں یہ ہم جانیں تو کون جانے

۹	جناب خواجہ معین دین ہیں بزرگ یوسف جمال اُن کا ہے تو ہی عاشق ہے تو ہی مفتون یہ ہم نہ جانیں تو کون جانے	۱۶۴

یار پایا تجھے جس وقت خدا سے پہلے
بے خبر تھا تو مرے نشو و نما سے پہلے

ذات کو تیری جو دیکھا ہے بقائے مطلق
ہم نے ہستی کو مٹایا ہے فنا سے پہلے

مرض عشق مرا دیکھ کے کہتے ہیں طبیب
مر ہی جائیگا یہ بیمار قضا سے پہلے

زاہدو ہاتھ اُٹھاتے ہو یہ کس کے آگے
سوچیے کچھ تو ذرا اس کو دعا سے پہلے

قید ہستی سے میری جان رہا ہو جبدم
لامکاں تک وہ چلی جائے ہوا سے پہلے

باغ جنت سے عبث آن کے یہاں پہنچے ہیں
مفت بدنام ہوئے جرم و خطا سے پہلے

آگے ہی کاٹ کے سر کیوں نہ رکھوں قدموں پر
سر جھکا جاتا ہے تسلیم و رضا سے پہلے

پی کے ہم ساغر وحدت ہوئے مست ایسے
وصل میں اُس صنم ہوش ربا سے پہلے

۱۶۵	خواجۂ چشت کی کیا لکھ سکے عاشق مدحت جن کے اوصاف جبیں پر تھے ثنا سے پہلے	۹

ہم اپنے سوا غیر کو سجدہ نہیں کرتے
کچھ اپنے بغیر اور کو پایا نہیں کرتے

اک طور پہ جب رہتی نہیں اپنی طبیعت
کس حال میں ہم رہتے ہیں سمجھا نہیں کرتے

ہم آپ ہوں جب ایک تو دیدار ہو کس کا
کیوں اپنے کو پھر آپ ہی دیکھا نہیں کرتے

جب ملے نظر ہی نہیں تصویر مثالی
کیوں آئینہ دل کو مصفا نہیں کرتے

ظاہر ہیں تو ملنے سے حجاب آتا ہے ہمکو
پردے میں چلے آؤ تو پردہ نہیں کرتے

تکفیر میں زاہد نہ ہماری ہو تو کافر
آپ اپنے سوا غیر کو پوجا نہیں کرتے

بد کار ہمیں کہتی ہے مخلوق تو کہہ لے
جو کچھ کہ ہم اب کرتے ہیں بیجا نہیں کرتے

مستوں سے اگر پوچھیں تو عقدہ کھلے اس کا
بیخود ہو رہا کرتے ہیں کیا کیا نہیں کرتے

۱۶۶	عاشق ترے کہلاتے ہیں اے خواجہ چشتی جو کچھ ہے تو ہے اور کی پروا نہیں کرتے	۹

کلمہ پڑھا تو کیا جو مسلمان ہیں نام کے
ہندو وہیں خوب اُن سے کہ تابع ہیں رام کے

میخانہ بن گیا ہے یہ دل اپنا ساقیا
محتاج ہم نہیں ہیں ترے اک دو جام کے

ہے قافلہ عدم کا جو ہمراہ بے شمار
مہمان ہیں اس سرا میں ہم اب صبح و شام کے

کعبے کو بھی گئے تو ملا کب خدا اُنہیں
حجاج بے نصیب ہیں بیت الحرام کے

اپنا وجود ہم نے کیا یار میں فنا
ایسے کہاں مقیم ہیں دار السلام کے

بندہ جو بن گیا ہے خداوند ہے وہی
صاحب چھپا ہے چہرے میں دیکھو غلام کے

عاشق جو ہے جہاں میں معشوق ہے وہی
سامان کب یہاں ہیں سلام و پیام کے

دنیا و آخرت کے نہیں کار سے غرض
جو یار کے ہیں کار وہ ہیں اپنے کام کے

۱۶۷	خواجہ معین دین کے جو عاشق ہیں خاص و عام کیوں کر نہ ہوں فریفتہ اپنے کلام کے	۱۱

عاشقوں کی یہی نشانی ہے
چشم تر رنگ زعفرانی ہے

دل کو فرصت ملے گی اب کیوں کر
اپنے پہلو میں یار جانی ہے

اَرِنی سُن کلام ہے جس کا
لب پر اس کے ہی لن ترانی ہے

سُن چکا کُلُّ مَنْ علیہا فان
یار باقی تمام فانی ہے

آگے مرنے کے مر گئے خود ہم
یار کی سب یہ زندگانی ہے

کہیں ملتا نہیں مقام اپنا
جس طرف دیکھا لامکانی ہے

درج وحدت میں جب چھپا گوہر
چشم سے اشک کی روانی ہے

آب رحمت سے تازہ گل ہی نہیں
اصل دیکھو تو گل کی پانی ہے

صفتیں حق کی دائمی کب ہیں
صورت مطلق کو جاودانی ہے

ہے جو تحریرِ سطرِ پیشانی	یار اپنی وہ پیش آنی ہے

۱۶۸	خواجۂ چشتؒ کی لکھی جو صفت یہی عاشق کی خوش بیانی ہے	۹

صورت نہ اپنی آپ کو پہلے دکھا سکے	آئینہ بن کے ہم نہ خود یکو بتا سکے
ہے وحدت الوجود سے کل خلق کا ظہور	پہچانے آپ کو جو وہی اس کو پا سکے
تصویر ہی میں اپنی مصوّر کو دیکھ لو	صورت ہے کب جدا جو تصور میں آسکے
آتش ہمارے عشق کی ایمان بن گئی	کیا گبر کی مجال ہے اس کو بجھا سکے
اے رہرواں ملک عدم کوچ کیجئے	دنیا ہے بے بقا کوئی کیا یہاں سما سکے
ہستی مٹائے ہم نے فنا ہو کے یار میں	آئے مسیح بھی تو نہ ہم کو جلا سکے
اے منکر و نکیر یہی تم سے ہے سوال	ہم خفتگان وصل کو تم کب جگا سکے
بیچوں و بیچگوں کا ہے جب نام خاص ہو	اللہ کو اس کے ساتھ تو کیونکر ملا سکے

۱۶۹	خواجہ معین دین کا جسے آستاں ملے عاشق کہاں مجال اسے جو سر اٹھا سکے	۸

اب آئینہ دل کی صفائی نظر آئی	خود یار کی صورت میں خدائی نظر آئی

غواص نے پایا یم وحدت میں صدف کو
قطرہ کی جو موتی میں سمائی نظر آئی

جب پنجۂ مرجان سے یداللہ ہوا ظاہر
دریا میں بھی ہر شاخ حنائی نظر آئی

محبس سے جہاں کے سبھی اب چھوٹیکے مجرم
آئی جو قضا سب کی رہائی نظر آئی

آنکھیں جو کھلی رہتی تھیں سب کچھ تھی برائی
جب بند ہوئی چشم بھلائی نظر آئی

جب شکل تری بن کے صبا باغ میں پہنچی
غنچہ کی ہر اک عقدکشائی نظر آئی

اے برہمن و شیخ نہیں خوب تنازع
آپس میں بری ہے جو جدائی نظر آئی

۱۶۰	درویش بنا خواجہ چشتی کا جو عاشق شاہی سے بھی بہتر یہ گدائی نظر آئی	۱۷

خواب غفلت میں جب اپنی عمر ساری ہو چکی
یار کو کیا منہ دکھائیں شرم ساری ہو چکی

ہمدمو غفلت نہ کرنا بس تلاشِ یار میں
جستجو ہونی تھی جتنی اب ہماری ہو چکی

ہو گیا دیوانہ میں جوشِ جنوں سے یک بیک
بیخود و خود دور مجھ سے ہوشیاری ہو چکی

کیوں نہ ہو معشوق راضی ہم سے اب حال ہے
اپنے ذمہ تھی جو کچھ خدمت گذاری ہو چکی

جوں بگولہ عشق کے صحرا میں میں پھرتا رہا
ہو گیا برباد خود جب خاکساری ہو چکی

ہم نے اپنے کو چھپا کر یار کو ظاہر کیا
لائق رحمت خود اپنی انکساری ہو چکی

پوجتے ہیں اپنی ہستی کو جو ہم آحق پرست
عین ایمان خود پرستی اب ہماری ہو چکی

کفر اور دین عشق میں پایا جو ہم نے ایک سا
اپنی ایمان داری اے دین داری ہو چکی

بیخودی میں میں نے پی لی ہے شراب عشق آج
میزبان عشق کی الفت سے یاں دو دن تھا میں
زندگی اپنی مٹائی ہم نے سب دلدار میں
عاشقو خندان رہو ہو کر فنا تم یار میں
وقت آخر ہے مسیحا تجھ سے کیا ہوگا علاج
عاشقو مضطر نہ ہو چھوٹو گے قید زیست سے
کونسی صورت سے جائیں یار کے ہم روبرو
دیکھ کر تنہا تجھے رویا بہت میں وقت نزع

ختم مجھ پر زاہدو پرہیزگاری ہو چکی
مل گئی مہمان کو رخصت دوست داری ہو چکی
کیا کہیں ہمدم جو کچھ تھی اپنی یاری ہو چکی
ہو گیا اب ختم رونا اشکباری ہو چکی
خود مریض عشق کو اب بیقراری ہو چکی
تھی جو تجویز قضا وہ آج جاری ہو چکی
عاشقو اپنی تو رسوائی و خواری ہو چکی
اے صنم جو کچھ تھی آخر غمگساری ہو چکی

۱۷۱	تارک الدنیا ہوا عاشق جو تیرے عشق میں خواجہ چشتؒ اس کی تجھ پر جان نثاری ہو چکی	۱۶

خود غور سے نظر کر تجھ میں ہی ذات رب ہے
احمد کا جسم لیکر آیا ہے خود احد جب
واللیل و والضحیٰ ہے زلف و رخ محمد
گھونگھٹ میں میم کی ہے ساری خدائی پنہاں
بیچونگی ہے قایم باچون ہوا تو کیا وہ
آیا عدم سے کیوں یہاں اور آج اس جگہ سے

پہچان اصل اپنی حق سے جدا تو کب ہے
تو دیکھ عین اُٹھا کر شکل میں عرب ہے
جاری زبان دل سے جو ورد روز و شب ہے
دیکھ اپنی مردمک سے نقطہ میں بھید سب ہے
اپنے وجود میں خود آ گئے جو تھا سو اب ہے
تبلادے مجھ کو اے جان جانے کا کیا سبب ہے

دہوکا وفا کا دیکر لیتے ہیں مفت دل کو
کہتا ہوں تجکو سُن لے یاروں کا یہ بھی ڈہب ہے

غفلت میں عمر کھوئی تو نے نہ پایا مجھ کو
اے ہم نشین و ہمدم تجھ سے بہت عجب ہے

حرف دوئی مٹا دے عنوان دل سے مطلق
ایجان جان تجھے اب وحدت کی گر طلب ہے

مجھ سے خودی جو نکلی آپ ہی خدا بنا ہوں
اس سے زیادہ کہنا کب شیوۂ ادب ہے

کیا چیز ہے دم اپنا کیونکر کہوں میں تجھ سے
یعنے کہ بند اسجا اپنی زبان و لب ہے

مرنے کے آگے مر جا شربت بقا کا پیکر
ہر وقت تجھ کو جاناں خود عیش اور طرب ہے

مخلوق سب جہاں کی اک ذات سے ہے پیدا
کیا پوچھتے ہو سب کا اک ہی حسب نسب ہے

کثرت میں دیکھ کر تو پہچانے گا جو مجھ کو
جانوں گا صاف وحدت تیری صحیح جب ہے

بادہ فروشی اپنی رکھتی ہے یہاں قدامت
اے محتسب کریں کیا کسب اپنا وہی اب ہے

۱۷۲	خواجہ معین دین کا جب سے ہے عشق مجھ کو مشہور عارفوں میں عاشق مرا لقب ہے	۱۳

نکلکر قید ہستی سے عدم کو تم جو جاؤ گے
سوا اک ذات مطلق کے کسی کو وہاں نہ پاؤ گے

رہو گے تم یہاں جب تک سمجھ لو بوجھ لو خود کو
چلے جاؤ گے عالم سے تو پھر واپس نہ آؤ گے

وفاداری نہیں ہم میں ہے الفت اپنی دو روزہ
بہت پچھتاؤ گے اکدن جو دل ہم سے لگاؤ گے

ہو اللہ المصور سے شتابی پوچھ لو جا کر
جو شکلیں رہ گئیں باقی انہیں کتنک پاؤ گے

جو سنتے ہو کہ تن میں جاں ہے خود پاؤ گے کیا ہے وہ
جب اپنے جسم فانی کو تصور سے مٹاؤ گے

اگر ہے وصل کی خواہش تو ہوگا وصل خود تمکو
خودی کو خود میں گم کر کے جو خود ہی میں سماؤ گے

حکایت سرِ جاناں کی سنو گے گوش دل سے تم
بنا کر بانسری تن کی اگر آپ ہی بجاؤ گے

مقامِ مطلق اپنا خود ہے یہاں سے وہی منزل پر
چلے آؤ گے سیدھے گر قدم اپنے بڑھاؤ گے

بہارستان عالم میں خزاں آئیگی اکدم میں
جو تم اے قمر یوں ھا ہو کا شور و غل مچاؤ گے

پلٹ کر جب نقاب اُلٹیگی تمہاری ذات ای جاناں
ہمیں یہاں قتل کر کے حشر میں کیونکر جلاؤ گے

مرا جب ہاتھ پکڑا تم نے جاناں کچھ تو شرماؤ
ذلیل و خوار کر کے یہاں مجھے کبتک پھراؤ گے

کھڑا ہے عشق ہی خود اپنی اب عذر خلافی پر
مزے پھر وصل میں کیونکر صنم ہم سے اُڑاؤ گے

۱۴۳	زیادہ تر رہے گی تم سے ہر دم یار کو نسبت اگر تم عاشق خواجہ معین الدین کہاؤ گے	۱۱

ذاتِ احد کی جو یہاں شکل میں آئی تیری
احمدا خلق میں ثابت ہے خدائی تیری

دل سے شعلے جو نکلتے ہیں جگر جلتا ہے
ہے یہ اے عشق صنم آگ لگائی تیری

یاد رکھتا ہے جو تو اپنا وجود مطلق
کس طرح سے ہوئی پھر مجھ میں سمائی تیری

مِل گئے تجھ میں جو ہم خوب ہوا اے پیارے
کب ہمیں خوش تھی محبت میں جدائی تیری

صوت دلبر سے تجھے عشق ہے اے طائر جاں
قفس جسم سے کب ہوگی رہائی تیری

ہاتف غیب کی پائی جو حقیقت تو نے
ہوئی جبریل سے بھی بڑھ کے رسائی تیری

عکس میں شخص کو پایا جو معلق اے دل
محو خود آئینہ ہے دیکھ صفائی تیری

نیک وبدیار کے ہیں کام سمجھ کر اے دل
توجو بنتا ہے بُرا ہے یہہ بھلائی تیری

دستِ مرشد سے ذرا ہاتھ ملاکر تو دیکھ
خود یداللہ سے ملتی ہے کلائی تیری

صلح کل سیکھ لے اے زاہد ناداں ہم سے
سب کے سب حق پہ ہیں ناحق ہے لڑائی تیری

۱۶۴

سَلطنت ہند کی ہاتھ آئی ہے اے خواجہ چشت
آج عاشق کو مِلی ہے جو گدائی تیری

۱۳

یہ دل اب صنم سے لگا چاہتا ہے
خدا رام اپنا ہوا چاہتا ہے

قدم کی نظر آتی ہے راہ سیدھی
قدم اپنا دم میں اٹھا چاہتا ہے

ہوا عاشقی سے یہی مجھ کو حاصل
کہ برباد عشق اب کیا چاہتا ہے

ہے سیماب خود طالب عکس دلبر
جو آئینہ پر اب چڑھا چاہتا ہے

ہوا جب کہ تخم زمین جسم فانی
تب اُس گل سے سبزہ اُگا چاہتا ہے

نہاں بُرج وحدت میں ہے نور مطلق
قمر ابر میں خود چھپا چاہتا ہے

سمجھ لے یہ اے شیخ سجدہ سے پہلے
کہ سَر کس کے آگے جُھکا چاہتا ہے

بنا ماہ نو ہے خود ابروئے جاناں
یہ ناخن سے عقدہ کھلا چاہتا ہے

مجھے عشق پھسلا کے لایا عدم سے
برا ہو جو اس کا بھلا چاہتا ہے

چھپاتا ہے تسبیح میں شیخ زنّار
مسلمان بھی ہندو بنا چاہتا ہے

حجاب اوٹھ گیا وصل میں جبکہ دل سے
صنم مجھ سے ہر دم ملا چاہتا ہے

دل اُس کا ہی نغمہ سنا چاہتا ہے	ہے طنبورۂ سر میں آواز مُطلق

۱۳	میں اے خواجۂ چشت عاشق ہوں تیرا ہر اک مجھ کو شاہ و گدا چاہتا ہے	۱۷۵

تجھے عشقِ جاناں ہوا چاہتا ہے — ترا تو ہی خواہاں ہوا چاہتا ہے

محبت تجھے ہو رہی ہے جو مجھ سے — پھر الفت کا ساماں ہوا چاہتا ہے

جو آیا نظر عشق کے آئینہ میں — وہی عکس انساں ہوا چاہتا ہے

جو ہوں مصحف روئے دلبر کا ناظر — مجھے حفظِ قرآں ہوا چاہتا ہے

زمیں تر جو ہوتی ہے عشق فلک سے — سر خاک بستاں ہوا چاہتا ہے

فنا کے جو مرکب پہ ہے عشق راکب — یہ سب ہُو کا میداں ہوا چاہتا ہے

خود اب وصل میں خاتمہ ہے ہمارا — تمام اپنا ارماں ہوا چاہتا ہے

ہمارا سوئے لامکاں عزم ہے اب — یہ گھر اپنا ویراں ہوا چاہتا ہے

ہے وحشی ترا جامہ عور سے خوش — وہ اب چاک داماں ہوا چاہتا ہے

جو اے برہمن حق ہے خود شکل بت میں — تو کیوں پھر مسلماں ہوا چاہتا ہے

جو ہے بوریا فقر کی سلطنت میں — وہ تختِ سلیماں ہوا چاہتا ہے

جو سنتے ہیں ہم صوت مطلق کا کلمہ — بدست اپنا ایماں ہوا چاہتا ہے

۱۲	ہے فیض شہِ خواجۂ چشت عاشق ترا جمع دیوان ہوا چاہتا ہے	۱۷۶

سنتا ہوں جس کو مطلق وہ کونسا خدا ہے
کہتا ہوں خود انا الحق پھر کیا یہ ماجرا ہے

پہلو میں یار تیرا بیدار ہے ہمیشہ
ہشیار تو بھی ہو جا غفلت میں کیوں پڑا ہے

بے عین جو عرب ہے رب ہے وہی جہاں کا
احمد جو ہے بلا میم آپ ہی وہ مصطفیٰ ہے

تنزیہہ اور تشبیہہ ایک ذات کے ہیں درجے
مطلق ہوا اور مقید گر کچھ تو جانتا ہے

باطن کے راگ کا ہے گر شوق و ذوق تجکو
نی کو بجا کے دل کی نغمہ سُن اس میں کیا ہے

احمد میں خود فنا ہیں ہر دم ہے ہمکو معراج
دیکھو براق نفس آج اپنے بھی زیر پا ہے

آتی نظر ہے مجکو کثرت میں خاص وحدت
پردہ جو تھا دوئی کا وہ دل سے اُٹھ گیا ہے

زاہد یہ تو ہی کہہ دے ہم پوچھتے ہیں اک بات
مسجد میں جا کے سجدہ کس کو تو کر رہا ہے

دیر و حرم کو جا کر تکلیف کیوں اُٹھائیں
خود دل ہے اپنا کعبہ اور آنکھ بتکدہ ہے

محبوب و یار ہے اک دھوکا نہ تھا دوئی کا
مجنون جو ہو کر آیا لیلیٰ وہ خود بنا ہے

کر تن کو اپنے پارہ تا نکلے شخص آپ ہی
کیا دیکھتا ہے صورت تو عکس و آئینہ ہے

مطلق وہ خود ہے بیچوں ہیں متفق سب اس پر
حسرت کی چشم سے تو پھر کس کو دیکھتا ہے

۱۲	خواجہ معین دین کا عاشق ہوں اس لئے میں اُن سا جہاں میں کوئی ہادی نہ رہنما ہے	۱۷۷

عیاں صورت سے آدم کی نہ عیسیٰ ہے نہ موسیٰ ہے
محمد اور احمد اور خود اللہ پیدا ہے

جو تم کہتے ہو اللہ و محمد میں چھپا کیا ہے
وہ مطلق سر بیچوں ہے نہیں کہنے میں آتا ہے

محیط اب کل شئے پر ہوں میں خود وحدت ہوں خود کثرت
میری ہی ذات سے روشن مہ و خورشید و ذرہ ہے

ہیں تجھ میں ہی سما و عرش کرسی اور ملایک سب
زمین و کوہ و نہر و نخل و رنگ و بوئے و سبزہ ہے

کروں کس کا طواف اور جاؤں میں کسکی پرستش کو
میں خود بت ہوں خدا ہوں مجھ میں پنہاں دیر و کعبہ ہے

جو ہاتھ آیا مرے دُرِ یتیم اس کو میں سمجھا خوب
کہیں نیساں کہیں قطرہ بنا خود آپ دریا ہے

سیا ہے عشق کے خیاط نے کیا جامۂ عریاں
ہے مطلق اُسمیں یک صنعت نہ سیدھا ہے نہ اُلٹا ہے

تجلی خون کی ہے سب ہمارے روئے روشن پر
یہ کس کا نور ہے چھپکر رگ و ریشہ میں پھرتا ہے

صدا معشوق مطلق کی ہے سب آواز پر غالب
ہے جس کا سامعہ خالص وہی خود اس کو سنتا ہے

پہنکر جامۂ انسان خود آیا شاہد مطلق
جو ہے تنزیہہ اور تشبیہہ حایل اس میں پردہ ہے

مسمیٰ آپ رہتا ہے مٹا کر اسم خود اپنا
فنا خود ہو کے دیکھو کون مردہ کون زندہ ہے

مٹا کر ذات مطلق میں وجود اپنا جو سوتا ہوں
خطر ہے روز محشر کا نہ مجکو خوف عقبیٰ ہے

١٧٨	معین الدین چشتی کا جو ہوں دیوانہ و عاشق وصال یار میں ہر اک نفس میرا گذرتا ہے	١٣

صنم کے سامنے اپنے جو موت آ ہی جاتی ہے
نظر اللہ کی ہر وجہ صورت آ ہی جاتی ہے

پڑھا دے مرشد کامل جو بسم اللہ کافی ہے
سمجھنے میں دو لفظوں کے ولایت آ ہی جاتی ہے

شراب شوق پینے کا مزہ کیا محتسب جانے	خودی خود ہوتی ہے بیخود تو حرمت آہی جاتی ہے
ہوائے ہُو جو چلتی ہے بہارستان سینہ میں	شگفتہ دل کا غنچہ ہے تو نکہت آہی جاتی ہے
سلگتی ہے جب آتش عشق کی ہر اک نفس میرے	جگر میں دل میں پہلو میں حرارت آہی جاتی ہے
طریقت کا جو ہے کلمہ نہیں کچھ کفر و شرک اُس میں	پڑھے کلمہ شریعت کا تو شرکت آہی جاتی ہے
احد ہے اک جو تم کہتے ہو کب مطلق ہے خود واحد	جب اک سے دو نکلتے ہیں تو کثرت آہی جاتی ہے
کبھی تنزیہہ سے گر خود ہوئے تشبیہہ آتے ہیں	تو ہمراہ لطافت کچھ کثافت آہی جاتی ہے
وصالِ یار میں بھی ہے پریشانی تو خود لب پر	فریب عشق کی ہر دم شکایت آہی جاتی ہے
نہ رہنا زاہد و اعمال پر اپنے ہی خود نازاں	ہمارے جرم کے باعث سے رحمت آہی جاتی ہے
بھرا ہے سر کا کاسہ خود انانیت کی نعمت سے	جھکی جاتی ہے جب گردن تو نخوت آہی جاتی ہے
لحد میں عاشق صادق کے کب رہنی ہے تاریکی	وہاں بھی عشق سے شمع رسالت آہی جاتی ہے

۱۷۹	بزرگی خواجہ چشتی پہ گر دے کوئی اوروں کو تو اس دم دل میں عاشق کے حمایت آہی جاتی ہے	۷

اے مصور میری تصویر یہ کب دستی ہے	عکس میں یار کے موہوم میری ہستی ہے
لامکاں یار کا آئے گا نظر میں کیوں کر	قصر مطلق ہے بلندی نہ اُسے پستی ہے
بادۂ وصل سے بیخود نہ بنوں کیوں ساقی	بند ہے آنکھ میری زور پہ خود مستی ہے
پنجۂ عشاق کا لیجاتے ہیں معشوق تو کیا	زیر دستی ہے نہ آپس میں زبردستی ہے

چھوڑ دو شہر خموشاں میں مجھے لیجا کر — ملک ویران ہیں سب آباد وہی بستی ہے
اے خریدار خدا گرم ہے بازار اپنا — جنس مطلق ہے گراں چیز ہر اک سستی ہے

۱۸۰

دور اک لحظہ نہیں مجھ سے تو اے خواجہ چشت
دل میں عاشق کے سدا شکل تری بستی ہے

۱۷

جوں حباب بحر اپنی ہستی موہوم ہے — ایک ہی لحظہ میں ذات بحت میں معدوم ہے
کون ہے موجود عالم میں محمد کے سوا — غیر ہو مقصود کب ہے کہدو گر معلوم ہے
ایک ہی آواز کے لاکھوں نظر آتے ہیں شخص — شش جہت میں کون ہے انکی کیسی دھوم ہے
ذات میں اپنی جو پایا بندہ و رب کا وجود — یار اپنا آپ ہی حاکم ہے اور محکوم ہے
گر مٹے حروف دوئی تو وصل میں کب ہے خوشی — دیکھ کر تنہا مجھے عاشق ہی خود مغموم ہے
حق جو ظاہر ہوگیا ہے صورت انسان میں — دمبدم کہنا انا الحق لازم و ملزوم ہے
کنت کنز اً مخفیا کی لکھتے ہیں تفسیر ہم — علم باطن لوح دل پر اپنے سب مرقوم ہے
میں مسلماں ہوں نہ ہندو نے نصارا نے یہود — عشق کا بندہ ہوں میں سب کو یہی مفہوم ہے
رب مطلق میں فنا خود ہو گئے لاکھوں خدا — ذات میں اپنی سدا وہ حی ہے اور قیوم ہے
اے عدم کے رہرو ہو کر فنا سمجھو یہ رمز — آگے مرنیکے جو مرتا ہے وہی مرحوم ہے
دیدۂ حیراں ہے کیوں کر آئینگی مطلق کی شکل — دید کی حسرت میں کیوں تو وصل سے محروم ہے
خط عصیاں مٹ گیا ہے چار و ابرو میں صفا — صورت رحمت سے ظاہر ہوگیا معصوم ہے

ہر نفس ہم سن رہے ہیں نغمۂ اللہ ہو
شکل نئے دل تنگ ہمارا روزن حلقوم ہے

جابر اور مجبور کی ہستی سے خود ظاہر ہے تو
کس کو ہم ظالم کہیں اور کون یہاں مظلوم ہے

فاقہ و یاد و قناعت اور ریاضت چار ہیں
اے فقیر و یہ عطا حق کی تمہیں مقسوم ہے

نقد عرفان سو پہنچتے ہیں سائلان حق کو ہم
ہیں کریم اب دل ہمارا کب بخیل و شوم ہے

۱۸۱	اے معین الدین چشتی عاشق صادق مدام خادم مطلق ہے تیرا جس کا تو مخدوم ہے	۱۱

نطق جاناں کی جو کانوں میں صدا آتی ہے
ہر نفس دل سے مرے ہو کی ندا آتی ہے

ذات بیچوں کی ستائش میں ہے مصروف زبان
اس لیئے دل میں نہیں یاد خدا آتی ہے

لا کے پردے میں جو پوشیدہ ہوئی ذات آلہ
نظر اک شکل مجھے جلوہ نما آتی ہے

باغ سینہ میں کھلی ہے جو صنوبر کی کلی
لامکان سے مرے پہلو میں ہوا آتی ہے

درد دل دیکھ کے کہتا ہے مسیحا مجھ سے
مرض عشق کی کب کس کو دوا آتی ہے

جذب ہوئیگا مجھی میں دم آخر یہ دم
حکم اللہ سے کب اپنی قضا آتی ہے

شغل دنیا میں گزرتے ہیں شب و روز اپنے
عمر آخر ہے جو ہر صبح و مسا آتی ہے

بلبل روح سے کہتا ہے یہی گل ہنسکر
باغ ہستی سے نہیں بوئے وفا آتی ہے

ننگ و ناموس کہاں تھا جو ہوا تو پیدا
دن بدن کس لیئے پھر تجکو حیا آتی ہے

پیر گرم دوں کو زمین سے جو تعشق ہے سدا
دمبدم منہ کے برسنے کو گھٹا آتی ہے

۱۸۲	عاشق خواجہ چشتی کے لب گویا پر صرف اِک یار ہی کی حمد و ثنا آتی ہے	۱۷

جو گنج مخفی سے باہر آئے تو عظمت اپنی نظر میں آئی
بنے احد جو آپ احمد سے تو قدرت اپنی نظر میں آئی

خدا کی ہستی کا آئینہ یہہ وجود نوری بنا ہمارا
جمال عشق اور عکس جاناں میں صورت اپنی نظر میں آئی

ہوئے جو نقطہ سے خود الف ہم تو ہم سے نکلے یہ حرف سارے
کھلی ہماری جو چشم وحدت تو کثرت اپنی نظر میں آئی

قدم ہمارے اُٹھے جو یہاں سے فنا کی رہ دم میں طے ہو گئی
قدم کی منزل پہ ہم جو پہنچے قدامت اپنی نظر میں آئی

عروج پر ہے مقام اپنا نزول پر کب قیام جاں ہے
جو دل سے جاتی رہی کثافت لطافت اپنی نظر میں آئی

تعین اپنا قرار پایا یہ سب کے آگے ہوا ہے ثابت
وجود حجلہ ہزار میں ہے شرافت اپنی نظر میں آئی

نہ ہم ہیں مولیٰ نہ ہم ہیں بندہ نہ ہم ہیں آدم نہ ہم ہیں حوّا
دکھائیں کیا ہم کہ کچھ عجائب حقیقت اپنی نظر میں آئی

وفا کا ہم دعویٰ اب کریں کیا کہ بیوفائی ہے عشق تیری
صنم کے ہمراہ دو ہی دن کی رفاقت اپنی نظر میں آئی

تمام اسم و صفات و فعل اپنے ذات مطلق میں گم ہوئے جب
صدا کی تھی کیسا اپنے دلربا کے یہ نسبت اپنی نظر میں آئی

ہر انجمن میں ہے خلوت اپنی وطن میں ہم کو سفر سدا ہے
تمہاری خدمت میں یار دم بھر نہ فرصت اپنی نظر میں آئی

رہے تعین میں جب تلک ہم دکھائی دیتی تھی ہمکو دوزخ
فنا ہوا جب وجود اپنا تو جنت اپنی نظر میں آئی

فسانۂ عشق جانجاناں کا عاشقوں کے جگر کا نشتر ہے
جو دل سے سنتے ہیں کنت کنزاً حکایت اپنی نظر میں آئی

جو ہیں شریعت پہ اہل دنیا یقین ہے تقلید ہی کا مذہب
حقیقی ایمان میں عاشقوں کے طریقت اپنی نظر میں آئی

غذا ہماری نہیں ہے جان دل جگر اور خون رگ میں
عطا ہوئے ہیں کاسۂ سر میں نعمت اپنی نظر میں آئی

ہے مضغۂ گوشت قلب اپنا یہ اُس کا چلنا حیات کا ہے
یہ وصل کر ہے جو جوش خوں سے حرارت اپنی نظر میں آئی

ہیں جسم ہم اور جان ہم ہیں دوئی کہاں ہے دکھاوا ہم میں
صفات اور ذات ہو کے باہم یہ کثرت اپنی نظر میں آئی

۱۸۳	جناب خواجہ معین دین سے ہوا ہے ہم کو جو فیض حاصل جہاں میں خاص و عام گدائے عاشق ولایت اپنی نظر میں آئی	۲۵

لامکاں میں غل مچایا یار نے
نغمۂ یا ہو کا سنایا یار نے

عشق کا سپنا پڑا تو چونک کر
خواب سے ہم کو جگایا یار نے

من عرف کی جستجو میں خود ملا
کو بکو ناحق پھرایا یار نے

کچھ کہیں ظاہر ہیں اور باطن ہیں کچھ
جلوہ دو رنگی دکھایا یار نے

دم میں دکھلا کر عدم میں سبز باغ
کس لئے ہم کو ٹھگایا یار نے

عشق میں جوں جوں ہوئے برباد ہم
خاک میں ہم کو ملایا یار نے

عشق کے مکتب میں لیجا کر ہمیں
کنت کنزاً ہی پڑھایا یار نے

بانسری تن کی بجا کر دم بدم
مجھکو مستانا بنایا یار نے

ہم بے چوں نہ تھے جو منکشف
سر میں خود آکر جتایا یار نے

صورت احمد سے ظاہر ہے احد
چہرہ اپنا کب چھپایا یار نے

دم بدم و اللیل پڑھ کر زلف کو
مصحف رخ پر جمایا یار نے

بے زباں تھا میں عدم میں کس لئے
خود سخن مجھکو سکھایا یار نے

لوریاں وحدت کی گا کر عشق سے
میرا گہوارہ ہلایا یار نے

اس جگر کی کچھ نہ سوزش پوچھئے
عشق میں دل کو جلایا یار نے

سرمۂ مازاغ اپنے ہاتھ سے
میری آنکھوں میں لگایا یار نے

صوفیٔ سرمد تو عالم گیر تھا
کاٹ کر سر شمہ مٹایا یار نے

خود انا الحق کہہ کے یہاں منصور کو
دار پر ناحق چڑھایا یار نے

رہ کے خود شہ رگ سے بھی نزدیک تر
کیوں گلا اپنا کٹایا یار نے

بے سری اپنی عدم میں دیکھ کر
کیوں جہاں میں سر اُٹھایا یار نے

آ کے خود لاہوت سے جبروت میں
اپنا پایا یہ آپ پایا یار نے

ہجر کی باتیں سنا کر وصل میں
خوب مستوں کو رلایا یار نے

یہ تنک ظرفی ہماری دیکھ کر
مُئے کا اک قطرہ پلایا یار نے

خاک کے پتلوں میں بھر کر اپنا دم
شعبدہ نادر بنایا یار نے

ہو گئے مصروف طاعت آپ ہم
روز و شب ہم کو ستایا یار نے

۱۸۴	دام میں خواجۂ معین الدینؒ کے خوب عاشق کو پھنسایا یار نے	۲۳

ہیں اس نئے کے شور و فغاں کیسے کیسے
اک آواز میں ہیں بیاں کیسے کیسے

سنو بلبل باغ بیچوں کا نغمہ
کہ ہیں نکتۂ داستاں کیسے کیسے

سخن ہیں یہ سرِ خفی الجلی کے
نہاں کیسے کیسے عیاں کیسے کیسے

یہ ہے اور ہی شکل انسان نظر کر
تعین میں ہیں جان جان کیسے کیسے

عروج و نزول نفس پر ہمارے
لگے ہیں سر نردبان کیسے کیسے

مقام بقا پر جو آئے عدم سے
فنا ہو گئے کاروان کیسے کیسے

انا الحق کا دعویٰ ہے اجمالاً اپنا
ہے تفصیلیوں کو گمان کیسے کیسے

طلسم عدم کی حقیقت نہ پوچھو
ہیں وہاں محو پیر و جوان کیسے کیسے

وری الوریٰ کے جو میدان میں پہنچے
نظر آ گئے لامکان کیسے کیسے

ہوا قال حق سے سبھی حال ظاہر
سخن کر گئے خوش زبان کیسے کیسے

فقط گنج مخفی میں ہے سرّ مطلق
ہوئے نام قید اُس کے یہاں کیسے کیسے

قرار اپنے مطلق نہیں ہے نشان کو
خجالت میں ہیں دیدبان کیسے کیسے

حباب سمندر ہوئے خود جو اونچے
زمین پر بنے آسمان کیسے کیسے

پڑھے یار سے ہم نے جب کُنتُ کَنزاً
لئے عشق نے امتحان کیسے کیسے

لیا یار نے ہدیۂ عشق اپنا
نو رو ہو گئے ارمغان کیسے کیسے

جو یا قابضُ مظہر نار نکلا
ہیں طاعت میں پیر مغان کیسے کیسے

ذرا آپ کو سمجھوائے گبر و دیندار
تنازع ہیں یہ درمیان کیسے کیسے

معینؒ اور قطبؒ و فریدؒ زمانہ
نظام و نصیر جہان کیسے کیسے

ہوئے پانچ تن خاص یہ چشتیوں میں
کہ جن کے ہیں نام و نشان کیسے کیسے

ہے فیضان عشق سرودا اُن کا ہر جا
ہوئے جمع ہیں نغمہ خوان کیسے کیسے

ہیں اس بزم میں لوگ کس کس طرح کے
ہیں یہاں وجد میں رمزداں کیسے کیسے

ہیں گندم نما جوفروشں آج ہرجا نظر آئے اہلِ دکان کیسے کیسے		
۱۸۵	معین کا ہوں عاؔشق مرے پیر و مرشد ہیں سب خواجگانِ زماں کیسے کیسے	۲۹

اپنی جو گوش دل سے ہے نسبت لگی ہوئی
ہے صوت یار پر ہی سماعت لگی ہوئی

ہے یار بے نشان مرا وحدت سے بھی پرے
کثرت کے ساتھ جس کی ہے عظمت لگی ہوئی

ہستی نہیں کسی کو بجز ذات بیچگوں
تہلیل کے ہے ساتھ یہ حجت لگی ہوئی

ہے احمد واحد میں جو یوں اتحاد میم
ہے ذات سے صفات کی شرکت لگی ہوئی

تم عبد و رب جو سمجھے ہو دونو ہیں خو عدم
دیکھو کہ اپنی کس سے ہے الست لگی ہوئی

گنبد میں سر کے ہے جو معلق منیب خود
ہمراہ جان ہے اوس کی نیابت لگی ہوئی

حبل الورید میں جو لہو کہا رہا ہے جوش
ہر دم ہے دل کے ساتھ حرارت لگی ہوئی

معراج مصطفیٰ کی حقیقت کھلیگی کب
ہے منھ پر اپنے مہر نبوت لگی ہوئی

ظاہر ہوا جو شخص ہے پڑتا ہے اسکا عکس
دیکھ آیینہ سے کسی کی ہے صورت لگی ہوئی

رکھو خیال اپنے عروج و نزول پر
دم کی الٹ پلٹ ہی ہے زحمت لگی ہوئی

ہے شکل خاک آب سے پیدا تو کیا ہوا
پانی کے ساتھ کب ہے جسامت لگی ہوئی

دیکھا خدا کے گھر میں جو لات و منات کو
ہر بت کدہ سے رہتی ہے مورت لگی ہوئی

واصل نہیں خدا سے یہ کہتے ہیں اپنا بھید
سر خفی سے اپنی ہے قربت لگی ہوئی

ہے حق تُو صاف کہدے انا الحق پکار کر
سر دار کے ہے ساتھ سیاست لگی ہوئی

ہے عشق بیوفائی پہ ہر وقت مستعد
کیوں یار کے ہے ساتھ محبت لگی ہوئی

آئے عدم سے دار فنا میں عبث تو کیا
ہے اپنے دم کے ساتھ ہی رحلت لگی ہوئی

دیکھی جو روشنی تو ہیں بیہوش اہل قبر
زیر زمین ہے شمع رسالت لگی ہوئی

آب و منی و حیض کی بنیاد جسم ہے
نکلے گی کب بدن سے غلاظت لگی ہوئی

دیکھ اپنی اصل کو کہ ازل ہی سے پاک ہے
ناحق ہے تجکو فکر طہارت لگی ہوئی

ضائع نہ کر نماز میں اے شیخ پیچ وقت
ہر دم ہے دل سے یاد عبادت لگی ہوئی

اغیار سے نہ پوچھ میری دوستی کا حال
ہے غیریت کے ساتھ عداوت لگی ہوئی

کس منہ سے شیخ جائے گا خلد بریں کو تو
ہے نام جد پہ تیرے ندامت لگی ہوئی

چونکا جو نیند سے تو نہ احوال کچھ کھلا
خواب عدم سے کیوں ہے یہ غفلت لگی ہوئی

دیوانہ خود ہوں ہیں میری ہر باتیں ہے گھات
ہر رمز سے میری ہے فراست لگی ہوئی

باقی رہے گی بعد فنا اپنے دم کے ساتھ
تنہائی کی فقط تری حسرت لگی ہوئی

پا چشمۂ حیات کو آنکھ اپنی کر کے بند
ہمراہ روشنی کے ہے ظلمت لگی ہوئی

ابلیس کو ذلت نے کیا آپ ہی خراب
ناحق ہے اُس کے ساتھ ملامت لگی ہوئی

لائیں جہاں کو رستے پر اپنے پہ کیا کریں
اک درمیان ہے راہ شریعت لگی ہوئی

۱۸۶	خواجۂ معین دین کا جو عاشق ہے اُس کے ساتھ محمود کی ہے شانِ خلافت لگی ہوئی	۹

مزمار رگ گوش میں آواز ہے اُسکی
تار نفس و ہوش میں آواز ہے اُسکی

توریت و زبور نہ انجیل میں ہے صرف
خود آیت منقوش میں آواز ہے اُسکی

پہلو سے نکلتی ہے صدا اپنے جو ہر دم
اس دل کے سدا جوش میں آواز ہے اُسکی

خود صوت یہ غیبی جو سمائی ہے دہن میں
مخفی لبِ خاموش میں آواز ہے اُسکی

آنکھیں جو مُند ہیں آئی ندا صاف اسی وقت
شہ کاسۂ سرپوش میں آواز ہے اُسکی

سنتے تھے پرے عرش کے ہم جس کے سُخن کو
اس گنبدِ منقوش میں آواز ہے اُسکی

ہر چیز کی جنبش سے نکلتی ہے صدا خود
سمجھو تو خورد و نوش میں آواز ہے اُسکی

مستی میں بجاتے ہیں جو ہم بالسنری تن کی
خود گونجتی آغوش میں آواز ہے اُسکی

۱۸۷	حاصل یہ ہمیں خواجۂ چشتیؒ سے ہوا بھید عاشق کے تن و توش میں آواز ہے اُسکی	19

احد سے جو بنا احمد اُسی کی سب خدائی ہے
جسے کہتے ہیں سب بیچوں وہ جانِ مصطفائی ہے

ہوا رب سے عرب جب وہ صفی اللہ بنا آدم
عجب موجود مطلق نے یہ شکل اپنی بنائی ہے

محمّد کا تعین بن کر آیا خود وجود اس کا
جو ذات مطلق آکر عشق سے اُسمیں سمائی ہے

ہے اک نقطہ میں سارا بھید وصل بیچوں بیچو نکا
احد اور ذاتِ احمد میں نہیں مطلق جدائی ہے

صدا معشوق مطلق کی سنی معراج کی شبکو
ہوئی عرش معلیٰ پر محمدؐ کی رسائی ہے

جو چمکا نُور احمدؐ کا ہوا بیہوش خود موسیٰ
نہ سمجھا آگ ایسی طور کو کس نے لگائی ہے

نبی کا جسم اطہر تھا فقط اک نور کا دریا — نکل جاتا تھا ٹپکا جیسے موجوں کی صفائی ہے

ہو الاول ہو الآخر ہو الظاہر ہو الباطن — یہی اک آیتِ مطلق کلام اللہ میں آئی ہے

کسی نے سینۂ محمود سے ہے پایا بھید اس کا — خدائی ملگئی اُس کو بھلی اوسکی کمائی ہے

خدا کو عائشہ کی شکل میں دیکھا محمدؐ نے — جو کہدیں حق کو ہم انسان تو کب اُنمیں برائی ہے

جو دیکھا عرش پر جبریل نے چہرہ محمدؐ کا — فرشتو دیکھ لو احمد کی یہ وحدت نمائی ہے

پلادی ہم کو احمد نے مئے وحدت جو دل بھر کر — سدا مخمور رہتے ہیں یہ اپنی پارسائی ہے

ارادہ ذات مطلق کا ہے خود خواہش طبیعت کی — ہیں خود ہم نفس امّارہ تو پھر کس سے لڑائی ہے

ہوا واجب سے خود ممکن تو رکھا اسم اپنا عبد — نظر کر اپنے مولیٰ ہیں نہ مطلق خودستائی ہے

وجود حق میں ذات اپنی فنا کرتے ہیں الفت سے — ہماری دیکھو اے احمد یہ کیسی آشنائی ہے

ہے درجہ اُس سے اعلیٰ تر محمدؐ کی ستایش کا — خدا اس کو جو کہدیں ہم کب اُس میں کبریائی ہے

اگر قسمت سے ہاتھ آئے نچھوڑو ہاتھ مرشد کا — ید اللہ سے نمایاں خود محمدؐ کی کلائی ہے

صفت دیکھی کسی نے اور کسی نے ذات کو پایا — نبی سے پوچھ لو تم کس کو حاصل منوائی ہے

۱۸۸	معین الدین کی الفت میں کیا ہے ترک دنیا کو جہاں میں عاشق صادق تری سچی گدائی ہے	۱۷

کوچ ہے ملک عدم کا تو تامل کیا ہے — دور منزل ہے تو جانے میں تغافل کیا ہے

ذکر و اشغال و توجہ سے ملے حق کیوں کر — من عرف کا تو ذرہ دیکھ توغل کیا ہے

حال کو دل کے نظر کر کے تو ہو جا خود محو
ہر جگہ تجکو عبث شوق توسل کیا ہے

کان ہیں تم کو اگر باغ میں چل کر سُن لو
کس کی آواز ہے وہاں شورش بلبل کیا ہے

جان جان آپ بنو جان سے گذر کر اپنے
بات آسان ہے یہ تم کو تساہل کیا ہے

عاشق زار بنے ہو تو چلو خلوت میں
وصل معشوق کو پھر صبر و تحمل کیا ہے

عارف حق ہو اگر صاف اناالحق کہدو
راہ میں حق کی بھلا تمکو تجاہل کیا ہے

زیب و زینت سے مصفا ہے وجود مطلق
آئینہ خانہ میں پھر تیرا تجمل کیا ہے

زور بازو سے بسر کرتے ہیں اوقات اپنی
ہم نہیں جانتے ہیں راہ توکل کیا ہے

ساری خلقت میں بزرگی جو ملی انسان کو
کہدو آدم کی حقیقت میں تفضل کیا ہے

ہر گھڑی اپنا تو رہتا ہے اُتار اور چڑھاؤ
دیکھئے دم میں ترقی و تنزل کیا ہے

باغ دنیا میں نہیں بوے وفا کچھ بھی مگر
تو جو مرجھا گیا دو دن ہی میں آے گل کیا ہے

وصل میں کیوں نہیں تسکین ترے عاشق کو
رات دن رہتا ہے بےچین وہ بلکل کیا ہے

مصحف روے محمدؐ سے جو آواز آئی
روز واللیل پڑھا کرتی ہے کاکل کیا ہے

۱۸۹	خواجہ چشت کے روضہ پہ تصدق کے لیئے ساتھ عاشق کے چلو جلد تکاہل کیا ہے	۱۹

نکلتی ہے جو واجب سے سدا آواز دلبر کی
نہیں اک دم بھی ممکن سے جدا آواز دلبر کی

ہُوالاول ہُوالآخر ہُوالظاہر ہُوالباطن
انہیں ناموں سے خود ہے ابتدا آواز دلبر کی

اگر ہے طالبِ مولیٰ تو پڑھ آیت یہ عارف سے
کہ ہے معنی کی اُس کی انتہا آواز دلبر کی

صفت حاصل ہے کانوں کو ترے گر یا سمیع کی
تو اُس کو دمبدم ایدل سنا آواز دلبر کی

مکان و لامکان و عرش و کرسی کے پرے سے بھی
ہے آتی شش جہت میں جابجا آواز دلبر کی

فنا ہونگی صدائیں سب کی اکدن صوت مطلق میں
فقط ہے ذات میں اپنی بقا آواز دلبر کی

عبادت ہم سمجھتے ہیں کہ گانا خود دوگانہ ہے
بنی ہے عارفو اپنا خدا آواز دلبر کی

وہ اُتریگی کبھی مستی اگر دل کو ہے شوق و ذوق
سنادے تن کی نئے لیکر ذرا آواز دلبر کی

لگی رہتی ہے گوشِ دل سے ہر دم اُسکی ہی نسبت
یہ کیسی ہے جہاں میں دلربا آواز دلبر کی

ہوئی اللہ کی الفت سے ثابت بیوفائی جب
ہے ہم سے باوفا اور آشنا آواز دلبر کی

نہیں ہستی کسی کو یہاں کہاں رب ہے کدھر بندہ
جہاں میں رکھتی ہے نشو و نما آواز دلبر کی

خودی میں اپنی گم ہو رکھ صدائے باطنی دل پر
سنی جائیگی تجھ سے برملا آواز دلبر کی

ہوس ہے دید کی بیجا نظر سے غیب ہے خود وہ
نظر آئیگی کب تم کو بھلا آواز دلبر کی

صدا آتی ہے خود منہ سے جو اپنی ہمکلامی میں
ہے گویائی کا گویا معجزہ آواز دلبر کی

پرستش میں جو حق کی ہے یہ کم فہمی ہے زاہد کی
الوہیت سے ہاں کچھ کم ہے کیا آواز دلبر کی

صفات و ذات سے حق کی وجود اُسکا تھا پہلے بھی
سمجھ مطلق ہے ذات کبریا آواز دلبر کی

صدا آتی ہے کانوں میں جو اپنے پردۂ دل سے
ہوئی ہے من عرف سے مجھ پہ وا آواز دلبر کی

عرب کو رب جو کہتا ہوں ہے یہاں کچھ ہی اور مطلب
حقیقت میں نبی ہے مصطفیٰ آواز دلبر کی

١٩٠

سنادی خواجہ چشتی نے صوت اپنی جو عاشق کو
ہوئی ہے اُسکی آپ ہی مبتلا آواز دلبر کی

١٩

کہاں ہے لامکاں میں دربدر اللہ ہی اللہ ہے
خدائی میں ہر اک فردِ بشر اللہ ہی اللہ ہے

احد سے جو بنا احمدؐ اُسیکا نام ہے واحد
ہمارا اک یہی پیغامبر اللہ ہی اللہ ہے

ابوبکرؓ اور عثمانؓ ہیں خدا نزدیک عارف کے
علی اللہ ہی اللہ ہے عمرؓ اللہ ہی اللہ ہے

کھلا نُورُ السَّمٰوٰتِ کی آیت سے یہی عقدہ
کہ زیر اللہ ہی اللہ اور زبر اللہ ہی اللہ ہے

خیال سورۂ وَاللَّیل والفجر اب جو رکھتے ہیں
ہمارے پاس ہر شام و سحر اللہ ہی اللہ ہے

سمجھکر معنی آمَنتُ بِاللّٰہِ اب کہتا ہوں
ہے خیر اللہ ہی اللہ اور شر اللہ ہی اللہ ہے

یہی پیرِ مُغاں یا قابضُ پڑھ پڑھ کے کہتا ہے
ہے نار اللہ ہی اللہ اور شرر اللہ ہی اللہ ہے

ہے مطلق نام اُسیکا سبب جہاں میں قاضیِ الحاجات
ہے سیم اللہ ہی اللہ اور زر اللہ اللہ ہی ہے

نہال گلشنِ ہستی اُگا ہے پڑھ کے یہ کلمہ
شجر اللہ ہی اللہ ہے ثمر اللہ ہی اللہ ہے

یہی کہتا تھا آزر خود بنا کر بت کو ہاتھوں سے
صنم اللہ ہی اللہ ہے حجر اللہ ہی اللہ ہے

تجلیٔ جلالی اور جمالی سے کھلی یہ رمز
ہے شمس اللہ ہی اللہ اور قمر اللہ ہی اللہ ہے

ندا ہر اک نفس آتی ہے مجکو جانِ جاناں سے
سراپا و دل و خونِ و جگر اللہ ہی اللہ ہے

درِ شہوار کہتا ہے لگا کر منہ کو کانوں سے
زمرد اور یاقوت و گہر اللہ ہی اللہ ہے

اگر چشمِ بصیرت ہے تو دیکھ اب ساری خلقت میں
کہ ہر اک ذرّہ میں خود جلوہ گر اللہ ہی اللہ ہے

تو جسکی دید کا طالب ہے تیری مردمک ہے وہ
سمجھ اے بوالہوس تیری نظر اللہ ہی اللہ ہے

سمندر جوش کھا کھا کر یہی کرتا ہے شور و غل
حباب و قطرہ و موج اور بھنور اللہ ہی اللہ ہے

بزرگ و خرد کا رتبہ ملیگا کب حقیقت میں
پدر اللہ ہی اللہ ہے پسر اللہ ہی اللہ ہے

کریں ہم فیصلہ اب کس طرح شیخ و برہمن کا
اِدھر اللہ ہی اللہ اودھر اللہ ہی اللہ ہے

۱۹۱	ہیں عاشق اُس کے ہم بندے ہمارا خواجۂ چشتی معین الدین پیر راہ بر اللہ ہی اللہ ہے	۳۳

مری ہستی ہے یہ ہستی خدا کی
یہ شکل اپنی ہے صورت مصطفیٰ کی

اناالحق کا جو ہم کرتے ہیں دعوےٰ
حقیقت ہے یہی سرِّ انا کی

فنا کا عزم رکھتے ہیں جو عرصۂ دم
ہمیشہ دل کو ہے خواہش بقا کی

تعین سے جدا ہوں گا میں اک دن
یہی ہے کیفیت روز جزا کی

جہاں میں ہم ہیں اور ہم میں جہاں ہے
کھلے گی رمز کیوں کر ماسوا کی

نماز اپنی پڑھا کرتے ہیں آپ ہی
نہیں ہے بندگی اپنی ریا کی

کھڑے ہیں دست بستہ ہم رضا پر
نہیں تسلیم میں حاجت دعا کی

مٹا کر تخل ہستی دیکھ اپنی
کدھر بنیاد ہے نشو و نما کی

جو ہیں زندان ہستی میں مقید
خطا ثابت ہوئی حرص و ہوا کی

وہی درویش کامل ہے قلندر
ہے جس کو معرفت صوت و صدا کی

بنی ہے سرمۂ چشم بصیرت
ملی جو خاک تیرے نقش پا کی

اُٹھایا میں نے جو بار امانت
ہے طاقت ایسی کب ارض و سما کی

جدائی میں تو کس کی مضطرب ہے
کہ تیری شکل ہے خود دلربا کی

کہاں خلوت میں رب ہے اور بندہ
دوئی کی ہیں یہ سب باتیں دغا کی

مقام وصل میں تو خود ہے بیچوں
نہیں واں اصل کچھ چون و چرا کی

ستم اُن کا ہے ایمان عاشقوں کا — شکایت کچھ نہیں جور و جفا کی
مریض عشق کی ہے غیر حالت — ہوئی تاثیر کچھ تیری دوا کی
پھنسا ہوں دام میں اک بیوفا کے — کروں توصیف کیا اپنی وفا کی
کرو دم مجھ پہ تم وَاللیّل پڑھ کر — کہ تارو ہو بلا زلف دوتا کی
حقیقت موج کی سمجھے ہوئے ہیں — نہیں مطلق ہمیں دہشت قضا کی
ہو چپ کیوں خفتگان خاک کہدو — ہمیں کچھ کیفیت اپنی وفا کی
رواں ہے زخم دل سے خون ہر دم — لگی برچھی ہے یہ کس کی ادا کی
لہو ہے عاشقوں کا اس قدر شوخ — کہ یہاں کب سرخ ہے رنگت حنا کی
وجود احمدی میں ہم فنا ہیں — صفت اپنی ہے خود صل علیٰ کی
علی کی شکل ہے آنکھوں میں اپنی — ہے ہر دم یاد دل میں مرتضیٰؑ کی
جو غیب الغیب کا لکھتا ہوں مضمون — یہ جدت ہے میری طبع رسا کی
پہنچتا ہوں میں دم میں لامکاں تک — ہے رفتار ایسی کب باد صبا کی
تمہارے عشق میں بے باک ہوں میں — ہے نسبت مجھ سے کب خوف و حیا کی
ترا دم مارتا ہے دم بدم وہ — محبت ہے یہ تیری کس بلا کی
کہیں اُوسکی خبر لے جلد اے عشق — بری حالت ہے تیرے آشنا کی
جو عاشق کا ہے جامہ زعفرانی — یہی اک خاص زردی ہے طلا کی
مبرّا ہے تو خود نام و نشاں سے — زباں کس کو تری مدح و ثنا کی

۱۹۲	یہ عاشق خواجۂ چشتی سے کر عرض ہے شہرت خلق میں تیرے گدا کی	۱۳

کعبے میں بس گیا ہے صنم کس کے واسطے — خود بتکدہ بنا ہے حرم کس کے واسطے

ہے دل دہی میں کسکی مرا قلب مضطرب — سرعت میں ہر نفس ہے یہ دم کس کے واسطے

نشو ونما ہمارا اگر ہے فنا کے بعد — پیدا ہوا ہے ملک عدم کس کے واسطے

تخم زمیں ہے اپنا تن زار ایک روز — کہیئے کہ ہیں یہ ناز و نعم کس کے واسطے

سرد آہ کر کے روتے ہیں ہو ہو کے زرد رو — ہے عاشقوں کو درد و الم کس کے واسطے

جو کچھ تھی سر نوشت وہ سب ختم ہو چکی — باقی رہے ہیں لوح و قلم کس کے واسطے

تحقیق کر لو آپ ہی اپنے سے پوچھکر — اس جا عدم سے آئے ہیں ہم کس کے واسطے

گر باغبان لم یزلی کو نہیں ہے حرص — سرسبز ہے یہ باغ ارم کس کے واسطے

عشاق چل رہے ہیں جو ہر دم قدم کی راہ — خود اُوٹھ رہے ہیں انکے قدم کس کے واسطے

اقبال ہر طرح سے ہے وحدت کا خود ہمیں — کہدو کہ ہے جہاں میں قسم کس کے واسطے

موج و حباب و قطرۂ و گرداب بن کے خود — مخلوق پر محیط ہے یم کس کے واسطے

ہے عاشقوں کو سورۃ اخلاص کا جو ورد — ہر اک نفس ہے اُنکا یہ ضم کس کے واسطے

۱۹۳	عاشق نہ ہوتے خواجۂ چشتی کے ہم اگر آتا جہاں میں فضل و کرم کس کے واسطے	۳۱

خُدائی کا دعویٰ جو بُت کر رہا ہے بجا ہے بجا ہے بجا ہے بجا ہے
انا الحق جو کہتا ہوں یہ قول میرا سدا ہے سدا ہے سدا ہے سدا ہے
حقیقت کو اپنی سمجھ اُس کا مطلب اَنا ہے اَنا ہے اَنا ہے اَنا ہے
سنی مَن عرف کی جو رمز اُس سے پیدا صدا ہے صدا ہے صدا ہے صدا ہے
نظر آرہا ہے جو عالم میں مجھ کو خدا ہے خدا ہے خدا ہے خدا ہے
جو سرّ خفی الخفیٰ ہے وہ مجھ میں چھُپا ہے چھُپا ہے چھپا ہے چھپا ہے
ہے وہ مجھ میں واصل نہیں ایک دم بھی جدا ہے جدا ہے جدا ہے جُدا ہے
پڑھا کُنتُ کنزاً کا جب درس اُس میں ولا ہے ولا ہے ولا ہے ولا ہے
فریب محبت جو کھایا ہے میں نے دغا ہے دغا ہے دغا ہے دغا ہے
جہاں سے جو نکلا میں حرص وہوا سے خطا ہے خطا ہے خطا ہے خطا ہے
جو دیوانہ ہوں میں یہ قسمت کا میرے لکھا ہے لکھا ہے لکھا ہے لکھا ہے
تجلی زلف صنم شب جو دیکھی بلا ہے بلا ہے بلا ہے بلا ہے
عبادت میں رب کی جو ہے شیخ یہ کب روا ہے روا ہے رولہے روا ہے
صنم ایک اپنا پرستش کا خواہاں ہُوا ہے ہُوا ہے ہُوا ہے ہُوا ہے
نماز فنا میں جو ہوں میں کب اوسمیں ریا ہے ریا ہے ریا ہے ریا ہے
تو دیکھ اپنی صورت کہ آئینہ دل کا صفا ہے صفا ہے صفا ہے صفا ہے
جو غم کھا رہا ہے مریض محبت دوا ہے دوا ہے دوا ہے دوا ہے
جو چاہے وہ کر میرے حق میں شتابے رضا ہے رضا ہے رضا ہے رضا ہے

دم واپسیں دل جو مضطر ہے اپنا
قضا ہے قضا ہے قضا ہے قضا ہے

جفا سے جواب جان جاتی ہے میری
وفا ہے وفا ہے وفا ہے وفا ہے

تعین کو میرے فنا ہے تو مجکو
بقا ہے بقا ہے بقا ہے بقا ہے

نڈر قبر سے تو یہی عافیت کی
سرا ہے سرا ہے سرا ہے سرا ہے

تری یاد میں خون پیا ہے یہ اپنی
غذا ہے غذا ہے غذا ہے غذا ہے

برا کہتے ہو میرے حق میں جو داتا
بھلا ہے بھلا ہے بھلا ہے بھلا ہے

مری قال کا یہ بہرحال مضمون
نیا ہے نیا ہے نیا ہے نیا ہے

نہ جانو مرادستر دل ہے خالی
بھرا ہے بھرا ہے بھرا ہے بھرا ہے

جو کہتا ہوں طالب کو مطلب وہ سمجھو
سوا ہے سوا ہے سوا ہے سوا ہے

زبردست مرشد مجھے شاہ محمود
ملا ہے ملا ہے ملا ہے ملا ہے

مرا راز سمجھے وہی ذہن جس کا
رسا ہے رسا ہے رسا ہے رسا ہے

ہوی نعمت خاص مرشد سے مجکو
عطا ہے عطا ہے عطا ہے عطا ہے

۱۹۴	ترا عاشق زار اے خواجہ چشتؒ گدا ہے گدا ہے گدا ہے گدا ہے	۲۱

بیچوں و بیچگوں سے کب رب کو ہمسری ہے
جتنے تعینات حق ہیں وہ سب خدا ہیں

یہہ رمز معرفت کی الکبات سرسری ہے
سنتے ہیں جس کو واجب ممکن سے وہ بری ہے

لفظ احد سے مشتق ہے احمد بلا میم — سرِّ محمدی کی معنیٰ پیغمبری ہے
صورت پہ مصطفیٰ کی آدم ہوا جو پیدا — ہجدہ ہزار عالم پر اُسکی سروری ہے
کہتے ہیں جس کو ہم دل وہ دل ہے مطلق اپنا — اُس دل کے آگے کب یہ قلب صنوبری ہے
لاہوت کے جہاں میں ہر دم جو پھر رہے ہیں — اپنے سفر میں مطلق کب خشکی و تری ہے
مشکور آپ اپنا ہوتا ہوں ہر نفس میں — پہلو میں ہے جو دلبر قسمت کی یاوری ہے
مئے وصل کی جو پی لی مخمور ہوں ہمیشہ — شیشے میں میرے دل کے اُتری ہوئی پری ہے
ہم جو سگن سنے ہیں نرگن بسا ہے ہم میں — نام اپنے ہی صنم کا نارائن اور ہری ہے
چڑھ جاؤں دار پر میں کہکر انا الحق اکدن — یہ حسرت و تمنا دل میں مرے بھری ہے
ہے حکم شرع اُن پر دنیا کی رہ پہ جو ہیں — دولت میں فقر کی کب قانون اکبری ہے
پھرتے ہیں دربدر کیوں سجادہ و مشایخ — حرص جہاں میں اُنکی عزت کی ابتری ہے
بدنام کر رہے ہیں عشاق کو یہ دونو — بزم قلندران میں مُلّا نہ نندری ہے
ہمراہ مہر کے ہے زہرہ فلک پہ ہر دم — پیش نظر ہمارے کب دنکو مشتری ہے
تاب صفات مطلق سایہ فگن ہے سب پر — بدلی میں جس طرح سے خورشید انوری ہے
ہو امتیاز وحدت کثرت میں کس طرح سے — تابندہ اختروں میں ماہ منوری ہے
عاشق گلا رہے ہیں بوتہ میں دل کے زر کو — اس کسب کے مقابل کب فن زرگری ہے
اے رہرو عدم تو خوف کو رجا مٹا دے — مطلق ہے وہاں خرابی اپنی نہ بہتری ہے
دُرِّ یتیم عرفان ہے بے بہا ہمارا — پرکھے جہاں میں اُسکو جو شخص جوہری ہے
صوت و صدائے غیبی جو گوش زد ہے اپنے — سر میں سمایا آکر خود سر دلبری ہے

۱۸	خواجہ معین دین کا عاشق ہوا ہوں اپنا ہے صوفیہ طریقہ مذہب قلندری ہے	۱۹۵

جو سمجھا اصل آدم کی وہی انسان کامل ہے
نہ پہچانے اگر ہم کو وہ کب عالم ہے جاہل ہے

جو مُلّا اور عالم ہے نہیں ہے منتہی وہ بھی
ہے علمِ مَن عرف جسکو وہی عالم ہیں فاضل ہے

یہ نکتہ پوچھتے ہیں ہم ہے استعداد تو کہدو
احد میں میم کا نقطہ بھلا کیسا یہ شامل ہے

ہے ممکن پر نظر جسکی ہمیشہ اس کو ہے فرقت
جو سمجھا رمز واجب کو اُسیکا نام واصل ہے

زبان و دل کے ذاکر کی خودی ہو کس طرح خود گم
صفات اپنی جو کھوتا ہے وہی کا سب سے شاغل ہے

وجود بحت اُسکا کس نے دیکھا ہے خدائی میں
ہے جسکو دید کا دعویٰ گھمنڈ اُسکا یہ باطل ہے

بھرے ہیں گوش جان نے ہمیشہ نطق مطلق سے
ترانہ جو ہے بے صوت و صدا دل اُسکا مائل ہے

بنا ہے صورت رحمان میں آدم گنج مخفی ہیں
کلام حق پر اپنے خود کلام اللہ نازل ہے

نکلکر تم تعین سے بنو خود جان جان اپنی
یہی اک ہستی موہوم جان و دل میں حائل ہے

سوا میرے انا الحق کون کہہ سکتا ہے عالم میں
مجھی کو آج الحق رتبہ منصور حاصل ہے

توجہ پر کوئی نازاں لطف پر کوئی شاداں
جو وصلِ یار کا ہے لطف ہے اک اُس سے غافل ہے

قلندر اہل دنیا سے کہاں لیتے ہیں سیم و زر
نہیں درویش وہ کم بخت جو عالم میں سائل ہے

ہمارا مرشد کامل نہیں بے علم و کم رتبہ
لیاقت اور شرف میں کب کوئی اُسکا مقابل ہے

وہ کب ذی ہوش ہے طالب تلاش و جستجو کر کے
نہ ڈھونڈھے ہے پیر کو ایسے اگر وہ سست و کاہل ہے

اُٹھایا کس نے یوں بار امانت اُسکا عالم میں
ہمارا سر وہی اک سرّ بیچونی کا حامل ہے

گلہ جور و جفا کا کر رہے ہو کس کے آگے تم مسیحا سے بھی چنگا ہو نہیں سکتا ہے زخم دل	جو ہے مقتول کا چہرا اُسی صورت میں قاتل ہے نہیں معلوم کس سنت حنائی کا یہ گھایل ہے

۱۹۶	معین الدین چشتی کا کہاتا ہے جو عاشق یہاں فقیروں میں میاں محمود گجراتی کے داخل ہے	۳۰

واصلوں کو ہجر کا مطلب سنانا منع ہے	ہیں جو مصروف بکا اُن کو ہنسانا منع ہے
روز محشر کسطرح بیہوں نکو گے اسرافیل صور	خفتگان وصل مطلق کا جگانا منع ہے
کیا پڑے ہو حق حق و بق بق ہیں تم اذکار کے	عارف حق ہیں جو اُن کو لب ہلانا منع ہے
نقشبندی قادری کے پاس ہے ممنوع راگ	چشتیوں کے پاس کب گانا بجانا منع ہے
اے حسینو یاد رکھو مصحف رخسار پر	بے پڑھے واللیل زلفوں کا جمانا منع ہے
کہدے جا کر اُس مسیحا کے کوئی یہ کان میں	عشق کے مردے جو ہیں اُن کو جلانا منع ہے
ساقیٔ میخانۂ توحید کہتا ہے سدا	ہاں تنک ظرفوں کو اس مے کا پلانا منع ہے
شاہد مطلق مجھے پردے میں کہتا ہے یہی	یار کی خلوت میں غیروں کو بلانا منع ہے
پھاڑ کر اُس کے اور آئے اے مسیحا دھجیاں	اس دل صد چاک پر خون کا سلانا منع ہے
کیا کہیں جب سے لیا ہے جوگ اُس کے عشق کا	ہم کو اس دنیائے دوں سے دل لگانا منع ہے
سامعہ خالص ہو جن کا کان بھر دے اُسکے تو	ہر کسی کو نغمہ باطن کا سنانا منع ہے
قمر یو مستی میں آکر نعرہ ھُو ھُو کرو	اس چمن میں شور کو کو کا مچانا منع ہے

ہے ہمارے بورئے سے تخت سلطانی کو فخر
اس حصیر فخر پر مسند بچھانا منع ہے

حال وقال مکر سے ہے شیخ لازم احتراز
طالبوں کو راہ میں حق کی ٹھگانا منع ہے

جو کہ ہیں مجذوب اُن سے فیض حق ہوتا ہے گم
سالکو اپنے کو دیوانہ بنانا منع ہے

واعظو پند و نصیحت سے زبان کو روکدو
عاشقوں کو ایسی باتوں سے ڈرانا منع ہے

ہو گئے آدم سے ابتک قتل لاکھوں عشق باز
عاشقوں کا اے صنم کب خوں بہانا منع ہے

ہے تماشائے صفات یار کا آنکھوں کو شوق
پتلیاں تار نظر پر کب نچانا منع ہے

لیٹ جا پہلو میں میرے اے عزیز غمگسار
آشنا کو گور میں تنہا سُلانا منع ہے

عشق کی آتش سے خاکستر ہے خود اُنکا جگر
چھیڑ کر عشاق کا پھر دل جلانا منع ہے

جو نماز بیخودی ہے اُسکی ہے ترکیب اور
محویت کی بندگی میں سر جھکانا منع ہے

جو رضا پر مستعد ہیں مانگتے ہیں کب دعا
صاحب تسلیم کو واں ہاتھ اُٹھانا منع ہے

چاب کر ٹکڑے جگر کے پی رہے خون دل
عاشقوں کو ایسی نعمت کا کھلانا منع ہے

اے پری پیکر نہ ہرگز ڈال چہرے پر نقاب
واصلوں سے اپنی صورت کا چھپانا منع ہے

طالب دنیا مخنث اور مونث دوسرا
آنکھ ان دونو سے مردونکو لڑانا منع ہے

خواہش دنیا و عقبیٰ میں ہیں دو نو بوالہوس
ہاتھ اپنا اُنکے ہاتھوں سے ملانا منع ہے

مدرسہ میں عشق کے داخل ہو جو شوق سے
کُنتُ کنزاً کا سبق اُس کو پڑھا منع ہے

یہہ ملاقات آخری ہے پوچھ لو اے رغیب
ہم عدم کو جاتے ہیں پھر واں سے آنا منع ہے

بے نشاں کیے وصل میں ہو کر فنا جو مٹ گئے
اونکی تربت کا نشان مطلق بنانا منع ہے

۱۹۷	عاشق خواجہ معین الدینؒ کا ہے جو کسب وصل دفعتاً ہر ایک کو اُس کا دکھانا منع ہے	۱۳

آدم و عیسیٰ و موسیٰ ہے نہ یہاں داؤد ہے
جان لو خود آمدہ سے اُس خدا کے ہے مُراد
لامکاں خود غیب ہے وہاں عرش و کرسی ہے کہاں
اُنما پڑھ کر جو ایماں کو نہیں کرتا ہے صاف
جو نہیں کرتا ہے کسب انتمو تو زیست میں
مَن عرف حاصل ہے جس کو ہے وہی خود کامیاب
خلوت و وصل صنم کی کیا کہوں حالت تجھے
جا کسی مخبر کے پاس اور بات یہہ آہستہ پوچھ
وقت سجدہ کے فنا ہو کر ذرا خود دیکھ لے
پڑھ لیا قرآن مگر کچھ شیخ تو سمجھا نہیں
ہستیٔ موہوم کو دیدار ہو گا کس طرح
جو کہ اَلانسانُ سِرّی کی حقیقت پا چکا

صورت نقط محمدؐ میں جہاں موجود ہے
جو ہو الاول ہے مطلق صاحب مقصود ہے
یہاں جو ظاہر شش جہت ہے نیست اور نابود ہے
وہ نہیں دیندار مطلق کافر مردود ہے
زندگی بے اصل ہے اُسکی کب اوسکو سُود ہے
جو نہ سمجھا آپ کو پھر اُس کو کب بہبود ہے
یار کی بارادری میں دم مرا مسدود ہے
سامعہ پر اب ترے کسکی صدا محدود ہے
کعبۂ دلمیں ترے خود جلوہ گر مسجود ہے
خود ہُو الظاہر کے مطلب سے خدا مشہود ہے
دیکھ عین وصل میں خود آنکھ بھی مفقود ہے
مرتبہ اُس کی اَنانیت کا بس افزود ہے

۱۹۸	ملک گجرات و دکن میں خواجہ چشتیؒ کے لوگ کہتے ہیں عاشق کا مرشد ہاں میاں محمودؒ ہے	۲۳

آواز مطربوں کے جو حلق و دہاں میں ہے
ہے عرش کے پرے مری کرسئ قصرِ شان
ہم بھی رہیں خدا بھی رہے اک وجود میں
ذات و صفات حق سے جُدا کب ہے کائنات
جسم اپنا یا ممیت نے دم میں مٹا دیا
سمجھو نہ دو عروج و تنزل کو عشق کے
اک آدم صفی کی ہے ہر دم اُلٹ پلٹ
سبزہ جو بن گیا ہے وہی شکل خس ہے خود
پیر فلک کے طبقے کہاں ہم سے ہیں جُدا
باطن ہیں کب ہے جان ہو الظاہر کی رمز
کب چرم و گوشت اُسکی حقیقت کو پا سکے
ظاہر ہو کس طرح سے خریدار پر یہ بھید
کُن ہی سے ابتدا ہے مرے قیل و قال کی
ہے کُنتُ کَنزاً اول تفصیل کائنات
دم میں ہمیں چڑھا دے وری الوریٰ تلک
جاری جو ہو گیا ہے مرا چشمۂ حیات
غنچہ سے اپنے دل کے تعشق جو ہے اِسے
اپنا سخن ہے وحی جو احمدؐ بنے ہیں ہم

وہ صوت خود ہمارے ہر اک ترجمان میں ہے
جو لامکان میں ہے وہی میرے مکان میں ہے
اے معشر کو نہ اپنے یہ شان و گمان میں ہے
اللہ کے سوا نہ کوئی اِس جہان میں ہے
گھر ہے مرا سقر میں نہ مسکن جناں میں ہے
جو دم کہ پیر میں ہے وہی دم جوان میں ہے
آگے جو تھا سو آج وہی اس زمان میں ہے
صحرا میں جو اُگا ہے وہی گلستان میں ہے
جو کچھ ہے اپنے سر میں وہی آسمان میں ہے
جیسے کہ تو عیاں ہے وہی خود نہان میں ہے
بنیاد مغز سر خفی استخواں میں ہے
جو جنس غیب ہے وہ ہماری دکان میں ہے
سب انتہائے حال مرے ہی بیان میں ہے
شرح دقیق اوسکی مری داستان میں ہے
یہہ عزم اپنی فکر ہی کے خود زبان میں ہے
رفتار دِل کی اِس لئے خونِ روان میں ہے
خود بلبل نفس مری شور و فغان میں ہے
جبریل کا مقام ہماری زبان میں ہے

بے اسم و بے صفات ہے ہمدمی مجھے
بے صوت نطق یار جو سنتا ہے ہر نفس
کب حنا حجب شہود سے حل ہوں مرے نکات
ہے خود خدا کی ذات میں گنتی ہماری اب

وہ یار کب جدا ہے جو نام و نشان میں ہے
اُسکا شمار انجمن رمزدان میں ہے
رمز وجود اپنی ہر اک چیستان میں ہے
سیّد ہیں شیخ ہیں نہ مغل ہیں خان ہیں ہے

۱۹۹	عاشق معین الدین کا جو کہتا ہے سرِّ حق مخفی یہ راز خاص دل چشتیاں میں ہے	۲۱

مراتب وصل ہیں جو گم ہے مطلق جان باقی ہے
مندرہی ہیں خود مری آنکھیں تو ان کا اور لب ہیں دو نوبند
جو بوجھے لا کے مطلب کو نظر آئے الہ خود
مٹا کر ہستیٔ موہوم اپنی کی نظر میں نے
ہیں مضطر اس قدر اب ہم جو اُسکی میزبانی میں
اک آیت نحن اقرب کی نہیں سمجھا ہے تو اب تک
نہیں ہے حق حق و بق بق سے خالی خود زبان میری
در و دیوار مسجد کو جو زاہد سجدہ کرتے ہیں
جو نکلے روزن دل سے ہمارے تیر کثرت کے
بنا ہے محتسب ساقی شراب وحدت اُس سے لو

رہے یہ جان بھی باقی یہ کب ارمان باقی ہے
کہوں میں کس طرح اپنی ابھی پہچان باقی ہے
جہاں میں غیر الا اللہ کب انسان باقی ہے
صدا ہوئے مطلق ہی کی مجھ میں شان باقی ہے
ہمارے خانۂ دل میں وہ اک مہمان باقی ہے
تلاوت کو تجھے اے شیخ ابھی قرآن باقی ہے
بخار عشق سے مجھ میں کچھ اک ہذیان باقی ہے
کہو اب بت پرستوں میں کب ایمان باقی ہے
کب اپنے سینۂ وحدت میں اب پیکان باقی ہے
جہاں میں مے فروشی کی ابھی دو کان باقی ہے

نہ ہو خاموش اے مطرب ترا مطلوب ہے گانا
سرود وصل کی ہاں اور ابھی اک تان باقی ہے

اسیر عشق ہیں خود ہم عدم سے یہاں جو پہنچے ہیں
جہاں میں اپنی قسمت کا ابھی زندان باقی ہے

مریض عشق کو تیرے فنا کی چاہیے دارو
مسیحا پاس تیرے اب وہ کب درمان باقی ہے

انا الحق کہتے ہیں اب ہم جو کفرستان میں آ کر
ہمارے دار چڑھنے کا یہی سامان باقی ہے

ہے طغیانی خون دل رگ و ریشہ سے ہر لحظہ
ہماری چشم گریاں کا ابھی طوفان باقی ہے

ہمارے ملک ہستی میں عدم سے آکے اترے ہیں
ہماری منزل آخر میں گورستان باقی ہے

سدا ہے خانۂ ویران ہمارا مسکن و ماویٰ
نہ خلد آباد میں اپنے لیئے ایوان باقی ہے

مشیخیت میں نہ ہرگز ہے درویشی بہت مشکل
تو علم من عرف پڑھ جب تک اے نادان باقی ہے

محیط اب ہے جو عالم پر وہی ہے نقطۂ وحدت کا
ہے سر وہ میم کی گھونگھٹ میں جو میدان باقی ہے

کریں ہم پیروی کسکی اطاعت چھوڑ کر اُسکی
ولیٔ ہند اپنا اک بڑا سلطان باقی ہے

۲۰۰	یہ کہدو عاشق چشتی سے اے ارکان دولت تم شہ اجمیر جب تک ہے ترا دیوان باقی ہے	19

کُنتُ کنزاً کی تو پڑھ پہلی حکایت کیا ہے
لے جان جاں ہاں عشق و محبت کیا ہے

ہستی حق کو سمجھ مذہب و ملت کیا ہے
غور کر بہر خدا اپنی حقیقت کیا ہے

مطلب ذات و صفات آئے سمجھ میں کیونکر
جب تلک سمجھ نہ لیں وحدت و کثرت کیا ہے

دیکھ اُٹھا کر تو نقاب احمد بے میم کا رخ
تجکو آئیگی نظر شان رسالت کیا ہے

محویت رہتی ہے ہر لحظہ و ہر آن مجھے — بیخودی کی نہیں کہہ سکتا ہوں حالت کیا ہے

حلیۂ عاشق و معشوق عیاں ہو تجھ پر — دیکھ لے حیثیت زحمت و رحمت کیا ہے

وصل میں یار کے گم ہے جو مرا جسم کثیف — ساتھ معشوق کے پھر مجکو حلاوت کیا ہے

سامعہ کیجئے گم بانگ جرس سن سن کر — نسبت صوت میں ہاں کار بصارت کیا ہے

غار حرہ نظر آتا ہے ہمارا سر خود — جائیں کعبے کو جو یہاں سے ہمیں حاجت کیا ہے

شغل احمد ہے سدا بر سر جلوت حاصل — ہم کو اب گوشہ نشینی کی ضرورت کیا ہے

یار کی صورت اخلاص کا ناظر بن جا — زاہدا تجکو عبث شوق قرادت کیا ہے

آکے بتخانۂ دنیا میں بنا ہے جو صنم — پہلے یہ دیکھ تو لے خود تری مورت کیا ہے

سجدہ کرتا ہے کسے مجھ سے یہ کہہ اے زاہد — اپنے پوجا کے سوا اور عبادت کیا ہے

سر بیچوں نظر آتا ہے کہاں آنکھوں کو — بوالہوس تجکو عبث دید کی حسرت کیا ہے

میں جو تشبیہ میں کہتا ہوں خدا اپنے کو — رمز میں میری ذرا سمجھو نزاکت کیا ہے

شکل اللہ میں موجود ہے آپ ہی آدم — حق کی انسان میں دکھلائیے شرکت کیا ہے

ہے مری بارہ دری میں جو طلسم مطلق — خود میں اس رمز میں گم ہوں مجھے حیرت کیا ہے

روبرو یار کے گردن جو جھکی رہتی ہے — اس طرح سر پہ مرے بار امانت کیا ہے

۲۰۱	عاشق خواجہ اجمیر سے کر دنیا چھوڑو ہمدمو آپ کو اس راہ میں غفلت کیا ہے	۱۳

کون تھا کیا تھا کرو غور خدا کے آگے — گنج مخفی تھا کہاں ارض و سما کے آگے

کس طرح کا تھا عدم اور تھا کیا سرِ وجود
تھی بقا کس نمط اس دار فنا کے آگے

بیخودی کس کو تھی ہشیار ہوا کون پھر آپ
ذات بیچوں تھی کہاں چون و چرا کے آگے

خط وحدت جو نمودار ہوا نقطہ سے
صفتیں گم تھیں کہاں حرص و ہوا کے آگے

بانگ ذنبو و جرس دل کو سنا کر پوچھو
یا سمیع تھا کہاں ہُو کی صدا کے آگے

کرسی و لوح و قلم غیب کہاں تھے سارے
رب عالم تھا کدھر عرش علیٰ کے آگے

چھپ کے بیٹھے تھے کدھر طالب و مطلوب کہو
اُن کے حالات تھے کیا عشق و ولا کے آگے

شکل انسان جو بنی اُس کے تعین کیلئے
چار عنصر میں ہوا کون ہوا کے آگے

سوچ کر دیکھئے خود شان محمدؐ کی ذرا
ذات احمد کی تھی کیا نشو و نما کے آگے

خلد کہتے ہیں کسے سمجھو حقیقت اُسکی
تھے کہاں آدم و حوا بھی خطا کے آگے

نور سے احمد بے میم کے ہے سب کا ظہور
کون پیدا ہوا اُس شمس ضحیٰ کے آگے

غیب مکنوں کی حقیقت میں سناؤں کیونکر
ناطقہ بند ہے یہاں سرِ انا کے آگے

۲۰۲	عاشق خواجہ چشتیؒ جو بنا ہوں دل سے فخر حاصل ہے مجھے شاہ و گدا کے آگے	۲۱

حرم سے دیر میں آکر جو اُس بتکو خدا سمجھے
برب کعبہ کہدے شیخ ہم یہ کیا بُرا سمجھے

مسلمانی سے نکلے ہم اُسی کافر کی الفت میں
پرستش کو صنم کی بندگیٔ کبریا سمجھے

بنے ہیں ملحد و زندیق اپنے حق میں ہم آپ ہی
بھلا سمجھے بُرا سمجھے جو کچھ سمجھے بجا سمجھے

قسم ہے تمکو مولیٰ کی نہ پوچھو ہم سے یہ ہرگز
بیان تم سے کریں کیا ہم نہ ہم رب ہیں نہ ہم بندے
جو نکلے ڈھونڈھنے حق کو ملے اپنے سے آپ ہی ہم
ہے ذات اپنی ہی بس جلوہ نما مشرق سے مغرب تک
بنا کر خود کو آئینہ جو دیکھا اپنا منہ ہم نے
یہی معنیٰ ہے کلمہ کا سمجھ اے مشرک بے دین
کبھی ہوتے ہیں ہم آدم کبھی بنتے فرشتے ہیں
خدائی سے نکلکر اب ہویت میں جو پہنچے ہیں
حباب و موج کو دیکھو ذرا خود عین دریا ہیں
یکایک قید سے تشبیہہ کے تنزیہہ میں آئے
جو دیکھا صورت اللہ میں ساری خدائی کو
تھے کیسے بطن مادر میں لحاظ و غور خود کر کے
نکلکر نسل آدم سے جو پہنچا نا قرابت کو
اَبُو جد اپنے آپ ہی ہیں سراسر ہے یہ بھید اپنا
مقام وصل میں ہمکو جرس کی جب صدا آئی
نہ تھا کچھ خواب کا عالم یہ آنکھیں بند تھیں اپنی
مرض سے عشق کے دل کو جو ہر دم اضطرابی تھی

ہوا جو من عرف حاصل حقیقت اپنی کیا سمجھے
ہیں صرف اک ہستی موہوم کی نشو و نما سمجھے
یہہ بات اپنی ہے وحدت کی بھلا کب دوسرا سمجھے
کسی کو شک ہو گر اسمیں تو پڑھکر اینما سمجھے
تو شخص و عکس کو ہرگز نہ اپنے سے جدا سمجھے
خدا کو خود جو جانے وہ خودی کو اپنی لا سمجھے
تعرج اور تنزل اپنا ہم اک شعبدہ سمجھے
تو مطلق ذات کو ہم اپنی بیچون و چرا سمجھے
تماشا قلزم وحدت کا کب غیر آشنا سمجھے
فنا ہو کر نظر کی جب تو اپنے کو بقا سمجھے
اسی فرش زمیں کو ہم سر عرش علیٰ سمجھے
نشست گنج مخفی کا یہ جو کچھ تھا مدعا سمجھے
مٹا کر خاندان سارا ہم اپنا سلسلہ سمجھے
دوئی سے آکے وحدت میں غلط سب واسطہ سمجھے
تصور کر کے خلوت میں اشارہ یار کا سمجھے
کہ ہم ظلمت ہی کے پردہ میں سر دلربا سمجھے
قضا کا نسخہ ہاتھ آیا تو صحت کی دوا سمجھے

۲۰۳	حبیب اللہ کی صورت جو دیکھے خود کو گم کر کے معین الدین کو آئے عاشق نہ کیونکر مصطفےٰ سمجھے	۲۵

تھی شکل رب عیاں خیر البشر سے
عرب کعبہ میں آیا تھا کدھر سے

بنا ہے صفر سے جو خط وحدت
وہی اک جلوہ گر ہے بھر دگر سے

ہوئی ہے اس طرح وحدت سے کثرت
اُسے دو آنکھ سے دیکھ اک نظر سے

سمایا ہے جو قطرہ میں سمندر
عیاں دریا ہے خود آب گہر سے

شجر جس تخم سے پھولا پھلا تھا
وہی ہے نخل خود پیدا ثمر سے

جو بیٹا ہے وہی ہے باپ اپنا
جُدا کب ہے پسر اپنے پدر سے

اُلٹ کا شعبدہ ہے جو پلٹ میں
کھلا سب بھید اُس کا عشوہ گر سے

ہوا ہے مہر سے ماہتاب روشن
یہ ہم پر ہو گیا روشن قمر سے

احد احمد کی صورت میں چھپا تھا
جدا کب تھا خدا پیغامبر سے

جو عقدہ تھا صنم کے خط میں اُس کا
کھلا مطلب لفافے کی کمر سے

سدا مسکن ہمارا لامکاں ہے
نہیں ہم کو غرض دیوار و در سے

جو ہم ہمسایۂ اللہ میں ہیں
ہے ملحق عرش و کرسی اپنے گھر سے

تلاش اور جستجو جس کی تھی ہم کو
ہوا خود جلوہ گر وہ اپنے بر سے

جو سمجھے ہو جدا حق سے ہے بندہ
سنا ہے یہ سخن کس بے خبر سے

خود اپنا طالب دیدار ہوں میں
ہے روشن دل مرا طور جگر سے

کھلا تشدید سے خود عقدۂ حزم — ہے مطلق مدسد از زیر و زبر سے
ہیں ذات بحت میں خود محو ہمسکو — نہیں ہے کام فردوس و سقر سے
مذل خود آپ ہوں ہادی بھی خود ہوں — مجھے کب ہے جدائی خیر و شر سے
نظر کر کے مرے اسما کی عظمت — اٹھا دو غیرت خوف و خطر سے
مسلمان سنگِ اسود کے ہیں طالب — برہمن کو محبت ہے حجر سے
پڑے الفت پر اندو نونکی پتھر — نہیں ہے عشق اُن کو اپنے ہر سے
جو ہر دم تار دم کو چھیڑتے ہیں — صدا سنتے ہیں ہم طنبور سر سے
ڈھنڈورا شہر میں لڑکا بغل میں — یہہ مصرع ہے کلام معتبر سے
ہر اک اس رمز کو سمجھائے کیونکر — یہ حل ہوگا معما نکتہ ور سے

۲۰۴	معین الدین کا جو عاشق ہے تارک محبت کب اُسے ہے سیم و زر سے	۱۱

برب کعبہ نہ کہئے ہم سے کہ لامکاں میں نہاں خدا ہے
احد جو آیا ہے بنکے احمد ہے مطلق اُسکا ہی نام اللہ
وجود ہجدہ ہزار عالم ہے عین ذات و صفات حق سے
مقام وصل اُسکا پاکے ہم نے تلاش حق کی جو کی چاسو
فنا ہو میت ہو کے دیکھا تو وہاں ہے بیچون بیچگوں خود

عرب کی صورتوں میں رب کو دیکھو قسم خدا کی عیاں خدا ہے
کہے محمد کو کون بندہ خود اس سے جلوہ کناں خدا ہے
کہوں میں کس کو کہ ایک رب ہے سمجھ لو سارا جہاں خدا ہے
خسرو عشق غیبی نے دی ندا یہ صفت ہے گم یہاں کہاں خدا ہے
جو لاتعین میں جان جاں ہے کہ اوسکا نام و نشاں خدا ہے

۲۰۳	حبیب اللہ کی صورت جو دیکھے خود کو گم کر کے معین الدین کو اے عاشق نہ کیونکر مصطفیٰ سمجھے	۲۵

تھی شکل رب عیاں خیر البشر سے
عرب کعبہ میں آیا تھا کدھر سے

بنا ہے صفر سے جو خط وحدت
وہی اک جلوہ گر ہے پھر دگر سے

ہوئی ہے اس طرح وحدت سے کثرت
اُسے دو آنکھ سے دیکھ اک نظر سے

سمایا ہے جو قطرہ میں سمندر
عیاں دریا ہے خود آب گہر سے

شجر جس تخم سے پھولا پھلا تھا
وہی ہے نخل خود پیدا ثمر سے

جو بیٹا ہے وہی ہے باپ اپنا
جدا کب ہے پسر اپنے پدر سے

اُلٹ کا شعبدہ ہے جو پلٹ میں
کھلا سب بھید اُس کا عشوہ گر سے

ہوا ہے مہر سے ماہتاب روشن
یہ ہم پر ہو گیا روشن قمر سے

احد احمد کی صورت میں چھپا تھا
جدا کب تھا خدا پیغامبر سے

جو عقدہ تھا صنم کے خط میں اُس کا
کھلا مطلب لفافے کی کمر سے

سدا مسکن ہمارا لامکاں ہے
نہیں ہم کو غرض دیوار و در سے

جو ہم ہمسایۂ اللہ میں ہیں
ہے ملحق عرش و کرسی اپنے گھر سے

تلاش اور جستجو جس کی تھی ہم کو
ہوا خود جلوہ گر وہ اپنے بر سے

جو سمجھے ہو جدا حق سے ہے بندہ
سنا ہے یہ سخن کس بے خبر سے

خود اپنا طالب دیدار ہوں میں
ہے روشن دل مرا طور جگر سے

کہو نہیں اب کس کو رب مطلق پکاروں کس کو زبان سے باحق
ہے قلب و لب میں صدائے ہو ہو نہ وہاں خدا ہے نہ یہاں خدا ہے

لسان رب کے جو ہم ہیں قائل حقیقی ایمان ہے اوس پر اپنا
کلام حق پڑھ کے کہدے زاہد کہاں ترا لب زبان خدا ہے

بجا ہے گر قول و فعل زاہد تو کیجئے اوسکی ہمکو تفہیم
ہو کعبہ کس طرح خانۂ حق صحیح اگر لامکان خدا ہے

ہے اپنا رخسار پر ملاحت وجود ذات و صفات مطلق
ہے شکل اللہ آپ ہی ہم ہمارے کب درمیان خدا ہے

فنا ہے ہو جو بقا میں مطلق رہی ہے اک صرف ذات انکی
سمجھ لے الحق یہ بندۂ حق کہ اونکا کب ہمقران خدا ہے

۲۰۵

جناب خواجہ معین دین کا سدا کھاتا ہے جو کہ بندہ
یقین جانو سخن مرا خود وہ عاشق چشتیاں خدا ہے

۲۷

ہو کے کثرت سے جدا وحدۃ کا جلوہ دیکھئے
بندہ بنتا ہے خدا اُس کا تماشا دیکھئے

صورت احمد میں پیدا ہو گیا ہے خود احد
میم کی گھونگھٹ اٹھا کر حق کا چہرہ دیکھئے

عقدہ اسرار حقیقت کا ہوا وحدت سے وا
جلوہ گر نقطہ سے ہے قامت الف کا دیکھئے

ایک ہے گرداب و کف اور قطرہ و موج و حباب
لوٹ پوٹ آب آب خود ہے آپ دریا دیکھئے

تخم و بیخ و نخل و شاخ و برگ و خار و گل ہے ایک
کب جدا ہے رنگ و بو سے اپنے غنچہ دیکھئے

غیر ہیں مطلق نہیں ہیں اپنی دونو پتلیاں
ہو گئیں آنکھیں ہماری عین بینا دیکھئے

صوت تھی جو وحی کی جبریل بن کر خود وہی
ہو گئی ہے بے زبان کس طرح گویا دیکھئے

آپ اضافت کو صفت کی ذات سے کیجئے فک
اِسم کی صورت میں پیدا ہے مسمّٰی دیکھئے

ہے محمد اور احمد اپنے حلیہ سے عیاں
غور کر کے آپ ہی اپنا سراپا دیکھئے

ہے مرقع میں ہمارے برزخ کبریٰ کا نقش
سر بسم اللہ کا ہے رخسار اپنا دیکھئے

گر حقیقت کو عدم کی سوچنا منظور ہے
زندگی میں اپنی آپ ہی بن کے مُردا دیکھئے

ہم دکھادیں گے فنا کو آپکے کر کے بقا
ہے مسیحائی ہماری ہو کے زندہ دیکھئے

طالب و مطلوب کی حُب سے ہے عالم کا ظہور
کُنتُ کنزاً پر ہے یہاں مطلب ہمارا دیکھئے

ساتھ آدم کے جو حوّا ہوگئی ہے جلوہ گر
عِشق کا ہے خلق میں سامان مہیا دیکھئے

عاشق و معشوق دم بھر ہو نہیں سکتے جُدا
صاف ہم آغوش مجنوں کے ہے لیلیٰ دیکھئے

تبصِرُونَ اور نحن اقرب سے مشبہ ذات ہے
کب صفتِ تنزیہہ سے یہاں ہے مبرا دیکھئے

کیوں نہ ہو عین وجود مطلق الحق سب جہاں
اُنما کی رمز سے پیدا ہے دنیا دیکھئے

ہمرکاب اپنا اُسے رکھتا ہے ہر دم آفتاب
کب جُدا خورشید سے ہوتا ہے ذرہ دیکھئے

کلمۂ طیب سے اللہ و محمدؐ ہے عیاں
قول میں ایمان کے کب رب ہے تنہا دیکھئے

سنگ اسود کا جو بوسہ لیتے ہیں حجاج سب
صاف بتخانہ بنا ہے حق کا کعبہ دیکھئے

یہ سخن سازی ہماری مکر و فن کی ہے غلط
حال اولٹا اپنا سب ہوتا ہے سیدھا دیکھئے

لاتعین ذات اپنی ہے جو اُس کے وصف ہیں
ہے خود الآن کما کان ہویدا دیکھئے

میں نہ بندہ نہ خدا ہوں شہر عالم میں تمام
ہستیٔ موہوم کا اپنی ہے دھوکا دیکھئے

پردۂ حیرت میں ہے میرا وجود غیب غیب
آپ کس عنوان میری ذات منزہ دیکھئے

سِرّ بیچونی سے ہمکو یوں ندا آتی ہے صاف
صوت کو ہُو ہا کی سن کر شب کو رویا دیکھئے

کہتے ہیں ظاہر ہیں گرچہ پر چھپا ہے اس کا بھید
سو چکر دل ہمارا راز اخفا دیکھئے

۲۰۶	نسبت خواجۂ معین الدین جو ہے محمود میں عاشق اپنے پیر کا رتبہ ہے اعلیٰ دیکھئے	۲۱

بیچوں و بیچگوں خود وحدت کے درمیان ہے
میم محبت اب خود مابین ہے احد کے

نکلا ہے تخم سے جو نخل اور برگ و غنچہ
خلوت میں ذات جو تھی وہ بے حجاب ہو کر

خود چار عنصر اُس کے اسما ہی بن گئے ہیں
مکتب سے عشق کی جو نکلا ہے درس لیکر

بے زیر و بم بجائے آواز سن لے اُس کی
ہر دم جو بج رہا ہے نقارہ اپنے دل کا

اللہ کا الف ہی شکل ورید ہے خود
شہ رگ کے پاس حق ہے اس کو یقین نہ جانو

آنکھوں کو بند کر کر اک گھونٹ دم کا پی لے
اس کالبد کو اپنے گم کر لیے آپ ہی ہیں

باراوری ہے اپنا دارالنوا در تن
پہنچا ہے دیر میں خود کعبہ کا بُت جو آکر

امراض عشق میں کب کام آئے گی طبابت

اللہ بن کے بندہ کثرت کے درمیان ہے
مربوب خاص رب کی شرکت کے درمیان ہے

وہ بن کے آپ ہی گل نکہت کے درمیان ہے
اپنی صفات ہی سے جلوت کے درمیان ہے

ہاں صورت مسمیٰ خلقت کے درمیان ہے
پڑھ کر وہ کُنتُ کَنزاً الفت کے درمیان ہے

اسرار صوت کیا کیا نوبت کے درمیان ہے
شہنائی حلق کی کہہ کس گت کے درمیان ہے

کب رب بھلا ہماری قربت کے درمیان ہے
نحنُ کی رمز مطلق حجت کے درمیان ہے

چشمہ حیات کا بس ظلمت کے درمیان ہے
وہ جان جان تری ہی صورت کے درمیان ہے

بنیاد مطلق اُس کی حیرت کے درمیان ہے
اپنے خدا کی صورت مورت کے درمیان ہے

تشخیص درد الفت حکمت کے درمیان ہے

خوابِ عدم میں ساری ہستی کی ہے نمائش	ہشیاری عین اپنی غفلت کے درمیان ہے
گر اشتیاق ہے کچھ مرنے کے آگے مر جا	خود زندگی فنا کی حالت کے درمیان ہے
ہر دم اَنَا ہے لب پر دل کی جو بندگی میں	اپنی نماز وسطیٰ طاعت کے درمیان ہے
اِک یادِ وصل اپنی پڑھتی ہے لاکھ رکعت	رحمت کی کب عبادت زحمت کے درمیان ہے
عالم کو میں دکھادوں دم میں الٹ پلٹ کر	دنیا مری ہی دستِ قدرت کے درمیان ہے

۲۰۷	حلقہ میں چشتیوں کے عاشق جو ہے وہ صادق خواجۂ معین الدین کی ملت کے درمیان ہے	۱۱

کیونکر ہوا ظہور جہاں اس کو سوچئے	پہنچے ہیں ہم کہاں سے کہاں اس کو سوچئے
اسمائے عبد رب کو فنا کرکے آپ میں	ہے ہم میں کون جلوہ کناں اس کو سوچئے
تنزیہہ بن گئی ہے جو تشبیہہ خود بخود	یہ کون ہے نہاں سے عیاں اس کو سوچئے
ہر اک نفس جو آتی ہے صوت و صدائے غیب	ہے سب میں کس کا شور و فغاں اس کو سوچئے
نزدیک آپنے کیجئے تحقیق من عرف	ہے کون اپنے جسم میں جاں اس کو سوچئے
باہر ملا کے جاکے خود اے صاحب خلا	ہے لامکاں میں کس کا مکاں اس کو سوچئے
ہوتا ہے کون نفی میں اثبات ہر نفس	گم کر کے آپ اپنا نشاں اس کو سوچئے
نازل دہن میں ہو کے یہ کہتے ہیں جبرئیل	پوشیدہ کیوں ہے اپنی زباں اس کو سوچئے
عقد میں میم کے ہے کھلے وحی کس طرح	بند آپ کر کے اپنا وہاں اس کو سوچئے

ہے شخص و عکس میں جو ہر اکدم معائنہ		کیا دل بنا ہے آئینہ سان اس کو سوچئے
۲۰۸	خواجہ معین دین کا جو عاشق ہے اہل چشت عرفان بیان ہے خوب یہہ ہاں اس کو سوچئے	۱۹

جو من عرف نفسہ حاصل نہیں کرتے
وہ معرفت اپنی کبھی کامل نہیں کرتے

لا رب ولا عبد کی سمجھے ہیں جو تفسیر
کیوں اپنے مریدوں کو وہ فاضل نہیں کرتے

فی السر انا اور انا سرہ کہہ کر
پیر آپ کے کیوں آپ کو واصل نہیں کرتے

جو اول و آخر ہے وہ ہے ظاہر و باطن
اس بھید سے ہم آپ کو غافل نہیں کرتے

جو لوگ کہ رہتے ہیں سدا اپنے پہ شیدا
وہ دوسرے پر دل کبھی مائل نہیں کرتے

نظارہ میں اپنے جسے ہم کرتے ہیں بیخود
پھر اس کو طرف ذکر کے شاغل نہیں کرتے

جو لوگ کہ گم کرتے ہیں درد اپنے دلوں میں
وہ یاد کبھی عقد انامل نہیں کرتے

جو شخص کہ ہوتا ہے فنا ذات خدا میں
اس کو سقر و خلد میں داخل نہیں کرتے

واصل جو مسمیٰ کا ہے اس شخص کو پھر ہم
اسم و صفت و فعل میں شامل نہیں کرتے

انسان کو تم خاک سے دیتے ہو جو نسبت
ہم سے سخن ایسے کبھی عاقل نہیں کرتے

اللہ کی ہیں شکل میں خود حضرت آدم
کیوں ان کے بیان آپ فضائل نہیں کرتے

سنتے ہو جو ترکھونٹ وہ ہیں تین مقامات
کیوں ہم سے وہ تم قطع منازل نہیں کرتے

اک دید کے دھوکے پہ جو ہرجائی بنے ہو
کیوں اپنے خیالات کو باطل نہیں کرتے

گانے میں دوگانے جو ادا ہوتے ہیں تم سے — ہو فرض میں تم یاد نوافل نہیں کرتے

ہوتی ہے حضوری جو ہمیں وجد میں اس وقت — خطرات کو ہم قلب پہ نازل نہیں کرتے

افسوس معارف کا بیاں کس سے کریں ہم — رخ اپنے طرف عالم و جاہل نہیں کرتے

تحقیق ہمیں علم ہمہ اوست کا ہے راز — ہم اس کا بیان بر سرِ محفل نہیں کرتے

خلوت میں ذرا سُن لے معارف کے مسائل — رد ہم تری خواہش کبھی سائل نہیں کرتے

۲۰۹	محفل میں غزل عاشق خواجہ کی سنا کر کیوں مطربو عشاق کو گھائل نہیں کرتے	۱۷

اللہ ہو سب ہے تری عظمت جو کچھ ہے سو تو ہی ہے — بیچونی ہے تیری جلالت جو کچھ ہے سو تو ہی ہے

قابض و حیّ و محی و ممیت آدم ہی کی مورت میں — ہیں ترے اسما خود تری صورت جو کچھ ہے سو تو ہی ہے

شخص و عکس اک ہے تری ہستی و صفت جلی ہے خفی ذات — ہے تو جان و قلب و جسامت جو کچھ ہے سو تو ہی ہے

تخم و برگ و نخل و شاخ و غنچہ بن کر گلشن میں — گل ہے تو اور رنگ و نکہت جو کچھ ہے سو تو ہی ہے

موج و حباب و قطرۂ دریا ذات سے تیری ہے پیدا — آبِ رحمت قلزم وحدت جو کچھ ہے سو تو ہی ہے

علم و حیات و قصد و قدرت یعنی کلامِ باطن کی — ہے تو سماعت اور بصارت جو کچھ ہے سو تو ہی ہے

ہے تو ہی واللیل اور ہے والفجر آج میاں ارض و سما — شمس و قمر کا نور اور ظلمت جو کچھ ہے سو تو ہی ہے

ساجد تو مسجود بھی تو ہے قبلہ و کعبہ اپنا آپ — دیر و حرم اور طاق عبادت جو کچھ ہے سو تو ہی ہے

کیونکر سمجھے کوئی تجھ کو تو ہی ہے عالم ہجدہ ہزار — تیری ہستی میں ہے خلقت جو کچھ ہے سو تو ہی ہے

شیخ و برہمن گبر و ترسا اور مسلمان قوم یہود
ظاہر باطن اول آخر اور میان ذات و صفات
خیر و شر سب ہے تیرے جانب سے تو محاسب اپنا آپ
واصل اپنا آپ کہیں ہے اور کہیں ہے تو مہجور
احمد بن کر تو جو نکلا نام ترا تھا پہلے احد
مرنا کیلے ہے جینا کیا ہے سوچ سمجھ اس کو خود
ہے تو مذکر اور مونث تو ہے طاق اور تو ہی جفت ہے

ہے ترا ہر اک مظہر فطرت جو کچھ ہے سو تو ہی ہے
جلوت و خلوت وحدت و کثرت جو کچھ ہے سو تو ہی ہے
زحمت و رحمت دوزخ و جنت جو کچھ ہے سو تو ہی ہے
آپ ہی وصلت آپ ہی فرقت جو کچھ ہے سو تو ہی ہے
سب سمجھے تری ہم اصل حقیقت جو کچھ ہے سو تو ہی ہے
جان حیات اور قالب رحلت جو کچھ ہے سو تو ہی ہے
خوبیٔ مرد و حسن عورت جو کچھ ہے سو تو ہی ہے

۲۱۰

خواجہ معین دین میں تیرا دل سے بنا ہوں جو عاشق
پاس مرے اے شاہ ولایت جو کچھ ہے سو تو ہی ہے

۲۱

میری جان احدیت ہے اور سراسر قلب وحدت ہے
جو ہو تو سے بن گیا لا ہو وہ الا اللہ ہو ہے خود
جو حی و محی و قابض ہے ممیت اس کا ہے شعبہ
سمجھ کر آپ کو دیکھو ہیں کب ہم آدم و انسان
احد جب ہے وہ ہے احمد محمد ہی ہے خود محمود
خدا کی بارگاہ پر ہے جو منزل اپنی اعلیٰ تر
صفات و فعل و اسما سب خود ہی میں گم جو ہے اپنے

جو دل کو جامعیت ہے وہ جسم و احدیت ہے
انہیں در جون میں شخص و عکس و آئینہ کی نسبت ہے
انہیں اسماء کی ہستی میں عناصر ہی کی خلقت ہے
ہماری عین موت ہی خدا کی اصل صورت ہے
نظر کر بندہ و رب کی سراسر اک حقیقت ہے
نہ وہاں خلوت نہ جلوت ہے نہ وحدت ہے نہ کثرت ہے
الوہیت نہیں ہے صرف یہاں غیب ہویت ہے

حقیقت سمجھو نکی ہے لا ربّ و لا عبد
کہوں کیا رمز مطلق میں کہ یہاں خود مجھ کو حیرت ہے

خود الانسان سرّی سے انا کا راز ہے ظاہر
کہ فرقت اسکی نا فہمی ہے دانست اسکی وصلت ہے

جو اول تھا وہی ہے آخر جو باطن تھا وہ ہے ظاہر
نہ پہچانو اگر اس کو تمہاری صاف غفلت ہے

معمّا کنت کنزاً کا کھلا ہم پر تو کہتے ہیں
ہماری خاص ملت میں تعشق اور محبت ہے

ہوئے فارغ جو ہم قرب فرائض سے تو روز و شب
ہیں اب قرب نوافل میں ہماری یہ عبادت ہے

بنا دیتے ہیں بندہ کو خدا کی شکل و صورت ہم
بھلا اس سے زیادہ کہئیے تو کس میں کرامت ہے

شب معراج کی حالت دکھاتے ہیں ہم دن کو
زمیں پر دیکھ لو تم عرش گر کچھ دل میں حسرت ہے

ہمارے سر کے طنبورہ سے آتی ہے صدا اسکی
ہے مطرب اپنے پہلو میں ہمیشہ ہم کو حالت ہے

سراپائے صفت اپنا مٹا دو ذات مطلق میں
نہ ہوں جب آپ ہی باقی تو پھر دوزخ نہ جنت ہے

ہوا معکم کے مطلب سے نہ سمجھو رب ہے اپنے ساتھ
پڑھو توحید کی تفسیر اس میں کب معیت ہے

جو ہے گنج شکر موجود اپنے کاسۂ سر میں
نظام الدین محبوب الٰہی کی یہ نعمت ہے

جہاں میں چشتیوں ہی کی بڑی ہے گرم بازاری
خریدے یہاں سے کچھ سودا کسی کو گر ضرورت ہے

نہ کرنا قبر کی ظلمت کا خوف اے او اصلو دیکھو
زمیں کے نیچے روشن رات دن شمع رسالت ہے

۲۱۱

معین الدین چشتی تو بنا سلطان جو عاشق کا
فقیران دکن اور ہند پر تیری حکومت ہے

۱۱

دیر و حرم میں ہے جو پرستش صفات کی
کیا اپنے حق کی شکل ہے لات و منات کی

کعبہ کو جو چلا ہے حجر کے طواف کو
یاد آگئی ہے شیخ کو بات اپنی ذات کی

معبد میں دل کے ہم کو جو رہتی ہے محویت
آوازا پنے دم میں ہے بانگ صلوات کی

اے شیخ آپ کا تو ہے اللہ بے زبان
موسیٰ سے کوہ طور پہ پھر کس نے بات کی

معراج کی کھلی ہے حقیقت جو ہم پر اب
رہتی ہے صرف فکر ہمیں دن کو رات کی

اے شیخ چونک خواب سے آگے ہے سخت راہ
غفلت میں رہ کے بھول نہ منزل نجات کی

زندے کی کیفیت سے تجھ کو نہیں خبر
آئے گی کب خیال میں حالت ممات کی

جیتے جی بن کے مردہ اگر دیکھ لے تو صاف
سمجھے گا خاص رمز کو موت و حیات کی

اے شیخ کر نہ ناز وجود بہشت کا
بنیاد کالعدم ہے تری کائنات کی

زندان آخرت سے چھڑایا جو پیر نے
چھٹی ہمارے ہاتھ لگی ہے برات کی

۲۱۲	عاشق معین دین کی صفت کرنے کو رقم درکار روشنائی ہے صدہا دوات کی	۱۸

اپنی چشم اور نور نظر میں تو ہی چھپ کر بیٹھا ہے
جسم اور جان و قلب و جگر میں تو ہی چھپ کر بیٹھا ہے

برزخ عالم اور بشر میں تو ہی چھپ کر بیٹھا ہے
خوبی دخت اور حسن پسر میں تو ہی چھپ کر بیٹھا ہے

لات و منات اور شکل حجر میں تو ہی چھپ کر بیٹھا ہے
دیر و حرم اور ہر اک گھر میں تو ہی چھپ کر بیٹھا ہے

بھول کے رستہ عشق نگر میں تو ہی چھپ کر بیٹھا ہے
الفت شکی راہ گزر میں تو ہی چھپ کر بیٹھا ہے

بیج اور تخم و برگ و شجر میں تو ہی چھپ کر بیٹھا ہے
غنچہ و گل اور شاخ و ثمر میں تو ہی چھپ کر بیٹھا ہے

رنگ گلاب اور نیلوفر میں تو ہی چھپ کر بیٹھا ہے
عنبر و مشک و بوئے اگر میں تو ہی چھپ کر بیٹھا ہے

ارض و سما و شمس و قمر میں تو ہی چھپ کر بیٹھا ہے
قطرۂ بحر و لعل و گہر میں تو ہی چھپ کر بیٹھا ہے

مرغ و سمک کے بال اور پر میں تو ہی چھپ کر بیٹھا ہے
آب و ہوائے بحر و بر میں تو ہی چھپ کر بیٹھا ہے

خط و خال سیمیں بر میں تو ہی چھپ کر بیٹھا ہے
مصحف رخ کے زیر و زبر میں تو ہی چھپکر بیٹھا ہے

روز و شب اور شام و سحر میں تو ہی چھپکر بیٹھا ہے
صبح و مسا کے آٹھ پہر میں تو ہی چھپکر بیٹھا ہے

شاہ عرب کے فتح و ظفر میں تو ہی چھپکر بیٹھا ہے
تاج و اورنگ اور چنور میں تو ہی چھپکر بیٹھا ہے

خود زرہ اور تیغ و سپر میں تو ہی چھپکر بیٹھا ہے
توپ و سنان و تیر و تبر میں تو ہی چھپکر بیٹھا ہے

بوتۂ دل کے سوز و شرر میں تو ہی چھپکر بیٹھا ہے
مس کے گداز در سیم و زر میں تو ہی چھپکر بیٹھا ہے

گوشۂ کوہ و طور کے سیر میں تو ہی چھپکر بیٹھا ہے
کبک دری اور ضیغم نر میں تو ہی چھپکر بیٹھا ہے

درویشوں کے کسب و ہنر میں تو ہی چھپکر بیٹھا ہے
کوچۂ حق کے بازیگر میں تو ہی چھپکر بیٹھا ہے

دم کی الٹ کے نفع و ضرر میں تو ہی چھپکر بیٹھا ہے
جانکی پلٹ کے خوف خطر میں تو ہی چھپکر بیٹھا ہے

ہستی حق کے خیر اور شر میں تو ہی چھپکر بیٹھا ہے
قصر بہشت اور دار سقر میں تو ہی چھپکر بیٹھا ہے

۲۱۳

عاشق چشتی نے دیکھی ہے درگاہ اجمیری کو
خواجہ کی قبر اور گنبد و در میں تو ہی چھپکر بیٹھا ہے

۶۵

سراپا عکس بیچوں کا نظر کر لو ہمیں میں ہے
مثال و شخص آئینہ نظر کر لو ہمیں میں ہے

تماشا جان عالم کا نظر کر لو ہمیں میں ہے
طلسم انجمن آرا نظر کر لو ہمیں میں ہے

دیار یثرب و بطحا نظر کر لو ہمیں میں ہے
نجف اور کربلا بصرہ نظر کر لو ہمیں میں ہے
منات و لات اور عزیٰ نظر کر لو ہمیں میں ہے
عراق اجمیر و بنگالہ نظر کر لو ہمیں میں ہے
شب اور دن ساعت و لحظہ نظر کر لو ہمیں میں ہے
فہیم و زیرک و دانا نظر کر لو ہمیں میں ہے
عزیز و خویش و بیگانہ نظر کر لو ہمیں میں ہے
غم و شادی کا سرمایہ نظر کر لو ہمیں میں ہے
دف و سارنگ اور طبلہ نظر کر لو ہمیں میں ہے
صنم کا اپنے الغوزہ نظر کر لو ہمیں میں ہے
غزل اور ٹھومری ٹپہ نظر کر لو ہمیں میں ہے
منار و مسجد و زینہ نظر کر لو ہمیں میں ہے
وظیفہ ورد اور سبحہ نظر کر لو ہمیں میں ہے
کلیسا دیول اور گرجا نظر کر لو ہمیں میں ہے
کرشن اور لچھمن اور تلجا نظر کر لو ہمیں میں ہے
خم و ساقی و میخانہ نظر کر لو ہمیں میں ہے
فقیر و شاہ و سجادہ نظر کر لو ہمیں میں ہے
قِران اور آصفی سکہ نظر کر لو ہمیں میں ہے

مدینہ مکہ و جدہ نظر کر لو ہمیں میں ہے
حجاز و شام اور کوفہ نظر کر لو ہمیں میں ہے
صفا و عرصۂ مروہ نظر کر لو ہمیں میں ہے
کہ ہفت اقلیم کا کرہ نظر کر لو ہمیں میں ہے
مہ و سال و سن و غرہ نظر کر لو ہمیں میں ہے
قلندر رند دیوانہ نظر کر لو ہمیں میں ہے
محلہ دار و ہمسایہ نظر کر لو ہمیں میں ہے
بکاؤ گریہ و خندہ نظر کر لو ہمیں میں ہے
ستار اور ڈھول طنبورہ نظر کر لو ہمیں میں ہے
نئی پر نغمہ ہُوہا نظر کر لو ہمیں میں ہے
رباعی قطعہ اور خمسہ نظر کر لو ہمیں میں ہے
نماز و زہد اور تقویٰ نظر کر لو ہمیں میں ہے
ریا و مکر اور دھوکا نظر کر لو ہمیں میں ہے
ہمیشہ رام کا پوجا نظر کر لو ہمیں میں ہے
مجوس و گبر اور ترسا نظر کر لو ہمیں میں ہے
شراب و جام اور شیشہ نظر کر لو ہمیں میں ہے
وزیر و قیصر و دارا نظر کر لو ہمیں میں ہے
ریال اور اشرفی عمدہ نظر کر لو ہمیں میں ہے

طلا و نقرا اور پیسہ نظر کر لو ہمیں میں ہے
ادھیلی قرص خر چہرہ نظر کر لو ہمیں میں ہے

میاں محمود کا نقشہ نظر کر لو ہمیں میں ہے
جہاں کا قبلہ و کعبہ نظر کر لو ہمیں میں ہے

کلام حق کا شیرازہ نظر کر لو ہمیں میں ہے
برب الناس کا سورہ نظر کر لو ہمیں میں ہے

نبی کا راز سب اخفا نظر کر لو ہمیں میں ہے
شب معراج کا پردہ نظر کر لو ہمیں میں ہے

صنم کی چشم اور دیدہ نظر کر لو ہمیں میں ہے
ہمارا دیکھنے والا نظر کر لو ہمیں میں ہے

شریف و سید و مرزا نظر کر لو ہمیں میں ہے
پٹھان اور شیخ اور آقا نظر کر لو ہمیں میں ہے

تمام انشا و کل املا نظر کر لو ہمیں میں ہے
اضافت لفظ اور معنی نظر کر لو ہمیں میں ہے

ہنر اور کسب و فن جملہ نظر کر لو ہمیں میں ہے
تمامی خلق کا پیشہ نظر کر لو ہمیں میں ہے

مکان دالان اور حجرہ نظر کر لو ہمیں میں ہے
چھت اور دیوار و دروازہ نظر کر لو ہمیں میں ہے

نجات اور قبر کا ضغطہ نظر کر لو ہمیں میں ہے
سقر اور جنت الماوی نظر کر لو ہمیں میں ہے

خطائے نفس امارہ نظر کر لو ہمیں میں ہے
عطا و جرم کا جھگڑا نظر کر لو ہمیں میں ہے

نفس کا تار اور چرخہ نظر کر لو ہمیں میں ہے
کہ ندآف دل اور پنبہ نظر کر لو ہمیں میں ہے

جولاہا تانا اور بانا نظر کر لو ہمیں میں ہے
پھٹانا سوت کا جامہ نظر کر لو ہمیں میں ہے

کنواری دلہن اور دولھا نظر کر لو ہمیں میں ہے
عروس اور مقنع اور سہرا نظر کر لو ہمیں میں ہے

عرب کا خاص سرکردہ نظر کر لو ہمیں میں ہے
سپاہ و صاحب عہدہ نظر کر لو ہمیں میں ہے

صلاح و جنگ و ہنگامہ نظر کر لو ہمیں میں ہے
شکست و فتح کا ڈنکا نظر کر لو ہمیں میں ہے

سوار اور ہاتھی اور گھوڑا نظر کر لو ہمیں میں ہے
نقیب و فوج و ہرکارہ نظر کر لو ہمیں میں ہے

سپر تلوار اور بھالا نظر کر لو ہمیں میں ہے
تفنگ و توپ اور گولہ نظر کر لو ہمیں میں ہے

کٹار اور خنجر اور تیغہ نظر کرلو ہمیں میں ہے	کمان و تیر اور چلہ نظر کرلو ہمیں میں ہے
نجومی منتری ملّا نظر کرلو ہمیں میں ہے	کہ شکلِ رمل اور قرعہ نظر کرلو ہمیں میں ہے
پری جنّات کا سایہ نظر کرلو ہمیں میں ہے	پلیتہ نقش اور گنڈہ نظر کرلو ہمیں میں ہے
ہنر تسخیر کا تازہ نظر کرلو ہمیں میں ہے	موکل اب کمر بستہ نظر کرلو ہمیں میں ہے
عمل ہمتا کا ہموارہ نظر کرلو ہمیں میں ہے	مجرب جادو اور ٹونہ نظر کرلو ہمیں میں ہے
تپلش اور حول اور دھڑ کا نظر کرلو ہمیں میں ہے	بخارِ عشق کا لرزہ نظر کرلو ہمیں میں ہے
حکیم حاذق و نسخہ نظر کرلو ہمیں میں ہے	شفا و درد کا چارہ نظر کرلو ہمیں میں ہے
سیاہ و سرخ اور پیلا نظر کرلو ہمیں میں ہے	کہ رنگ سبز اور نیلا نظر کرلو ہمیں میں ہے

۲۱۴	معین الدین چشتی ہے جدا ہم سے کہاں عاشق دکن اور ہند کا خواجہ نظر کرلو ہمیں میں ہے	۱۵

اے دل تو با ضطراب تا کے	در الفت جان خراب تا کے
از سوزِ جگر عذاب تا کے	وز آتش دل کباب تا کے
طفلی رفت و جوانی آمد	اے شیخ مرا شباب تا کے
عمرِ تو تمام شد بہ غفلت	بیدار بشو کہ خواب تا کے
خواہیم جمال روئے روشن	اے مہ بُرخت نقاب تا کے
من محرم و رازدار ہستم	از پردہ بر آحجاب تا کے

شرمندہ شوی اگر بہ حبہ مم — رحمت بہ نما عتاب تاکے

من مست ز بادۂ وصالم — ساقی کیف شراب تاکے

مانند ہر وقت نغمۂ یار — آہنگ نے درباب تاکے

جانم کہ ز دل سوال دارد — آخر بہ زبان جواب تاکے

در نقطہ تمام علم یار است — آغوش تو و کتاب تاکے

موج و یم و قطرہ ہا نماند — در ہستیٔ خود حباب تاکے

از ہجدہ ہزار یک برآید — تو در طلب حساب تاکے

سر سبزیٔ ایں جہاں شود خشک — عشق ارض و سحاب تاکے

۲۱۵	در ذات معینؒ دین فنا شو عاشق لقب و خطاب تاکے	۱۷

یثرب میں کب ملے گا نشان محمدیؐ — آگے ہے لامکاں کے مکان محمدیؐ

اللہ کی قسم نہیں سمجھا کوئی اُسے — بیچوں کا رتبہ رکھتی ہے شان محمدیؐ

سمجھو کلامِ رب کو عرب کا کلام خاص — اللہ کی ہے وحی زبان محمدیؐ

انجان اپنی جان سے ہو کر یہ جان لے — ہے جانِ جان کی جان ہی جان محمدیؐ

اس مظہر اتم کی حقیقت نہ پوچھئے — کس منہ سے ہاں رقم ہو بیان محمدیؐ

مخلوق الٰہی ہے وہ خدائی کے درمیاں — گھونگھٹ میں میم کی ہے جہان محمدیؐ

ذات و صفات کے جو کواکب ہیں وصل ہے	وحدت کے برج میں ہے قرآن محمدی
آدم سے اب تلک اُسی آدم کا دم ہے یہاں	بڑھتا چلا ہے خاص زمان محمدی
دیکھ اپنے جسم کو جو انا عبد کہتے تھے	باریک تھا قیاس و گمان محمدی
احمد کے روئے پاک سے ظاہر ہے خود اَحَد	پنہاں نہیں ہے رازِ عیان محمدی
آواز کس کی تھی شب معراج میں بھلا	کیوں کر عیاں ہو سیر جہان محمدی
ہفت آسماں ہی کیا کہ وری الوریٰ تلک	پہنچا ہے دیکھ زور د توان محمدی
کب احمد واحد میں سلام و پیام تھا	یہ جانتے ہیں مرتبہ دان محمدی
جبریل جس کو کہتے ہیں وہ بات منہ میں ہے	پردہ کے درمیان ہے جوان محمدی
ہے نور سے جو سیر فلک ماہ و مہر کے	پھرتا ہے سر پہ لیکے دونان محمدی
بندہ علیؑ کا بن کے تو مولا کو اپنے پا	ہے خاص اک وہ فیض رسان محمدی

۲۱۶	خواجہ معین دینؒ سے ملی جنس معرفت عاشق نے ہے لگائی دوکان محمدی	۴۳

رب ہے میرا محمد عربی	کب ہے بندہ محمد عربی
سر بیچوں کا خاص مظہر ہے	اپنا مولیٰ محمد عربی
روشنیٔ ظہور وحدت کا	نور پہلا محمد عربی
گنج مخفی ہی سے خدا بن کر	آپ نکلا محمد عربی

اَحدیت میں ہُو کا ہے جو راز — اس کا پردہ محمدؐ عربی
شکل جس کی ہے برزخ کبری — اس کا چہرہ محمدؐ عربی
جس کو سنتے تھے احمد بے میم — نظر آیا محمدؐ عربی
ظاہر و باطن اوّل و آخر — الحق اپنا محمدؐ عربی
کلمۂ لا اِلٰہ کا نکلا — صاف معنیٰ محمدؐ عربی

وحدہٗ لاشریک ہے آپ ہی — تن تنہا محمدؐ عربی
اِسم جس کا احد ہے خود اس کا — ہے مسمّیٰ محمدؐ عربی
نخل وحدت جو ہے پھلا پھولا — اس کا ثمرہ محمدؐ عربی
جس کا یٰسین نام نامی ہے — ہے وہ طٰہٰ محمدؐ عربی
کھول کر دیکھ لو کلام اللہ — خود ہے گویا محمدؐ عربی
بھیجا جبریل کو تھا جس جا وہاں — آپ ہی تھا محمدؐ عربی
شب معراج صوت جان سنکر — خود کو سمجھا محمدؐ عربی
لامکان کے پرے تھا کس کا گذر — آپ پہنچا محمدؐ عربی
اپنی قدرت کو دیکھنے آپ ہی — ہے ہویدا محمدؐ عربی
ہے علی کی ہی عین وحدت کا — خاص دیدہ محمدؐ عربی
ساری خلقت میں ہے وہ اک مخلوق — سب میں یکتا محمدؐ عربی
برقع میم میں جو ہے عالم — اس کا جلوہ محمدؐ عربی
اسم سے اپنے جسم انسان کا — بن کر آیا محمدؐ عربی

جو حیات النبی ہے کہلاتا — ہے وہ زندہ محمدؐ عربی

آمنہ ماں ہے باپ عبداللہ — اُن کا بیٹا محمدؐ عربی

تھا جو باطن کا ظاہری سامان — اس کا منشاء محمدؐ عربی

بہرِ وحدت میں والدین سے خود — ہے مبرّا محمدؐ عربی

ہر کسی کی سمجھ میں کب آئے — ہے معمّا محمدؐ عربی

حمد توحید بحت کا نکلا — خود خلاصہ محمدؐ عربی

مقصد عشق سرّ مطلق کا — ہے نتیجہ محمدؐ عربی

حرم دل کا بن گیا اپنے — آپ کعبہ محمدؐ عربی

سجدۂ خاص اس کو کہئے کہ ہے — اپنا قبلہ محمدؐ عربی

عبد ہے آدم صفی اللہ — صاحب اس کا محمدؐ عربی

ہم بنے ہیں حبابؔ قطرہ و موج — عین دریا محمدؐ عربی

ہیں الوالعزم انبیا جتنے — ان کا آقا محمدؐ عربی

روئے محمود کا بنا ہے آپ — صاف نقشہ محمدؐ عربی

ایک یثرب ہی میں نہیں موجود — ہے ہر اک جا محمدؐ عربی

لیلۃُ القدر کے اندھیرے کا — ہے اُجالا محمدؐ عربی

چشم بینا جو ہے تو دیکھ اسے — کب ہے اخفا محمدؐ عربی

خاص ذاتِ وجودِ بیچوں کا — خود ہے سایہ محمدؐ عربی

نہیں بنتا ہے عکس سایہ سے — ہے منزّہ محمدؐ عربی

ہے جو پانی پر آسمان و زمین
اس کا پایا یہ محمدؐ عربی
کوئی سمجھا نہیں اُسے ابتک
کہ ہے خود کیا محمدؐ عربی

۲۱۷	عاشق خواجہ معین کا ہے پیر والا محمدؐ عربی	۱۳

خدائی ہے یہ سب مولیٰ علی کی
ہے شانِ عبد و رب مولیٰ علی کی
حقیقت ان کی ہوگی کہ کشف سب پر
کھلے گی رمز جب مولیٰ علی کی
ترا مطلوب حاصل ہو گا تجھ کو
تو کر دل سے طلب مولیٰ علی کی
نہ ہو گر طالب المولیٰ تو اس کو
شناسائی ہو کب مولیٰ علی کی
محمدؐ مرتضیٰ سے کب جدا ہے
ہے خود شکل عرب مولیٰ علی کی
نظر کر مظہر سرّ خفی پر
حقیقت ہے عجب مولیٰ علی کی
ہے بر حق ذات اس کی پنجتن میں
یہ ہے شان نسب مولیٰ علی کی
ہے علم من عرف کا گر تجھے عشق
تو رکھ فکر ادب مولیٰ علی کی
عبادت ہے ہماری ذکر اس کا
ثنا میں ہیں یہ لب مولیٰ علی کی
غم مولیٰ میں اپنے کو فنا کر
یہ ہے راہ طرب مولیٰ علی کی
ولایت کیوں نہ حاصل ہو کہ جس کو
رہے دھن روز و شب مولیٰ علی کی
وہ شاہ لافتیٰ ہے ہاں شجاعت
رقم ہم سے ہو کب مولیٰ علی کی

۲۱۸

معین الدینؒ کا عاشق ہوں مرے ساتھ
لگی ہے نسبت اب مولیٰ علی کی

۲۵

خداوندِ مُطلق ہمارا علی ہے
خدائی کا مختار مولیٰ علی ہے

وہ سِرّ عجائب کا ہے خاص مظہر
نبی کی حقیقت کا جلْو علی ہے

جو ہے پردۂ عین میں نقطہ روشن
بعلیتہ بصیرت کا دیدہ علی ہے

نظیر و عدیل اس کا کوئی نہیں اب
درِ گنج وحدت کا پایہ علی ہے

تعین میں آتے ہی اسم اپنا رکھا
بلا شبہہ شکل مسمیٰ علی ہے

صدا آرہی تھی جو معراج کی شب
اس آواز غیبی کا دانا علی ہے

فنا ذات مطلق میں ہو کر تو دیکھو
سدا ملکِ ہستی میں زندہ علی ہے

جھکاتے ہیں سر طاق ابرو میں اس کے
ہماری عبادت کا قبلہ علی ہے

خدا سے جدا اس کو سمجھے جو کوئی
وہ کافر ہے خود اس کا بینا علی ہے

ولادت سے اس کی ہے عظمت حرم کو
خدا کی قسم فخر کعبہ علی ہے

ہے پیش نظر مجھ کو تصویر حیدر
کہ اسم محمدؐ کا نقشہ علی ہے

جو تنزیہہ آئی ہے تشبیہہ بن کر
اسی رمز کا ہاں نمونہ علی ہے

تھے سب منکشف رمز مطلق اسی پر
کہ سِرّ حقیقت کا گویا علی ہے

شرف کچھ نہیں ہے نجف ہی کو اس سے
میں دیکھوں جہاں ظاہر اس جا علی ہے

کروڑوں ہوئے غوطہ زن غرق اس میں
عجب نورِ عرفان کا دریا علی ہے

ہوں عیسیٰ سے کب عشق کے مردے زندہ
تن کُشتگان کا مسیحا علی ہے

زبان صاف کر ورد ناد علی سے
عجب ذکر و نادر وظیفہ علی ہے

کہہ اکتیس ۳۱ چھتیس ۳۶ بتیس ۳۲ گیارہ ۱۱
ان اعداد سالم کا جملہ علی ہے

معمے کو میرے سمجھ غور سے تو
محمدؐ کے کلمہ کا معنیٰ علی ہے

ہوا آپ ہی ذات میں اپنی قائم
سدا اپنی قدرت میں یکتا علی ہے

جو اس کو سمجھتا ہے غائب جہاں سے
وہ مردود درگاہ مولیٰ علی ہے

ولایت کرامت شجاعت میں یکتا
دو عالم میں موجود و پیدا علی ہے

ہے شانِ علی ہی میں مَن کُنتُ مولاہُ
کہ ہر اک کا مولیٰ و آقا علی ہے

ندا ہر بیچوں سے آتی ہے ہر دم
نہ مولیٰ علی ہے نہ بندہ علی ہے

۲۲۰	مرا رہبر اے عاشق خواجہ چشت علی ہے علی ہے مُعلّیٰ علی ہے	۱۱

شہنشاہ دو عالم پیر رہبر غوثِ اعظم ہے
نبی کا نور چشم اور جان حیدر غوث اعظم ہے

بزرگی اور پیری ہے اسی کے لائق و شایاں
شیوخ عصر میں خود شیخ اکبر غوث اعظم ہے

سب اُس کو دولت الفقر فخری ہو گئی حاصل
فقیری کی ریاست میں تو انگر غوث اعظم ہے

سر انور پہ اُس کے تاج ہے سِرّ ہو اللہ کا
مقرر عالم سرمد کا سرور غوث اعظم ہے

صفاتُ ذات میں اپنی ہوا ہے آپ وہ قائم
حقیقت میں ہم وحدت کا گوہر غوث اعظم ہے

جلال و شان و عظمت کو کب اسکی ہر کوئی پہونچے ‌ ‌ کہ ہے مطلق بیچوں کا مظہر غوث اعظم ہے
نہ کیوں ہو یوسف ثانی کہ ہے محبوب سبحانی ‌ ‌ سپہر حسن کا تابندہ اختر غوث اعظم ہے
عجب کیا فیض سے اس کے بنے ہوں ہر کہیں اقطاب ‌ ‌ کہ قطب دور حب و صفا دل مقرر غوث اعظم ہے
بیان اس کے بھلا کس منہ سے ہوئیں خرق عادات ‌ ‌ نیستان کرامت کا غضنفر غوث اعظم ہے
جسے بغداد کہتے ہیں وہ باغ داد ہے سب کا ‌ ‌ عدالت گاہ درویشی کا دفتر غوث اعظم ہے

۲۲۰	سراسر عشق دونوں سے تو رکھ اے عاشق صادق معین الدین چشتی کا برادر غوث اعظم ہے	۷

توصیف کیا بیان ہو محبوب پاک کی ‌ ‌ اللہ ہی کی شان ہے محبوب پاک کی
بولا جو کچھ یہ پیر ہوا اس کا سب ظہور ‌ ‌ خود وحی سی زبان ہے محبوب پاک کی
مخلوق بن کے جسم خدا میں ہے جلوہ گر ‌ ‌ خالق کی خاص جان ہے محبوب پاک کی
خود غوثیت کا اس کو ہوا امر نصیب ‌ ‌ طاعت میں سب جہاں ہے محبوب پاک کی
رکھتے ہیں ہم بھی حضرت قادر سے سلسلہ ‌ ‌ بیعت بھی درمیان ہے محبوب پاک کی
اولاد مرتضیٰ سے مجھے عشق ہے سدا ‌ ‌ یہاں لب پہ داستان ہے محبوب پاک کی

۲۲۱	خواجہ معین دین حسن کہتے ہیں مجھے عاشق مری دکان ہے محبوب پاک کی	۱۱

مظہر ذات خدا شیخ شہاب الدین ہے
سہروردی کا ہے خورشید اسی سے روشن
فیضیاب اب ہے جہاں فیض قدم سے اس کے
زلف ورخ اس کے جو رہتے ہیں تصور میں مرے
تاج مطلق ہے سزاوار سر الوز پر
آئینہ عشق کا بن کر جو لیا عکس صنم
ہو چکا ہے جو وجود اپنا فنا فی الشیخ اب
مرجع خلق ہوئی ذات مقدس اس کی
ذات میں حق کی فنا ہو کے اٹھا عالم سے
ذات اس کی نظر آتی ہے جو مطلق ہم کو

مرشد خلق بجا شیخ شہاب الدین ہے
لمعۂ ارض و سما شیخ شہاب الدین ہے
ہادی و راہ نما شیخ شہاب الدین ہے
روبرو صبح و مسا شیخ شہاب الدین ہے
صاحب تحت و لوا شیخ شہاب الدین ہے
صورت صدق و صفا شیخ شہاب الدین ہے
نہیں اب ہم سے جدا شیخ شہاب الدین ہے
سرور شاہ و گدا شیخ شہاب الدین ہے
بے گماں شکل بقا شیخ شہاب الدین ہے
قید ہستی سے رہا شیخ شہاب الدین ہے

۲۲۲	عشق ہے خواجۂ چشتی سے جو تجھ کو عاشق مبتلا آپ ترا شیخ شہاب الدین ہے	۱۳

مرشد و پیر زمان خواجہ بہاو الدین ہے
یار غار احمد بے میم سے ہے اس کو فیض
نقشبند اللہ کا ہے سب خدائی میں یہی
شان بیچوں کا بنا ہے آئینہ اس کا وجود

رہنمائے انس و جان خواجہ بہاء الدین ہے
خلق میں عظمت نشان خواجہ بہاء الدین ہے
مہر سا جلوہ کناں خواجہ بہاء الدین ہے
صورت رب جہاں خواجہ بہاء الدین ہے

اول و آخر وہی ہے ظاہر و باطن وہی
شاہ ملک جاودان خواجہ بہاء الدین ہے

باغ میں اسرار کے رکھتا ہے اپنا آشیاں
بلبل خوش نغمہ خوان خواجہ بہاء الدین ہے

ذات سے اپنی ہوا ہے آپ ہی موجود وہ
دیکھ ہر شئی سے عیاں خواجہ بہاء الدین ہے

کھینچ کر تار نظر سے خط وحدت اس میں دیکھ
نقطۂ سرّ نہاں خواجہ بہاء الدین ہے

اڑ کے مرغ جاں قفس سے تن کے مطلق ہوگیا
شاہ باز لامکان خواجہ بہاء الدین ہے

کب رقم ہو رتبہ و جاہ و جلال اس شاہ کا
ہمنشین خواجگان خواجہ بہاء الدین ہے

حضرت بوبکر کے سارے خلیفوں میں یہی
آفتاب خاندان خواجہ بہاء الدین ہے

نور عین حضرت صدیق اکبر ہیں جو ہم
دور اب ہم سے کہاں خواجہ بہاء الدین ہے

۲۲۴	حضرت خواجہ معینؒ الدین عاشق ہوں جو میں دل سے مجھ پر مہربان خواجہ بہاء الدین ہے	۱۱

بیچوں کی پاک ذات ہوئے ہند کے ولی
خود مظہر صفات ہوائے ہند کے ولی

ہے کس کو اب زبان جو توصیف کر سکے
تم نور کائنات ہوائے ہند کے ولی

خواجہ معین دین ہو جو مشہور خلق ہیں
خود رمز پر نکات ہوائے ہند کے ولی

واللیل کی قسم یہی کہتی ہے اپنی زلف
تم وصل ہی کی رات ہوئے ہند کے ولی

آدم سے آج تک سبھی پیدا ہیں آپ سے
تم بطن امّہات ہوائے ہند کے ولی

دیکھی ہے اپنی زیست میں ہم نے قضا کی شکل
تم صاحب حیات ہوائے ہند کے ولی

سب مُردے زندہ ہوتے ہیں ٹھوکر سے آپکی
ہجدہ ہزار خلق کے زندہ ہیں تم سے جسم
ہراک نفس جو ہم سے ہوا ہمکلام تم
ہم منزلِ عذاب کو بھولے ہوے جو ہیں

عیسیٰ دمِ ممات ہوئے ہند کے ولی
تم جانِ کلیات ہوئے ہند کے ولی
خودبے زبان کی بات ہوئے ہند کے ولی
اپنی رہِ نجات ہوائے ہند کے ولی

۲۲۴

عاشق ہیں ہو کے آپ ہیں دن رات محو ہوں
تم عشق کی صلوات ہوائے ہند کے ولی

۲۷

نام اب جس کا خواجہ ہے
حق کی راہ پر ہیں جو ہم
بندے حق کے ہم ہیں کب
اسم وجسم بندے کا
نور ذات بیچوں کا
دیکھ مٹا کر بندے کو
بندے کس کے کہلا ہیں
ہیں جو غائب اس کے صفات
آئے کیوں کر ذات نظر
عرفان پڑھ کر سمجھا ہوں

مرشد میرا خواجہ ہے
ہادی اپنا خواجہ ہے
اپنا مولیٰ خواجہ ہے
آپ مسمیٰ خواجہ ہے
پاک سراپا خواجہ ہے
حق کا چہرہ خواجہ ہے
ہم میں پیدا خواجہ ہے
ذات میں زندہ خواجہ ہے
اس کا پردہ خواجہ ہے
لفظ و معنیٰ خواجہ ہے

کہتی ہیں موجیں وحدت کی
قطرہ و دریا خواجہ ہے

دیکھ تجلی وحدت کی
مہر اور ذرہ خواجہ ہے

نغمہ زن ہے بلبل عشق
گل اور غنچہ خواجہ ہے

بادۂ عشق اور وحدت کا
جام و شیشہ خواجہ ہے

چشت کی دوکان گرم ہے اب
اس کا سودا خواجہ ہے

صاف انا الحق اپنے ساتھ
کہنے والا خواجہ ہے

دیکھو لا میں گم ہوکر
صرف اِلّا خواجہ ہے

کس کا ہے یہاں کون غلام
عالم سارا خواجہ ہے

سجدہ اس کو کرتے ہیں
اپنا کعبہ خواجہ ہے

بندہ کا ہے کب یہ کلَام
اس کا گویا خواجہ ہے

کہتے ہیں یہ چشتی سب
پیر ہمارا خواجہ ہے

پیر جو سارے ہیں مشہور
سب سے اعلیٰ خواجہ ہے

دیکھ لو سارے پیروں میں
عالی رتبہ خواجہ ہے

ہند و دکن پر اس کا ہے حکم
شاہ زمانہ خواجہ ہے

دیکھ لو آکر خلوت میں
حق کا تماشا خواجہ ہے

ذکر و شغل اور میرا ورد
خواجہ خواجہ خواجہ ہے

عاشق اُس کا میں جو ہوں
میرا پیارا خواجہ ہے

خدائے ذوالمنن اپنا معین الدین چشتی ہے
وجود اک ذات بیچون کا معین الدین چشتی ہے

خود آیا عالم ہستی میں وہ شکل محمدؐ میں
مرا یٰسین اور طٰہٰ معین الدین چشتی ہے

علی کا فاطمہ کا حضرت شبیر و شبر کا
دل و جان و جگر گوشہ معین الدین چشتی ہے

شہنشاہ جہاں تاج ہو اللہ اس کے ہے سر پر
کہ مطلق ذات کا جلوہ معین الدین چشتی ہے

نظر آتی ہے ہم کو اس میں صورت سر مخفی کی
کہ ذات حق کا آئینہ معین الدین چشتی ہے

ازل میں لکھدیا اسکی جبین پر کلک قدرت نے
حبیب خالق یکتا معین الدین چشتی ہے

گلستان حقیقت کا ولایت کا کرامت کا
سراسر اک گل تازہ معین الدین چشتی ہے

خودی اپنی فنا کی محو ہو کر ذات مطلق میں
فقیر طالب المولیٰ معین الدین چشتی ہے

فرید و قطب و محبوب الٰہی اور نصیر الدین
مرید ان کے ہیں سب آقا معین الدین چشتی ہے

اسی کی ذات سے پیدا ہوئی ہے شان اور عظمت
جہاں میں صاحب رتبہ معین الدین چشتی ہے

۲۲۶	اسی کے ہیں ہمیشہ جان و دل سے عاشق صادق ہمارا مرشد والا معین الدین چشتی ہے	۹

شبیہہ اللہ کی روئے معین الدین چشتی ہے
سر عرش بریں کوئے معین الدین چشتی ہے

خم قوسین ابروئے معین الدین چشتی ہے
سر واللیل گیسوئے معین الدین چشتی ہے

سراسر اسم احمد ہے عیاں خود اسکی قامت سے
محمدؐ دست و بازوئے معین الدین چشتی ہے

سنا ہے وصل کی شب ذکر میں نے ہر بن مو سے
الف اللہ کا موئے معین الدین چشتی ہے

کہاں بندہ کی خصلت ہے نظر کر اپنے مولیٰ میں — کہ اللہ کی سر خوئے معین الدین چشتی ہے
تعشق اُس کا ہم کر کے فنا ہیں ذات بیچوں میں — عجب یہ سحر وجادوئے معین الدین چشتی ہے
حیات جاودانی کا مسیحا سے ہو کب چارہ — بقا کو اپنی داروئے معین الدین چشتی ہے
دکن کا باغ ہے سرسبز اس کی ذات اقدس سے — چمن میں ہند کے بوئے معین الدین چشتی ہے

۲۲۷	نظر آتا نہیں کوئی سوا خواجہ کے **عاشق** کو کہ چشم اس کی سدا سوئے معین الدین چشتی ہے	۱۱

ہے مطلق ذات پاک رب معین الدین چشتی کی — ادا ہو مدح ہم سے کب معین الدین چشتی کی
ولی ساری خدائی کے جھکا کر اپنی گردن کو — اطاعت میں کھڑے ہیں سب معین الدین چشتی کی
رسائی کر کے دیکھو تو ذرا دربار میں اس کے — ہے کیسی شان مطلق اب معین الدین چشتی کی
اگر اجمیر میں جا کر رہو گے شوق دل سے تم — ملے گی تم کو نعمت تب معین الدین چشتی کی
تمہیں گر خوش نصیبی سے ہو اس کی معرفت حاصل — کرو گے مدح تم اغلب معین الدین چشتی کی
بزرگوں میں جو فرد منتخب ہم کو میسّر ہے — ثنا میں ہیں اپنے لب معین الدین چشتی کی
ذرا حال اس کا پوچھو تم شہنشاہ مدینہ سے — بڑی جاگیر ہے یثرب معین الدین چشتی کی
ہوا طالب کو جو ارشاد کہہ چشتی رسول اللہ — عجب ہے رمز پر مطلب معین الدین چشتی کی
نماز وصل ہے حاصل حضور قلب سے مجھ کو — جو ہے خود فکر روز و شب معین الدین چشتی کی
جہاں کی نوکری چھوڑی تو اس سرکار نے مجھکو — ملی ہے خدمت منصب معین الدین چشتی کی

میاں محمود کی تجھ کو خلافت ہے جوائے عاشق
محبت تجھ کو ہے انسب معین الدین چشتی کی

ہے مطلق رمز سبحانی معین الدین اجمیری
ہے الحق سر یزدانی معین الدین اجمیری

صفات و ذات بیچونی بنی ہے اس کی جو صورت
ہے جسم و جان انسانی معین الدین اجمیری

جو اُس کی ہستی نور تجلی محمد ہے
مثال ذات رحمانی معین الدین اجمیری

جمال اُس کا دکھاتا ہے جو شکل حضرت یوسف
ہے بدر چاہ کنعانی معین الدین اجمیری

ہوئے زیر و زبر پیدا جو اس کے مصحف رخ پر
ہے مطلق روئے قرانی معین الدین اجمیری

جناب پیر ہارون کا نہ چمکے خاندان کیوں کر
ہے شمع بزم عثمانی معین الدین اجمیری

ولی و قیصر ہند و دکن اس کے ہیں فرمان میں
ہے تاج فرق سلطانی معین الدین اجمیری

نہیں غواص کو قدرت کہ لائے ڈوب کے اس کو
ہے دُرّ بحر عرفانی معین الدین اجمیری

ہُوّیت کا کھلا عقدہ جو ہم پر سر بسر یکسر
ہے کشف راز پنہانی معین الدین اجمیری

نظر اُس کا وجود الحق الوہیت میں آتا ہے
ظہور نور ایمانی معین الدین اجمیری

حبیب اللہ نام پاک جو مشہور عالم ہے
مُحبّ خاص ربانی معین الدین اجمیری

شبستان ہند کا روشن اُسی کے فیض سے اب ہے
مہ نور مسلمانی معین الدین اجمیری

جناب غوث اعظم سے جداگ شکل اُس کی ہے
شبیہ شاہ جیلانی معین الدین اجمیری

۱۴	تصدق دل کو کرتا ہوں جو بن کر عاشق صادق مرا ہے دوست اور جانی معین الدین اجمیری	۲۲۹

اک شہنشاہِ ولایت خواجہ اجمیر ہے	مالک کشف و کرامت خواجۂ اجمیر ہے
خاص نعمت ہے عطا اس کو رسول اللہ سے	ہاں وہ ہمراز نبوت خواجہ اجمیر ہے
اُس کے پیشانی نورانی پہ تھا ہذا حبیب	سر بسر شان رسالت خواجہ اجمیر ہے
فیض سے اپنے بنایا اُس نے محبوب الٰہ	کیا خداوند فضیلت خواجہ اجمیر ہے
کیوں نہ امداد و اعانت اس سے چاہیں اولیا	خود معین دین و ملّت خواجہ اجمیر ہے
اس کے فیضان قدم سے ذوق ہے سب کو نصیب	شاہ خلعت بخش حالت خواجۂ اجمیر ہے
فرش سے عرش بریں تک ہے یہی مطلق سدا	مظہر سِر حقیقت خواجہ اجمیر ہے
ہے معین الدین چشتی ایزدِ جان بخش خود	معنوی خالق کی صورت خواجۂ اجمیر ہے
اس مری رمز خفی کو پوچھ ابجد خواں سے خود	دیکھ لے خود سِر وحدت خواجہ اجمیر ہے
دیر میں آکر حرم سے دیکھ اے زاہد تو خود	بن گیا خود حق کی مورت خواجہ اجمیر ہے
آگ لگ جائیگی سر پاؤں تک کر مس سے اس کے خوف	مہر گردوں جلالت خواجہ اجمیر ہے
جس کو نخوت ہے انا کی سر جھکاتا ہے وہ کب	ہاں غنیٔ خوش بضاعت خواجۂ اجمیر ہے
جس کو عشق اس کا ہوا طے اس سے منزل ہوگئی	خضرِ راہ پاک نسبت خواجۂ اجمیر ہے

۲۳۰	عاشق صادق ہوں اُس کا ہاں یہی ہے مجھ کو فخر بس مرا پیر طریقت خواجۂ اجمیر ہے	۴۱

تعین ذات بیچوں کا میاں محمود چشتی ہے	رسول اللہ کا چہرہ میاں محمود چشتی ہے

احد جب بن گیا احمد سما کر ایک نقطہ میں
اُسی کا سر بسر حلیہ میاں محمود چشتی ہے

ہُو الاول ہُو الآخر ہُو الظاہر ہُو الباطن
اُسی کا مظہر اسما میاں محمود چشتی ہے

تعرج اور تنزل کی اٹھا کر دیکھ لو تفسیر
کلام حق کا شیرازہ میاں محمود چشتی ہے

جو دیکھے احمدؐ و حامد کے پڑھ کر مصحف رخ کو
کہے یٰسین اور طٰہٰ میاں محمود چشتی ہے

کھاتاہے رسول اللہ کا جو جسم و جان و دل
سراسر برزخ کبریٰ میاں محمود چشتی ہے

اسی کے نور ہستی سے عیاں ہے ظلِ سبحانی
وجود حق کا آئینہ میاں محمود چشتی ہے

کرو بیدار موسیٰ کو سنا دو صاف یہ مطلب
کہ نور طور کا شعلہ میاں محمود چشتی ہے

جو شوق رویت حق ہے نظر کر لے محمدؐ کو
خدائے لم یزل تیرا میاں محمود چشتی ہے

یہ ہم سے خانۂ تشبیہ کے معمار کہتے ہیں
در تنزیہہ کا پایہ میاں محمود چشتی ہے

اُٹھا کر عین گر دیکھو عرب کی شکل میں چھپکر
یہی در پردہ رب اپنا میاں محمود چشتی ہے

خیال احمد بے میم کرتا ہوں تو کہتا ہوں
محمدؐ ہی کا خود نقشہ میاں محمود چشتی ہے

نبی آپ ہی ولی آپ ہی ہے آپ ہی بندہ مولیٰ
کہ سب کونین کا جلوہ میاں محمود چشتی ہے

سنا کر وحی کہتا ہوں نہیں یہ بات بچوں کی
کلام اللہ کا گویا میاں محمود چشتی ہے

مدور قلب ہے اس کے جو صوت غیب سنتے ہیں
نئے اسرار کا نغمہ میاں محمود چشتی ہے

ہے نکلا گنج مخفی سے تماشا دیکھنے اپنا
جہاں میں صاف بے پردہ میاں محمود چشتی ہے

اگر ہے آنکھ تو دیکھو ہے ساری کائنات اُسمیں
نظر سے اپنے کب اخفا میاں محمود چشتی ہے

بیان کرتا ہے مجھ سے عشق کا خیاط سی سیکر
خدا کی روح کا جامہ میاں محمود چشتی ہے

الف اللہ کا بن کر او گا ہے باغِ وحدت میں
درخت سدرہ و طوبیٰ میاں محمود چشتی ہے

پھلا پھولا ہے الا اللہ کا گلزار اس کے ہاں
نہال عشق کا ثمرہ میاں محمود چشتی ہے

ہوئے ہیں زندہ اکدم میں ہم اسکی ایک ٹھوکر سے
ہمارا حضرت عیسیٰ میاں محمود چشتی ہے

ہمارے چشم کی پتلی بنا ہے میم کا نقطہ
خود اپنا ناظر و بینا میاں محمود چشتی ہے

سدا کرتے ہیں ہم سجدہ اسی کے طاق ابرو میں
ہمارا قبلہ و کعبہ میاں محمود چشتی ہے

مقام احمدی کا ہے نشان اپنی یہ پیشانی
ہمارے عشق کا تمغہ میاں محمود چشتی ہے

نہ کیوں محبوب[199] عالم ہم کہیں اس پیر پیراں کو
کہ جب اس نام سے پیدا میاں محمود چشتی ہے

محاسب دفتر وحدت کا دکھلا دیگا یہ نکتہ
کہ سب عالم کا جانانہ میاں محمود چشتی ہے

سمجھ لو عاشقوں پڑھ کر حدیث کنت کنزاً کو
کتاب عشق و افسانہ میاں محمود چشتی ہے

گلستان شہادت میں نظر کر لو ذرا آکر
کہ مرغ دل کا کاشانہ میاں محمود چشتی ہے

جو اس کے سینۂ سوزاں میں دل جلتا ہے الفت سے
چراغ جاں کا پروانہ میاں محمود چشتی ہے

عیاں ہیں مورتیں اس کے جو دو نو طاق ابرو سے
صنم کا اپنے بتخانہ میاں محمود چشتی ہے

جبیں ملتی ہے دنیا بھی اسی کے آستانے پر
فقیر طالب المولیٰ میاں محمود چشتی ہے

شراب وصل سے مخمور آنکھیں اسکی رہتی ہیں
سدا سرشار و مستانہ میاں محمود چشتی ہے

نبی خلقت ہے اٹھارہ ہزار اس کے ہی قطروں سے
کہ سب مخلوق کا دریا میاں محمود چشتی ہے

معطر خلق احمد سے جو ہے گلزار عالم سب
اسی کا اک گل تازہ میاں محمود چشتی ہے

نہیں ہے احمد آباد اور گجرات اس کی خلوت گاہ
جہاں ہم رہتے ہیں اس جا میاں محمود چشتی ہے

میاں شیخ حسام الدین محمد شاہ فرخ کا
خلف یہ خوب و شایستہ میاں محمود چشتی ہے

رشید الدین مودودی میاں لالہ کا یہ ارشد
جہاں میں نامور پوتا میاں محمود چشتی ہے

نصیر الدین دہلی کی ہے اس کے پاس سب نعمت — کمال الدین کا سرمایہ میاں محمود چشتی ہے
تمام اجداد تھے اس کے سلاطین ملک عرفان کے — امیر اور اپنا شہزادہ میاں محمود چشتی ہے
فنا فی الشیخ کا درجہ جو حاصل ہو چکا مجھ کو — سمجھ لو ہو بہو مجھ سا میاں محمود چشتی ہے

۲۳۱	معین الدین چشتی کے مریدوں میں جو ہے عاشق اسی کا مرشد والا میاں محمود چشتی ہے	۲۶

محمد[1] بادشاہ دوسرا عالم کا سرور ہے — امیر المومنین اس کا وزیر خاص حیدر[2] ہے
رئیس اولیائے چشت ہے خواجہ حسن بصری[3] — کہ عبد الواحد[4] اس کا یار الفت شیخ اکبر ہے
ہوا خواجہ ابو الفضل[5] فضیل ابن عیاض عصر — شہ ابراہیم[6] ادہم تارک الدنیا مقرر ہے
خوشی اور غم سے فارغ ہو گیا خواجہ[7] سدید الدین — وہ غوث سالکین خواجہ امین الدین[8] برتر ہے
امام العارفین حق کھایا خواجہ ممشاد[9] — مہ کل صوفیاں خواجہ ابو اسحٰق[10] رہبر ہے
ابی ابدال[11] احمد قدوہ دین نبی الحق — جہاں کا قطب خواجہ ناصر الدین[12] ہمسر ہے
ہے خواجہ ناصر الدین[13] ابی اسحاق یوسف غوث — جو قطب الدین[14] ہے مودودی یم وحدت کا گوہر ہے
عہد کا خواجہ حاجی[15] شریف زندنی چشتی — جہاں میں قدوہ اصحاب عارف وہ سراسر ہے
جناب خواجہ عثمان[16] پیر ہراونی چشتی — کرامت اور کشف باطنی کا مہر انور ہے
شہ خواجہ معین[17] الدین حسن چشتی اجمیری — حبیب اللہ کا ہے اس کو زیبا تخت و افسر ہے
لقب کا کی کا رکھتا ہے قتیل الفت جبار — وہ قطب الدین[18] و دنیا ہے کہ اس کا بخت یاور ہے

غزل شجرہ خاندان اہل بہشت

فرید[19] الدین مسعودی حریق الفت مولیٰ	تمامی اولیا کا وہ بڑا سردار دفتر ہے
یہی اک یوسف ثانی ہوا محبوب[20] الٰہی کا	نظام الدین کے پرتو سے منور ماہ و اختر ہے
بزرگ عصر ہے خواجہ نصیر[21] الدین محمود اک	کہ روشن شہر دہلی مین چراغ اُسکا ہی گھر گھر ہے
کمال[22] الدین علّامہ ہوا مشہور عالم میں	سراج[23] الدین قطب عالم خلاق داور ہے
ہے علم[24] الحق والدین والی ملک تجرد خود	جو ہے محمود[25] راجن شیخ وہ ان سب کا ہمسر ہے
جمال[26] الدین حمن اور میاں شیخ حسن[27] چشتی	یہی قطب زماں مشہور اک سے ایک بہتر ہے
میاں شیخ محمد[28] اور حضرت[29] شیخ یحیٰ کو	ہوی خود قطبیت حاصل مدینہ میں یہ اشہر ہے
جناب شیخ رکن[30] الدین احمد اور جمال[31] الدین	وہی خود قطبیت کا حمن ثانی غضنفر ہے
میاں شیخ حسام[32] الدین محمد فرخ صوفی	وہ رکن[33] الدین ثانی احمد مرسل کا دلبر ہے
رشید الدین[34] مودودی میاں لالا بے کہلاتا	جو سارے قطب معشوقین حق کا ناز پرور ہے
میاں شیخ حسام[35] الدین محمد فرخ کامل	گل خوبی سے اس کے گلشن عالم معطر ہے
ہمارا پیر و مرشد قطب اقطاب زمان الحق	میاں محمود[36] گجراتی کہ ذات حق کا مظہر ہے
کریم[37] اللہ شاہ تارک الدنیا جو ہے عاشق	ترے وصل حقیقی کی اُسے نعمت میسّر ہے
ہوا اپنا خاتمہ بالخیر یا ہُوا اُن کی حرمت سے	خدائی سب تری ہے تو جہاں کا رحم گستر ہے

۲۳۲	یہ شجرہ خاندان چشت خاصان بہشتی کا تجھے اے عاشق چشتی ہمیشہ حفظ واز بر ہے	۱۷

غزل سبحہ خاندان اہل بہشت

کُنتُ کنزاً مخفیاً سے یہ بیان پیدا ہوا
جسم میں محمود کے خود جان جاں پیدا ہوا

شان میں آیا ہے جس کے صاف لولاک لما
وہ شہنشاہ زمین و آسماں پیدا ہوا

نقطۂ سر وجود و علم اور نور و شہود
عشق بنکر دائرہ کے درمیاں پیدا ہوا

کھل گئی مجھ پر حقیقت سے محمدؐ کی یہ رمز
ذات سے محمود کی سارا جہاں پیدا ہوا

شش جہت کے آئینوں میں عکس ہے جس شخص کا
خود مکیں کی شکل میں وہ لامکاں پیدا ہوا

تخم ہستی سے جو نکلے بن کے ہم او لٹے شجر
گلشن عیاں کا اپنے باغباں پیدا ہوا

دیکھ لو محمود کی ہے خود محمدؐ کی شبیہہ
آج پھر احمد سوئے ہندوستاں پیدا ہوا

بن گیا واجب سے ممکن عشق میں جس کا وجود
وہ وجود بے نشاں خود با نشاں پیدا ہوا

صورت اجمال وہاں کی بن کے تفصیل آگئی
تھا جو باطن میں وہی ظاہر یہاں پیدا ہوا

گنج مخفی میں صدا بصوت جس کی سنتے تھے
خود زباں بن کر وہ یار بے زباں پیدا ہوا

اپنی او لٹی پتلیوں سے دیکھ لو اس کا مقام
اب تصور کا ہمارے دیدباں پیدا ہوا

ہر نفس آتی ہے کانوں میں جو آواز جرس
آج گجراتی امیر کارواں پیدا ہوا

آگیا چون و چرا میں گنج مخفی سے جو یہاں
سر ذات بیچگوں کا رمز داں پیدا ہوا

سر باطن کی حقیقت پوچھئے اس پیر سے
یہ میاں محمود اچھا غیب داں پیدا ہوا

شہ نصیر الدین چراغ دہلوی کے نور سے
چشتیو اپنا چراغ دودماں پیدا ہوا

کیوں نہ روشن ہو شبستان کمال الدین کہ آج
اُن کے گھر میں آفتاب خانداں پیدا ہوا

عاشق خواجہ معین الدین مبارک ہو تجھے
پیر تیرا نور چشم خواجگاں پیدا ہوا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۲۳		۲۳۳

مرا جس نے کہ یہہ چہرہ بنایا
خود اپنی شکل کا نقشا بنایا

ہیں مظہر اُس کے اٹھائیس اکوان
جہاں کا خود کو مجموعا بنایا

ہے جسم شخص میں مولا ہی اپنا
کہ اپنے عکس کو بندا بنایا

مسمیٰ نے کیا جلوہ خدا ہیں
عجائب اِسم کا پردا بنایا

سراپا دیکھنے کو حق نے اپنا
عجب بندہ کو آئینا بنایا

احد سے بن گیا آپ ہی جو احمد
صفت کو ذات کا حلیا بنایا

زبان میں چھپ کے جبریل امین کی
خدا نے آپ کو گویا بنایا

بڑے دھوکے میں ہیں بندے خدا کے
یگانے کو جو بیگانا بنایا

صفت سے اپنی ہے بیچوں سے باچوں
یہہ نادر نقشۂ دنیا بنایا

ظہور اپنا کیا آدم میں آکر
رُخ اپنا بر رُخِ کبریٰ بنایا

کمندِ عشق میں پھنس کر خودی سے
خدا نے خود کو دیوانا بنایا

وجودی حق تعالیٰ کی ہے ہستی
تماشا خود کو عالم کا بنایا

طلسماتِ جہاں سب اس میں بھر کر
خدا نے اپنا خود پتلا بنایا

سمجھ لو بوجھ لو اس کو خدا نے
کہ اپنے جسم کو کیسا بنایا

ہے موج و آب کی صورت اُسی کی
کہ اپنی ذات کو دریا بنایا

خدا کی ذات کو مذہب کہاں ہے
مقابل دیر کے کعبا بنایا

ہیں شیخ و برہمن سب اسکی صورت
وجود اپنا جہاں آرا بنایا

ہوں ربّ العالمین فرما کے حق نے
جہاں کا آپ کو ملجا بنایا

پڑا ہے کس لئے جھگڑے میں عالم
خدا نے خود جو کچھ چاہا بنایا

دوئی وحدت میں مطلق کچھ نہیں ہے
جسے چاہا اُسے اپنا بنایا

جو پہنچا لامکاں سے شش جہت میں
اُسی نے در بدر خانہ بنایا

صدا سننے کو اپنی آپ ہردم
سرِ انسان کو طنبورا بنایا

۲۳۴	فقیروں میں معین الدین حسن کے سخن عاشق کا رندانا بنایا	۱۳

ہوا جب ذات مطلق کو صفت کا ولولا پیدا
اُسی جنبش میں بیچوں سے ہوا چوں و چرا پیدا

احد ہے رخ جو احمد کا یہ علمی اس کی صورت ہے
کہاں ہے برزخ بندہ کہ ہے آپ ہی خدا پیدا

ہوا ہے جلوہ گر واجب تعشق سے جو ممکن میں
ہے صرف اک دائرہ میں میم کے ارض و سما پیدا

یہی ہے حضرت آدم صفی اللہ جو کچھ ہے
کہ اپنی خاص ہستی میں ہوا رب العلا پیدا

مخاطب ہو گیا جو شخص اس کا عکس نورانی
خود اپنی ہی تجلی سے ہے شکل آئینہ پیدا

تماشا دیکھ لو تنزیہہ کا تشبیہہ عالم میں
مجسم جان مطلق کا ہوا ہے شعبدہ پیدا

تلاطم ہو گیا دریائے وحدت کو جو کثرت میں
حباب و موج و گرداب و کف و قطرہ ہوا پیدا

وجود و علم اور نور و شہود خط وحدت سے
ہوا ہے عنصر نار و گل و آب و ہوا پیدا

نہیں ہے صانع و مصنوع اسرار معارف میں
ہیں خود اپنی حقیقت سے محمد مصطفیٰ پیدا

بلا صنعت یہ صورت ہے ہو اللہ المصور کی
کہ خود اسماء حسنیٰ میں ہوا ہے کبریا پیدا

بنا ہوں آپ ہی ششدر طلسمات تجدد میں
خلا سے ہے ملا پیدا ملا سے ہے خلا پیدا

ہو الظاہر کی معنی ہے سراسر من رانی میں
مسمیٰ اسم میں اپنے ہوا ہے برملا پیدا

۲۳۵	دکھا کر اپنے عاشق کو میاں محمود کہتے ہیں معین الدین چشتی کا ہوا ہے بانوا پیدا	۱۱

ہو کی ہے تو بثبوت صدا صنما صنما صنما صنما
خود نغمہ سرا ہے تو اپنا صنما صنما صنما صنما

ہے غیب میں تیری مطلق ذات سلب و ہاں ہیں اسما و صفات
ہے تو ہی مسمیٰ اللہ کا صنما صنما صنما صنما

تشبیہہ سے جدا تو ہے جدا تنزیہہ تری ہے شان صفا
اللہ فنا ہے تو ہے بقا صنما صنما صنما صنما

کب عرش بریں کا تو ہے مکیں نیچے ہیں ترے افلاک و زمیں — قوسین پہ ہے تو جلوہ نما صنما صنما صنما صنما

بے نام و نشاں ہے تیری ذات ہے نفی خدا میں اثبات تو — کچھ تجھ میں نہیں ہے چوں و چرا صنما صنما صنما صنما

لاہوت کی ہے تو سرحد میں یا ہوت کی ہے تو معبد میں — ہے تیری پرستش ہوش رُبا صنما صنما صنما صنما

کب آنکھوں کو تو آتا ہے نظر مفقود ہے تجھ میں چشم بشر — ناظر ہے ترا خود نابینا صنما صنما صنما صنما

مانند ترا کوئی بھی نہیں کب مثل ترا پیدا ہے کہیں تجھ — اسرار ترا ہے در پردا صنما صنما صنما صنما

آلان کما کان کھلا تو کچھ نہ گھٹا ہے اور نہ بڑھا — کونین بنا ہے عشق ترا صنما صنما صنما صنما

نکلا جو حرم سے دیر گیا نرگن کی ہوس میں خوب ہوا — کافر جو بنا میں اب تو ملا صنما صنما صنما صنما

۲۳۶	عاشق کو تعشق ہے جو ترا وہ خواجۂ اعظم کا ہے گدا خود ذات میں اپنی اس کو مٹا صنما صنما صنما	۱۱

جو سِرِّ بیچگوں وحدت میں آیا — خدا کہلانے کو کثرت میں آیا

رخ ممکن میں واجب ہو کے مخفی — صفی اللہ کی صورت میں آیا

جو تھا تشبیہہ کا تنزیہہ میں بھید — وہ خلوت چھوڑ کر جلوت میں آیا

بنا قطرے کی صورت آپ دریا — گہر کے آب اور رنگت میں آیا

پڑا جب شخص کا عکس آئینہ میں — وہ اپنی دید کی حسرت میں آیا

ہوئے جب علم سے اعیان ثابت — عناصر کی وہ خود خلقت میں آیا

اَحد احمد کا برزخ بن گیا جب — محمدؐ کی وہ خود ہیئت میں آیا

جو نکلا تخم سے بن کر شجر خود ہوالظاہر ہوالباطن بجا ہے خودی کو اپنی گم کر کے سمجھ لو		گل و غنچہ کی وہ نکہت میں آیا کلام اللہ کی جو آیت میں آیا وہ ہمدم آپ کی الفت میں آیا
۲۳۷	جو ہے خواجہ معین الدین کا عاشق مُنیٔ چشت کی اُمت میں آیا	۱۱
جو ہُر ہُو مرے دل میں سمایا ہیولا روحی اور جسمی جو اٹھا مخارج اُس کے ہیں اعیاں ثابت ہوئے سبعہ صفات اس کے جو ظاہر لگی جب آگ اس کو عشق کی وہ دوائر اس کے اٹھائیس ہیں سب احد پیغمبر اپنا آپ بن کر جو ہے قربِ فرائض میں ہمیشہ		تو شخص اپنے ہی خود ظل میں سمایا وہ اپنی ہی مشاکل میں سمایا وہ خود اپنے مداخل میں سمایا وہ آپ اپنے شمائل میں سمایا ہوا و آب اور گل میں سمایا وہ اک ساری منازل میں سمایا خود احمد کے فضائل میں سمایا وہی قربِ نوافل میں سمایا
۲۳۸	ہوا عاشق کو جس دم عشق خواجہ معین الدین کی محفل میں سمایا	۱۱

جب کہ اللہ و ماسوا نہ رہا
غیر بیچوں و بے چرا نہ رہا

خود مسمیٰ میں گم ہوئے اسما
بندۂ و رب کا تذکرہ نہ رہا

شخص میں عکس ہوگیا فانی
ذرّہ ظلمت میں مہر کا نہ رہا

غیب سے آتی ہے جرس کی صدا
عین منزل میں قافلہ نہ رہا

محو اعیاں ثابتہ سب ہیں
تخم میں نخل کا پتا نہ رہا

غیب تنزیہہ میں ہوئی تشبیہہ
روبرو اپنے آئینا نہ رہا

قطرہ دریا میں مل گیا جاکر
بحر کی تہہ میں بلبلا نہ رہا

لامکاں کی جو سیر ہے حاصل
اشتیاق جہاں نما نہ رہا

ذات میں ہو کی مٹکے دیکھا ہے
دل میں تو کا وسوسا نہ رہا

رنگ سے پاک قلب مطلق ہے
جس میں کچھ ذکر مصقلا نہ رہا

۲۳۹	عاشق خواجہ معین الدین ایک دم ذات سے جدا نہ رہا	۱۹

سوتے ہوئے انسان کو جگانا نہیں اچھا
مجبور کو مختار بنانا نہیں اچھا

نادان بگڑ جاتے ہیں اکسوی پر آکر
توحید کا ہر ایک کو سکھانا نہیں اچھا

مخمور جو اک گھونٹ پہ ہو جاتے ہیں دم میں
عرفان کی شراب اُن کو پلانا نہیں اچھا

جو شکل ہدایت ہے وہ روئے مذلت
ہر اک کو طرف حق کے بلانا نہیں اچھا

جن کے نہیں کانوں میں صدا تار نفس کی
اِس دم کا ستار ان کو سنانا نہیں اچھا

جس بزم میں کچھ ذات و صفت ہی کی نہیں بوجھ
زنہار وہاں عشق کا گانا نہیں اچھا

پھرتا ہے بھٹکتا ہوا جو شخص کے گھر گھر
ہر جائی کا اک جائے پر آنا نہیں اچھا

ہے مرد کی پتلی کی مذکر کی شباہت
دیکھ آنکھ مونث سے لڑانا نہیں اچھا

آ بتکدہ میں کفر کے تو کعبہ سے اے شیخ
اک جا پہ ترا خاص ٹھکانا نہیں اچھا

ظاہر میں مشیخت ہے تو باطن میں فضیحت
اس وضع سے عالم کو ٹھگانا نہیں اچھا

ہم جوگ اٹھائے ہیں یہ کمبخت ہے دنیا
مردار سے بس دل کا لگانا نہیں اچھا

جو خط کہ ہے مطلق کو مقید کو وہ کب ہے
دنیا میں پھر اپنے کو پھسانا نہیں اچھا

رکھ دل کے خزانہ کو ہمیشہ تو مُقفل
ہر جائے پہ نعمت کا لٹانا نہیں اچھا

غفلت میں پڑا ہے جو تو لذت میں جہاں کی
یوں عمر کو اب مفت گنوانا نہیں اچھا

یہ وقت نہ کھو ہاتھ سے اس بات کو رکھ یاد
دنیا کی بلا سر پہ اٹھانا نہیں اچھا

جب تک ہے لہو جوش پہ تب تک ہے تعشق
اس آتش الفت کو بجھانا نہیں اچھا

پیران طریقت کی روش صاف ہے ان کی
غیبت میں عبث لب کا ہلانا نہیں اچھا

ہر آن میں یہ وجد میں رہتے ہیں خبر دار
عُشاق کو ہر وقت ستانا نہیں اچھا

۲۴۰	خواجہ کی قسم چشت کی یہ آگ ہے جان سوز عاشق کے کبھی دل کو جلانا نہیں اچھا	۱۲

معین الدین حسن ہے پیر اپنا
میاں جان و تن ہے پیر اپنا

لقب ہے خواجہ اعظم اسی کا	چراغ انجمن ہے پیر اپنا
سیادت میں نظیر اس کا نہیں ہے	وجود پنجتن ہے پیر اپنا
ولی سب ہند کے ہیں اس کے تابع	شہنشاہ دکن ہے پیر اپنا
اٹھیں مردے نہ کیوں ٹھوکر سے اس کی	مسیحائے زمن ہے پیر اپنا
وجودی ہے تمام ارشاد اس کا	عجب جادو سخن ہے پیر اپنا
گلستان چشت کا وہ ہند میں ہے	طریقت کا چمن ہے پیر اپنا
حبیب اللہ یہہ ہے سب اولیا میں	محب ذوالمنن ہے پیر اپنا
منور اس کے چہرے سے ہے خورشید	مہ چرخ کہن ہے پیر اپنا
یہ اس کی شان میں کہتے ہیں ہندو	کہ شکل برہمن ہے پیر اپنا
نہیں توحید میں صورت پرستی	شبیہہ بت شکن ہے پیر اپنا

۲۴۱	معین الدین کا عاشق جانتا ہے کہ وہ خواجہ حسن ہے پیر اپنا	۱۳

جو زہرائے گوندھا ہے خواجہ کا سہرا	فرشتہ یہ لایا ہے خواجہ کا سہرا
ہے رضوانِ فردوس کے سر پہ کشتی	چلو لیکر اچھا ہے خواجہ کا سہرا
ہیں گلزار جنت کے سب پھول اس میں	جو حوروں نے بھیجا ہے خواجہ کا سہرا
مہک اس کی ہے مشک عنبر سے بڑھکر	یہ خوشبو ہے تازا ہے خواجہ کا سہرا

دماغ اپنا ہے اس کی بُو سے معطر
درود اس کے ہمراہ پڑھتے چلو سب
اِسے گوندھتے ہیں جو ہر اک چھٹی میں
رکھو اس کو آنکھوں پہ کہتی ہے نرگس
ترانہ یہ ہے بلبلوں کا چمن میں ہے
زبان سے یہ اظہار کرتی ہے سوسن
گلاب اور چنبیلی میں ڈوبا ہوا ہے
نظامؔ و نصیرؔ اور قطبؔ و فریدؔ اب

زمانہ میں یکتا ہے خواجہ کا سہرا
کہ باغ نبی کا ہے خواجہ کا سہرا
مبارک یہ زیبا ہے خواجہ کا سہرا
مرا نور دیدا ہے خواجہ کا سہرا
یہ اچھا شگفتا ہے خواجہ کا سہرا
سزاوار بو سا ہے خواجہ کا سہرا
معطر سراپا ہے خواجہ کا سہرا
یہ کہتے ہیں پیارا ہے خواجہ کا سہرا

۲۴۲	شہنشاہ اجمیر کا ہے جو عاشقؔ یہ اس نے بنایا ہے خواجہ کا سہرا	۱۹

بھید سے اپنے تو لے یار خبردار نہیں
اپنی دالسنت کی خواہش تجھے زنہار نہیں
من عرف پڑھکے ذرا اُس کا سمجھ لے مطلب
نفس کی لپنے سمجھ مشکل و دشوار نہیں
پیر کامل کا لگا عشق سے فی الفور سراغ
حضرت شیخ سا عشاق میں مکار نہیں

کون تھا کیا تو ہوا
ایسی غفلت ہے یہ کیا
ہے اگر رب کی طلب
سہل ہے یار تو آیا
تجھ کو حاصل ہو فراغ
پاس تو اس کے نہ جا

ذکر اور شغل و توجہ میں نہ کر عمر بسر
وصل کو کشف لطائف سے سروکار نہیں
ایک ساعت میں ہوئی نعمت حق ہمکو نصیب
اس کا اس عصر میں کچھ دل سے طلبگار نہیں
آج کل وعظ و نصیحت میں ہیں سب پیر و مرید
وصل دلبر کی کسی بزم میں گفتار نہیں
ہر کوئی کہتا ہے پیر اپنا بڑا ہے سب سے
جد فروشی کے سوا اس کا تو بازار نہیں
طالب حق کی طرف کرتا ہوں حسرت سے نظر
وصلت یار کے اب کچھ ادھر آثار نہیں
پاس عاشق کے ذرا جلد یہ پہنچا دو پیام
شاہ اجمیر سا اب کوئی ترا یار نہیں

تجھ کو ہے ہوش اگر
سن لے تو میرا کہا
لطف ہے اس میں عجیب
اب کوئی مرد خدا
یہ طریقہ ہے جدید
یہ زمانہ ہے نیا
یہ تعجب ہے مجھے
چوک اپنا ہے جدا
یہ پھنسا جا کے کدھر
ہجر ہے اس کو سدا
کہہ کے تم میرا اسلام
عشق تیرا ہے بھلا

۲۴۳

پیش حق است زمانۂ ما
بشنو سر نہانۂ ما
خلوت گاہم بہ لامکانست
در سلب صفات نیست وحدت
گر سامعہ خالص است بشنو

نے در بندہ فنانۂ ما
نے نے مطلق نشانۂ ما
غیب الغیب است خانۂ ما
گم شو گم شو یگانۂ ما
بے کام و زبان ترانۂ ما

۹

	بت را گفتن خدا درست است	در مذہب کافرانۂ ما
	شیخ و زاہد چہ خاک داند	راز قلندرانۂ ما
	ہر دم کردم عبادت خود	واحد گشتہ دوگانۂ ما

۲۴۴	من عاشق معین الدین ام ہست اجمیری آستانۂ ما	۹

ہیں میرے درد کے درمان معین الدین چشتی آپ	کریں مشکل مری آسان معین الدین چشتی آپ
گدا ہوں آپ کے در کا یہی مشہور ہے شاہا	رکھیں مجھ پر نظر ہر آن معین الدین چشتی آپ
پہنچ ہے آپ تک میری مطوّف ہوں میں اجمیری	مجھے اپنا کریں دربان معین الدین چشتی آپ
کسی کا ہو نہ میں عاجز نہ ایسا کیجیئے ہرگز	دیں اپنا ہاتھ میں دامان معین الدین چشتی آپ
لقب ہندالولی جو ہے عطا اے خواجۂ اعظم	ہیں شاہ ملک ہندوستان معین الدین چشتی آپ
مٹا کر اپنی ہستی کو فنا حق میں ہوئے جو آپ	بنے ہیں مظہر یزدان معین الدین چشتی آپ
تمہارے اسم اعظم کا ہمیشہ ورد رہتا ہے	ہیں میرے ورد قلب و جان معین الدین چشتی آپ
جبیں پر آپ کے حضرت جو ہے ہذا حبیب اللہ	ہیں عشق خالق سبحان معین الدین چشتی آپ

۲۴۵	جہاں کی چھوڑ دی خدمت تمہارے عشق میں حضرت ہوئے عاشق کے جب خواہان معین الدین چشتی آپ	۲۲

ذکر ہر یک دودمانے دیگراست فکر ہر یک رمزدانے دیگراست

کئے خدا حاصل شود اندر خودی بیخودی سِرّ نہانے دیگراست

کئے رسد ہر یک بسِرّ ذات ہو ایں بعرفان چیتانے دیگراست

از ملا برجستہ ام اندر خلا بہر سیرم لامکانے دیگراست

خود بخود آمد خدا اندر جہاں عشق ذاتش راتوانے دیگراست

ہست در توحید یکساں عبد و رب شیخ را ناحق گمانے دیگراست

من شدم از ذات پیدا بہر خویش فی الحقیقت خاندانے دیگراست

کُنتُ کُنزاً مخفیاً را خواندہ ام در محبت داستانے دیگراست

واعظ ناداں چہ داند ایں حدیث من رَآنی را بیانے دیگراست

بشنوم ہر یک نفس آواز غیب در دلم شور و فنانے دیگراست

منکشف گردید بر من سِرّ غیب اندرون جسم جانے دیگراست

من بہ چشم ظاہری خود دیدہ ام کاندریں عالم جہانے دیگراست

دار چوں منصور دارم بہر خویش در انا الحق امتحانے دیگراست

یافتم از گنج وحدت تحفہ در دلم ایں ارمغانے دیگراست

در تجدّد ہست امثال خدا شکل حق در ہر زمانے دیگراست

اِسم و جسم در مسمیٰ گم شدہ نفس را ایں عز و شانے دیگراست

خط وحدت راز مَن دانستہ ام قاب قوسین آسمانے دیگراست

طائر جان در تن من تا کجا مرغ دل را آشیانے دیگراست

شیخ را حاصل بناشد طوف قلب — کعبۂ دل آستانۂ دیگراست
مضغۂ دل در سراغش کئے رسد — قلب مطلق رانشانے دیگراست
اے خریداران بازار خدا — در رہ چشت ایں دکانے دیگراست

۲۴۶	خواجۂ اعظم چو بشنید ایں سخن گفت عاشق رازبانے دیگراست	۱۵

کرتا ہوں میں زیارت خواجہ علی الصباح — آتی نظر ہے صورت خواجہ علی الصباح
اُس کے ہی آستان پہ رگڑتا ہوں میں جبیں — ہوتی ہے مجھ سے طاعت خواجہ علی الصباح
ہر صبح چومتا ہے کف پا کو اس کے مہر — والشمس ہے جلالت خواجہ علی الصباح
ہر اک سحر سلام میں اقطاب وغوث کو — ہوتی ہے خوب رویت خواجہ علی الصباح
کھلتے ہیں پھول رات کو روضہ میں شاہ کے — آتی ہے صاف نکہت خواجہ علی الصباح
گنبد پہ ہر سحر جو نکلتی ہے مشتری — دیکھا ہے نور طلعت خواجہ علی الصباح
جو صوت بے صدا ہے وہ ہوتی ہے گوش زد — سنتا ہوں دل سے نوبت خواجہ علی الصباح
ہر صبح دم درود کا ہوتا ہے ختم وہاں — صلی علیٰ ہے حرمت خواجہ علی الصباح
پابوس ہوتی ہے جو حنا اُس کی رات کو — پاتی ہے خود میں زینت خواجہ علی الصباح
گنبد میں اُس کے شب کو ملائک اُترتے ہیں — ہوتی ہے اُن پہ رحمت خواجہ علی الصباح
مقبول شاہ جس کی دعا شب میں ہوتی ہے — ہے اُس کو یہ بشارت خواجہ علی الصباح

روضہ میں شب کو رہنے کی کس کی مجال ہے
کھلتا ہے باب شوکت خواجہ علی الصباح

ہر ایک رات وہاں کی ہے رشک شب برات
رہتی ہے مجھ سے قربت خواجہ علی الصباح

حق سرّہ ہو جو بولتی ہے قمری چمن
سنتے ہیں نغمۂ حضرت خواجہ علی الصباح

۲۴۷	موزوں ہوئی طبیعت عاشق جو صبح دم لکھی ہے اس نے مدحت خواجہ علی الصباح	۳۴

نظارے ہیں خلوت کے جلوت کے بعد
نمائش ہے کثرت کی وحدت کے بعد

مری ذات ہے وحدہٗ لاشریک
یہ ظاہر ہوا حق کی رویت کے بعد

ہوا من عرف آج حاصل مجھے
خدا مل گیا مجھ کو مدت کے بعد

ملا مجھ سے وہ ہیں جدا اس سے ہوں
عداوت ہوئی ہے محبت کے بعد

جدا عبد و رب سے ہے میرا وجود
یہ عقدہ کھلا جامعیت کے بعد

شب و روز اپنی ہے مجھ کو تلاش
ملوں گا خدا سے میں فرصت کے بعد

چھپیں پتلیاں پردۂ غیب میں
مندی ہیں میری آنکھیں بصیرت کے بعد

طلاطم پر اپنا ہے دریائے چشم
در اشک غلطاں ہیں رقت کے بعد

ہے اللہ اسم صفات و کمال
نہیں ذات لفظ و اضافت کے بعد

ہے کون اپنا مسجود زاہد سمجھ
نہ کچھ سہو نکلے عبادت کے بعد

مسلمان کہنے سے ہے مجھ کو ننگ
بنا ہوں میں کافر ضلالت کے بعد

صنم کی پرستش سے حق مل گیا / ہوں سجدے میں بت کی ہدایت کے بعد

ہے طنبورۂ سر میں کس کی صدا / یہ بہرے سے کہدو سماعت کے بعد

شریعت طریقت رہ معرفت / رہے گی نہ مطلق حقیقت کے بعد

رہے واحدیّت نہ وحدت کبھی / کہ سب غیب ہے یہاں ہویت کے بعد

نشان خدا ہے نہ بندہ کا نام / تحیّر کا عالم ہے خلقت کے بعد

طلسمات عالم ہے خواب وخیال / سمجھ میں نہ آئے گا غفلت کے بعد

فنا ہوگی تشبیہہ تنزیہہ میں / یہ صورت رہے گی نہ رحلت کے بعد

خبردار ہو شیخ صاحب ذرا / نہ جنت ملے گی قیامت کے بعد

جہاں صورت علم کی ہے شبیہہ / یہ عالم بنا کب ہے صنعت کے بعد

نمودار ہے شخص کا عکس خود / نہ دکھلائی دے سایہ قامت کے بعد

ہوا منکشف سر یہ معراج میں / محمدؐ نبی پر رسالت کے بعد

یہ راز نہاں لطف محمود سے / ملا مجھ کو شاہ ولایت کے بعد

جو تیار ہوتے ہیں مٹی کے ظروف / ہر ایک کوزہ گر کی ارادت کے بعد

نہ کیوں مختلف اسم ہوں خاک کے / کہ تفصیل وحدت ہے کثرت کے بعد

میں ہمدم ہوں منصور حلاج کا / مجھے پھانسی دو اک دو ساعت کے بعد

اتارو نہ مجھ کو کبھی دار سے / تنزل مرا ہوگا رفعت کے بعد

سخن ہیں مرے سب یہ توحید کے / زباں پر رہیں گے کتابت کے بعد

فنا کس طرح سے ہوں اللہ بس / نہیں کچھ تعین نبوت کے بعد

ہے ادنیٰ بہت مرتبہ شیخ کا	یہ ظاہر ہوا ہے مشیخت کے بعد
تنزل پر آتی ہے کب محویت	اس اپنی تعرج کی نوبت کے بعد
فقیری مری کب ہے افلاس کی	بنا بانوا میں فراغت کے بعد
رہے ظاہر و باطن اک حال پر	نہ تعریف کیجئے شکایت کے بعد

۲۴۸	غزل عاشق پیر اجمیر کی ستو پاک باز و طہارت کے بعد	۱۱

حقیقت میں سب کا خدا ہے محمدؐ	نہیں ہے یہ بندہ خدا ہے محمدؐ
ہے صورت میں احمد کی پیدا احد خود	یہی اک ہمارا خدا ہے محمدؐ
صفات اور اسماءِ حسنیٰ کا مظہر	ہوا جو ہویدا خدا ہے محمدؐ
نہاں ہو کے ممکن میں نکلا ہے واجب	خلایق میں اپنا خدا ہے محمدؐ
ہیں آنکھیں مری من رآنی پہ ہر دم	کہ بے شبہہ میرا خدا ہے محمدؐ
ہے اس جسم بے سایہ کا وصف لب پہ	یہ کہتے ہیں دانا خدا ہے محمدؐ
جب اللہ میں بندہ ہے بندہ میں اللہ	کہیں تم سے ہم کیا خدا ہے محمدؐ
جب آئی ہے تنزیہہ تشبیہہ بن کر	بجا ہے جو بولا خدا ہے محمدؐ
نشان بے نشان کا ہوا ہے جو ظاہر	ہے مشہور ہر جا خدا ہے محمدؐ
انا عبد پر میم کو کھینچ واعظ	ہے سچ یہ مقولا خدا ہے محمدؐ

۲۴۹	اگر عاشق شاہ اجمیر ہو تم پڑھے جاؤ کلمہ خدا ہے محمدؐ	۱۷

ہے خدا کی خاص طاعت خواجۂ اعظم کی یاد
بندگی میں پیر کی سر کو جھکا کر دیکھئے
جو نماز باطنی ہے اس میں ہے دل کو لگاؤ
فکر میں اس کی مرے مسلوب ہوتے ہیں حواس
دھیان میں اس کے گذرتا ہے مرا ہر اک نفس
ہے تصور میری آنکھوں کو جو اس کا اس لئے
پیر میں ہو کر فنا دیکھا محمدؐ کا وجود
ایک لحظہ بھی جدا مجھ سے یہ ہو سکتی نہیں
نقشۂ اجمیر اقدس آنکھ کے پردے میں ہے
رات دن دل میں بندھا رہتا ہے اس کا ہی خیال
لامکاں میں ہے مکیں عقل و فراست اب مری
ہے جو غیب الغیب میں ہر دم مرا ذہن رسا
راگ کی محفل میں ہو جاتی ہے رقت جو مجھے
عرش سے تا فرش جو ہے میں نے دیکھا ہے اسے
چھوڑ کر ورد وظائف پیر کا رکھو خیال

عاشقوں کی ہے عبادت خواجۂ اعظم کی یاد
لاکھ رکعت کی ہے صورت خواجۂ اعظم کی یاد
دیتی ہے کب دم کی مہلت خواجۂ اعظم کی یاد
ہے مجھے ہر دم کی وصلت خواجۂ اعظم کی یاد
بخشتی ہے دل کو فرحت خواجۂ اعظم کی یاد
ہو گئی ہے شکل قربت خواجۂ اعظم کی یاد
بن گئی سِرِّ نبوت خواجۂ اعظم کی یاد
دل سے رکھتی ہے محبت خواجۂ اعظم کی یاد
ہے مرا نور بصارت خواجۂ اعظم کی یاد
دور کر دیتی ہے غفلت خواجۂ اعظم کی یاد
ہو گئی ہے بام رفعت خواجۂ اعظم کی یاد
وہاں بنی ہے خود ہویت خواجۂ اعظم کی یاد
خود ہی بن جاتی ہے حالت خواجۂ اعظم کی یاد
بن گئی ہے چشم رویت خواجۂ اعظم کی یاد
رکھتی ہے سب پر فضیلت خواجۂ اعظم کی یاد

ذکر اور شغل زبان و دل سے کب ہو معرفت		کھول دیتی ہے حقیقت خواجۂ اعظم کی یاد
۲۵۰	فکر میں معشوق کی عاشق جو رہتا ہے مدام وصل کی رکھتی ہے نعمت خواجۂ اعظم کی یاد	۳۱

ہُوِیت کا جو ہے نقشہ شہ اجمیر کا تعویذ	طلسم غیب ہے اچھا شہ اجمیر کا تعویذ
گلے میں نقش ہے جب سے ہیں گم سبعہ صفات اپنے	ہے نادر ذات مطلق کا شہ اجمیر کا تعویذ
چڑھا ہوں فرش سے دم میں عرش معلیٰ پر	کہ اک معراج ہے بالا شہ اجمیر کا تعویذ
پڑا ہوں صرحیرت میں نہ وہاں خلوت نہ جلوت ہے	نہیں معلوم ہے یہ کیا شہ اجمیر کا تعویذ
ثلاثی میں ہے لاربّ رباعی میں ولا عبد	عجب ہے نادر و یکتا شہ اجمیر کا تعویذ
ہے آلآن کما کان سراسر مندرج اس میں	نہ بڑھتا ہے نہ ہے گھٹتا شہ اجمیر کا تعویذ
تمام آسیب و جادو کو جلا دیتا ہے دم بھر میں	کہ ہے اک نور کا بکا شہ اجمیر کا تعویذ
نہ ناری ہے نہ بادی ہے نہ آبی ہے نہ خاکی ہے	جو ہے تنزیہہ میں اخفا شہ اجمیر کا تعویذ
سراسر سّرِ مطلق ہے یہ کب گنڈا پلیتا ہے	ہے صرف اک راز سربستا شہ اجمیر کا تعویذ
اسے دھوکر جو پیتا ہے وہ مخلص حق کا بنتا ہے	کہ ہے اخلاص کا سورۃ شہ اجمیر کا تعویذ
طلسم اسم اعظم ہے نہ دکھلاؤ سیانے کو	بنا دیتا ہے دیوانا شہ اجمیر کا تعویذ
کہاں غوث گوالیری عمل کر سکتی ہیں دل کے	ہے اپنا صفحہ سینا شہ اجمیر کا تعویذ
جو گھر ہے پانچواں اس میں عدد گیارہ کا مخفی ہے	بقا کا بن گیا خانا شہ اجمیر کا تعویذ

۸۸

ہیں اٹھیاسی عدد اس میں بڑا ہے نقش یہ سب سے
ہے حرز جاں یہ در پردہ شہ اجمیر کا تعویذ

جو ہے اقلیم ہندوستاں میں نقش اک اسکی الحب کا
مسلمانوں کے ہاتھ آیا شہ اجمیر کا تعویذ

خدائی کو نظر کر لو گھڑی بھر اس کو رکھ کر تم
ہے علم حق کا آئینا شہ اجمیر کا تعویذ

سپہر عظمت و رفعت ہے اُن کا گنبد عالی
کہ ہے خورشید کا جلوا شہ اجمیر کا تعویذ

کیڑا روضۂ اقدس کا ہے یا نور کا ہالہ
بنا ہے بدر کا چہرہ شہ اجمیر کا تعویذ

اُسے آنکھوں میں رکھکر تم محمدؐ کو نظر کر لو
کہ ہے یسین اور طٰہٰ شہ اجمیر کا تعویذ

تماشا گنج مخفی کا عیاں ہوتا ہے سب اس سے
وجود حق سے ہے پیدا شہ اجمیر کا تعویذ

عجب تسخیر ہے اس کی ہے معشوق اسکا دل رام
کہ ہے خود شاہد رعنا شہ اجمیر کا تعویذ

طبیب عشق دیکھے گا ابھی سینہ کو شق کر کے
ہے اپنے دل کا ملفوفا شہ اجمیر کا تعویذ

زبان پر میری ہر ساعت معین الدین کا ہے نقش
دہن کا اپنے ہے نغما شہ اجمیر کا تعویذ

جو مظہر ہے عجائب کا علی کا اِسم ہے اس میں
ہے مطلق طالب المولیٰ شہ اجمیر کا تعویذ

جو ہے یہ لوح محفوظ اک تمام اسمائے حسنیٰ کی
مسمّیٰ کا ہے گنجینا شہ اجمیر کا تعویذ

محبت کے مریضوں پر اثر کرتا ہے یہ اپنا
ہے مطلق عشق کا جویا شہ اجمیر کا تعویذ

محافظ اس کی ہیں جبرئیل اُنہیں سے مانگتے ہیں سب
ہے سدرہ کا ہر اک پتّا شہ اجمیر کا تعویذ

لحد پر عشق کے مردے کے رکھدو نقش یہ لکھ کر
مسیحا کا ہے خود زیبا شہ اجمیر کا تعویذ

ہے مضطر قلب تو رکھو ذرا سینہ پہ اسکو تم
سکون دل کا ہے چارا شہ اجمیر کا تعویذ

رکھیں گے چیر کر دل کو جو صاحب دل ہیں خواجہ کے
کہ ہے یہ جاں سے پیارا شہ اجمیر کا تعویذ

۲۵۱	جو ہے نقش کف پائے معین الدین آ عاشق ہوا نورِ جبیں اپنا شہ اجمیر کا تعویذ	۱۲

سّر بیچوں و بیچرا ہے اور	بے نشان ذات کبریا ہے اور
صفت ذات بندہ و رب ہے	رخ مسمیٰ و اسم کا ہے اور
متحد کب ہے واجب و ممکن	ذات اللہ و مصطفیٰ ہے اور
ظلِ تنزیہہ میں جو ہے تشبیہہ	شخص اور عکس آئینا ہے اور
چار عنصر یہ ہے احاطۂ ذات	نار و آب و گِل و ہوا ہے اور
موج و گرداب و قطرۂ دریا	صدف اور دّرِ بے بہا ہے اور
اتحاد و حلول وحدت میں	پاک بازوں کا مسئلا ہے اور
ہیں جو اسرار ظاہر و باطن	ہے خلا اور ہی ملا ہے اور
سامعہ گوش دل سے کہتا ہے	ہے جو بے صوت وہ صدا ہے اور
خود وجود اور عدم کے منزل کی	ابتدا اور انتہا ہے اور
وصل میں محوّیت جو ہوتی ہے	پہلے مرنے کی یہ قضا ہے اور

۲۵۲	عاشق خواجہ معین الدین چشتیوں میں یہ بانوا ہے اور	۱۸

عشاق غم گسار ہیں خواجہ کے آس پاس	خاصانِ کرد گار ہیں خواجہ کے آس پاس

قطب و فرید شاہ نظام و نصیر دین — اچھے یہ چار یار ہیں خواجہ کے آس پاس

اطراف ماہتاب کے تارے ہوں جس طرح — سب ایسے جاں نثار ہیں خواجہ کے آس پاس

اجمیر چل کے دیکھئے روضہ میں پیر کے — گلہائے نوبہار ہیں خواجہ کے آس پاس

قطب اور غوث باندھ کے حلقہ جو بیٹھے ہیں — پیرانِ باوقار ہیں خواجہ کے آس پاس

دربار اولیا میں جو ہیں جلوہ گر حضور — خدام و اہل کار ہیں خواجہ کے آس پاس

ہوں جس طرح سے شمع پہ پروانہ اُس طرح — سب شب کے رازدار ہیں خواجہ کے آس پاس

خوانِ کرم سے اُس کے جو نعمت کی ہے عطا — موجود ریزہ خوار ہیں خواجہ کے آس پاس

گنبد کے جو طواف میں مصروف ہیں مدام — باچشم اشکبار ہیں خواجہ کے آس پاس

کفار ہند کے جو مسلمان ہو گئے — دیندار بے شمار ہیں خواجہ کے آس پاس

گنبد کے گرد اور جو ہیں کشتگان یار — سب صاحب مزار ہیں خواجہ کے آس پاس

جو چاہتے ہیں وصل سے تسکین اُن کے دل — بجلی سے بیقرار ہیں خواجہ کے آس پاس

کب ہیں پیادے ہم یہ سلطان ملک ہند — سب چشت کے سوار ہیں خواجہ کے آس پاس

موتی ہیں نصب روضہ کی جالی میں ہر طرف — سب دُرّ شاہوار ہیں خواجہ کے آس پاس

محبوب ایک کب ہے حبیب خدا کے ساتھ — معشوق سو ہزار ہیں خواجہ کے آس پاس

گنبد جو اس کا ہند کا کعبہ بنا ہے آج — مکّے کے سب مینار ہیں خواجہ کے آس پاس

تقسیم وہاں پہ ہوتا ہے شربت جو دودھ کا — انسان و مور و مار ہیں خواجہ کے آس پاس

۲۵۳	کہدو یہ میرے شوخ سے اغیار یہاں نہیں عاشق کے دوست دار ہیں خواجہ کے آس پاس	۱۷

سرِّ ہو را آشکارا دیدہ ام — آشکارا سرِّ ہو را دیدہ ام

من خدا را با سراپا دیدہ ام — با سراپا من خدا را دیدہ ام

عبدِ رب از عشق ذاتش شد عیاں — قطرۂ موج آب دریا دیدہ ام

گشت واجب جلوہ گر در ممکنات — من مسمیٰ را در اسما دیدہ ام

از مکانم لامکان آمد نظر — قصر خود بر عرش اعلا دیدہ ام

عکس شخص افتا داندر آئینہ — روئے حق را من ہویدا دیدہ ام

شان اللہ و محمد شد یکے — من بہ وحدت این تماشا دیدہ ام

گم شدم چون در وصال خویشتن — من طلسم حیرت افزا دیدہ ام

چون نگویم من انا الحق خویش را — بندہ را در روئے مولیٰ دیدہ ام

ذات او شد جلوہ گر اندر صفات — من درونِ لفظ معنیٰ دیدہ ام

ہست ذاتم لاشریک وحدہٗ — از صفت خود را مبرا دیدہ ام

عشق در تشبیہ تنزیہ آمدہ — اندرونش حُسن پیدا دیدہ ام

من بفحوائے کلام تبصرون — ذات را فی نفس تنہا دیدہ ام

من شنیدم آیہ حبل الورید — نحنُ اقرب را معما دیدہ ام

من زبان حضرت جبریل را — با کلام اللہ گویا دیدہ ام

خیر و شر اوصاف ذات مطلق است — من صفت را زان مصفا دیدہ ام

۲۵۴

عاشق خواجہ معین الدین ترا
در وجود حق تعالیٰ دیدہ ام

۱۳

خدا کی ذات کا جلوہ ہے اپنا خواجۂ اعظم
وجود حضرت مولیٰ ہے اپنا خواجۂ اعظم

جبین پاک پر اُس کی حبیب اللہ لکھا تھا
نبی کا نور بے سایہ ہے اپنا خواجۂ اعظم

نبیٔ ہند ہے ظاہر لقب جس کا کہ عالم میں
سراپا جسم احمد کا ہے اپنا خواجۂ اعظم

سطوف اُس کی گنبد کا ہمیشہ کعبۃ اللہ ہے
خدا کے عرش کا پایا ہے اپنا خواجۂ اعظم

خدائی اُس کو حاصل ہے نہ پوچھو اُسکی عظمت کو
ولی اللہ کا چہرا ہے اپنا خواجۂ اعظم

جناب خواجہ عثمان کی نعمت ہے اُسے حاصل
علی کا خاص سرمایا ہے اپنا خواجۂ اعظم

کلام قُم باذنی سے جلا مردے خود اُس نے
یہ اپنے وقت کا عیسیٰ ہے اپنا خواجۂ اعظم

جہاں کے اولیا سارے ہوے ہیں مستفیض اس سے
فرید و قطب کا آقا ہے اپنا خواجۂ اعظم

نصیر الدین و محبوب الٰہی کا یہ دورہ ہے
یہی ارشاد فرماتا ہے اپنا خواجۂ اعظم

ہیں ہر دم غوث اور ابدال و اوتاد اُسکی سب تابع
دکن کا آج سرکردا ہے اپنا خواجۂ اعظم

ہے ساری ہند کی اقلیم اس کے پاک ملت میں
معین الدینؒ الدنیا ہے اپنا خواجۂ اعظم

ہر اک کی حکمرانی سرزمین پر اُسکی ہو کیونکر
کہ اپنے گھر کا شاہنشا ہے اپنا خواجۂ اعظم

۲۵۵	طرف اجمیر کے عاشق کا سر رہتا ہے سجدہ میں مقرر قبلہ و کعبہ ہے اپنا خواجۂ اعظم	۷

نظر غیب سے بیچوں کہاں جاؤں کدھر ڈھونڈوں
وہ ہے دالسنت کے مقروں کہاں جاؤں کدھر ڈھونڈوں

صدف خود احدیت کا ہے پردہ دریائی وحدت کے
ہے گم اس میں مکنوں کہاں جاؤں کدھر ڈھونڈوں

یم توحید میں آکر سمائے ایک ہونے کو
ملے کب بحر میں جیحوں کہاں جاؤں کدھر ڈھونڈوں

نظر آتی تجھ ہی میں ہے مجھے ہجدہ ہزار اب خلق
تو ہے پھر کون کیا سمجھوں کہاں جاؤں کدھر ڈھونڈوں

دوئی سے آکے وحدت میں دکھا دو تم کہ لیلیٰ سے
جدا ہرگز نہیں مجنوں کہاں جاؤں کدھر ڈھونڈوں

کہیں اجمال میں مخفی کہیں تفصیل میں ظاہر
ہے اسکی طرز گوناگوں کہاں جاؤں کدھر ڈھونڈوں

۲۵۶	معارف کی غزل لکھنے کو بس آے عاشق خواجہ مرے دل میں ہے خود مضمون کہاں جاؤں کدھر ڈھونڈوں	۱۳

احدیت سے دقیق اور معمّا ہی نہیں
منکشف بھید یہ ہر اک پہ ہوتا ہی نہیں

واحدیت پہ جو وحدت ہے وہاں بھی ہرگز
بجدا غیر خدا کچھ نظر آتا ہی نہیں

بند ہے میم کے حلقہ میں خدا اور بندہ
عقدہ قوسین کا بے علم کے کھلتا ہی نہیں

آکے خلوت میں ذرا دیکھئے گم ہو ہو کر
ایسا جلوت میں کہیں سیر و تماشا ہی نہیں

روبرو کس کے کہوں ہے جو حقیقت دل کی
کہ کوئی رمز مری جاننے والا ہی نہیں

من عرف پڑھ کے ذرا آپ کو پہچان لے تو
رہنا انجان ترا تجھ ہی کو اچھا ہی نہیں

کُنتُ کنزاً کو سمجھ پیر سے حاصل کر کچھ
عشق کو واعظ عالم سے علاقا ہی نہیں

کیا پڑھا کلمۂ طیب کو مسلمان بن کر
نفی اثبات ہے کچھ ہائے تو سمجھا ہی نہیں

ان تموتوا کی ریاضت میں رہیگا جو یہاں
لا یموتون سے سمجھ ہے کہ وہ مرتا ہی نہیں

اب بھلا کس کو سناؤں میں علی کی باتیں
کہ زمانے میں کوئی طالب مولیٰ ہی نہیں

صاحب حال جو ہے سمجھے نہ کیوں کر یہ قال شخص اور عکس کو اک سمجھے ہیں خود اہل وجود	وصل دلبر میں کسی بات کا پردا ہی نہیں پاک بازوں میں کسی طور کا جھگڑا ہی نہیں

۲۵۷	حضرت خواجہ چشتی بہشتی عاشق پیر یہ سب کا ہے کچھ ایک تمہارا ہی نہیں	۱۳

عشق کے مکتب میں جو آتا نہیں
من عرف اُس سے پڑھا جاتا نہیں

پیر سے جب تک نہ سمجھے وہ کبھی
بھید کو اللہ کے پاتا نہیں

ہوگیا گم جو کہ وصل ذات میں
وہ زبان پر اپنی کچھ لاتا نہیں

جسم اپنا جو مٹا دیتا ہے صاف
وہ نشان کچھ اپنا بتلاتا نہیں

لاتعین کا تصور ہے جسے
کالبد یہ پھر اُسے بھاتا نہیں

اسم اللہ کا مسمیٰ کون ہے
یہ کوئی کیوں ہم کو سمجھاتا نہیں

کثرت و وحدت کے جو ہے بام پر
کون ہے تو صاف فرماتا نہیں

سب کو ہے ارمان سمجھنے کا ترے
بھید تیرا کیوں تو دکھلاتا نہیں

ہے حقیقت موت کی نازک بہت
جو کہ سمجھا ہے وہ گھبراتا نہیں

لامکان میں جو کہ پڑھتا ہے نماز
سر کو وہ کعبہ میں ٹکراتا نہیں

مستعد ہے جو رضاء یار پر
وہ کبھی رنج اور غم کھاتا نہیں

۲۵۸	جو محب خواجۂ اعظم ہے وہ شعر عاشق کے سوا گاتا نہیں	۱۳

ہے یہ صُورِ علم کی جو صورت انسان
اصل صفت ذات ہے خود سیرت انسان

اللہ کی شباہت ہے بعینہ جو بشر کی
ہستی یہ خدا کی ہے یہی خلقت انسان

ملتے ہو خدا سے تو ابھی دیکھ لو مجھ کو
اللہ کا دیدار ہے خود وصلت انسان

احمد ہی کی صورت سے احد کا رخ روشن
بنتا نہیں برزخ کبھی بے شرکت انسان

نکلے ہیں اُسی سے جو یہ ہیں چار عناصر
اوپر سے چلی آتی ہے خود نسبت انسان

آدم کی حقیقت میں فنا ہو کے سمجھ لو
زنہار نہیں غیر خدا فطرت انسان

بندہ میں خدا میں نہیں کچھ فرق ذرا بھی
وحدت کی حقیقت میں ہے خود کثرت انسان

خود ہجر میں ہے دیدہ و دانستہ اپنی
وصلت سے جدا ہے یہ عبث غفلت انسان

دنیا کا وجود اس کا جو عقبیٰ میں عدم ہے
ہر دم یہ میرے سامنے ہے حیرت انسان

دل پاک و مصفا ہے مرا خوف و رجا سے
نقطہ سے ہے زحمت کے جدا رحمت انسان

جنت کی ہوس میں جو ہے یہ زاہد ناداں
ہے میری نظر میں یہ عبث حسرت انسان

توحید میں ہے عبد نہ معبود خلائق
مطلق نہیں خلوت میں کبھی جلوت انسان

۲۵۹	یہ خواجۂ اجمیر کے عاشق کا سخن ہے ہے صاحب عرفان کا خدا حضرت انسان	۱۱

تھا نہ اللہ اور محمدؐ حالت معراج میں
سب خدائی تھی مقید حالت معراج میں

نفس احمد کا بنا تھا آپ ہی شکل براق
وسعتِ رفرف تھی بعید حالت معراج میں

غیب جبریل امین کے ہو گئے تھے بال و پر
وحی کی تھی کچھ نہ آمد حالت معراج میں

تھا نہ کچھ زیر و زبر اور پیش کا مطلق خیال
صاف تھا حرف مُشدّد حالت معراج میں

شش جہت مفقود تھی جانا نہ آنا تھا کہیں
گم تھا سارا دل کا مقصد حالت معراج میں

عاشق و معشوق گم تھے کچھ نہ تھا وصل اور فراق
ہو گیا تھا عشق سب رد حالت معراج میں

تھے کہاں ہوش و حواس و عقل ادراک و گمان
تھی نہ فکر نیک اور بد حالت معراج میں

گم مسمیٰ میں تھا اسم اور تھی صفت خود سلب ذات
تھی ہُویّت صرف مفرد حالت معراج میں

غیب سے کانوں میں آتی تھی صدائے ذات خود
تھی کھلی آواز سرمد حالت معراج میں

سر ہے یہ سر پوش ہوتا کس طرح سے منکشف
لا تعیّن کی تھی اک سُد حالت معراج میں

۲۶۰	خواجۂ اعظم نے عاشق کو بتایا ہے یہ بھید اور ہی تھی شان احمد حالت معراج میں	۱۱

وصل مطلق میں خدا کی آرزو اچھی نہیں
ذات میں رہ کر صفت کی جستجو اچھی نہیں

باوضو نکلا ہے تو خود بحر سے تنزیہہ کے
ہر گھڑی تشبیہہ کی یہ شست و شو اچھی نہیں

جا نہ تو دیر و حرم میں لامکاں میں پڑھ نماز
بندگی کوئی صنم کی کو بکو اچھی نہیں

رکھ تو اپنی ذات کو اربع عناصر سے جدا
دمبدم آمد تری یہ چار سو اچھی نہیں

عکس فانی آئینہ خانہ میں آتا ہے نظر
سامنے آتی ہے کیوں اے شکل تو اچھی نہیں

رہ تصور میں تو دل کے روک کر اپنی زبان
من عرف کے باب میں کچھ گفتگو اچھی نہیں

ہے وہ آلآنَ کَمَا کَانَ مقدس ذاتِ بحت
عبد ورب کی مدح اس کے روبرو اچھی نہیں

بیخودی کی مئے پلاکر بزم میں توحید کی
ساقیا یعنی ہماری آبرو اچھی نہیں

چھوڑئیے باتیں دوئی کی رمز میری سمجھئے
شیخ صاحب آپ کی یہ طرز و خو اچھی نہیں

میں مسلمان تو ہے کافر میں ہوں ہادی تو مذل
یہ عبث تکرار مجھ سے اے عدو اچھی نہیں

۲۶۱

عاشق خواجہ معین الدین چشتی سے کہو
فکر دل کی تجھ کو ہر دم غیر ہو اچھی نہیں

۱۳

جو تن کو میں اے جان جان بیچتا ہوں
مرا بے نشان کو نشان بیچتا ہوں

ہے درپیش مجھ کو سفر لامکان کا
میں اپنا مجازی مکان بیچتا ہوں

مرا عزم ہے دائرے کے پرے اب
مٹا کر زمین آسماں بیچتا ہوں

مری بے خودی کی دکان میں ہے آمد
خودی کو میں اب جاودان بیچتا ہوں

وریٰ الوریٰ خاص تکیہ ہے میرا
میں رضواں کو دار جناں بیچتا ہوں

میں فی الفور دنیا سے ہوتا ہوں غائب
ابھی دم میں سارا جہاں بیچتا ہوں

صفات اور اسماء و افعال سارے
جو ہیں جسم کے درمیاں بیچتا ہوں

تعین مرا لاتعین میں گم ہے
نہ ارزاں نہ اس کو گراں بیچتا ہوں

جو ہے جنس لاشئے حقیقت میں اس کو
خدا سے بھی نبتی نہیں اُس کی قیمت
ہے بے صوت آواز سے ذوق مجھ کو
ہے صاحب دِل اُس کا خریدار دل سے

نہ یہاں بیچتا ہوں نہ وہاں بیچتا ہوں
ہُویّت کو اپنی کہاں بیچتا ہوں
یہ اپنا ہیں کام دو ہاں بیچتا ہوں
جو میں سر پنہاں عیاں بیچتا ہوں

۲۶۲	خریدار ہے شاہ اجمیر تیرا تجھے عاشق چشتیاں بیچتا ہوں	۱۳

نہ مجھے سیر زمین نہ آسمان کی آرزو
ہے نہ بغداد اور عراق اور اصفہاں کی آرزو
ہے نہ مجھ کو باغ کی اور بوستان کی آرزو
اس جہاں کی ہے ہوس اس جہاں کی آرزو
کچھ نہیں دل میں مرے قصرِ جناں کی آرزو
میری تربت کی علامت کچھ نہ ہو بعد فنا
ہے صدا بے صوت کی اس کا سنتا ہوں کلام
بات جب آتی ہے منھ میں بند ہوتی ہے زبان
ہے جہاں میرا گذر ہے اُس جگہ غایب خدا
جلد کہہ دو محتسب سے آج میں منصور ہوں

ہے ہمیشہ لامکان کے پاسباں کی آرزو
ہوں میں ہندو مجھ کو ہے ہندوستاں کی آرزو
گنبد خواجہ کے ہے صرف آستان کی آرزو
عبد و رب گم ہوں تو باقی ہو کہاں کی آرزو
جان مطلق میں فقط ہے لامکان کی آرزو
وصل میں رہتی ہے کب نام و نشان کی آرزو
لب رہیں بند اپنے ہے یہ جان جاں کی آرزو
آہ دل ہی میں رہی اُس کے بیان کی آرزو
کیوں نہ حق بین کو ہو اس سِرّ نہاں کی آرزو
دار پر ہے پھر انا کے امتحان کی آرزو

حور و غلماں کی ہوس میں جاں لاکھوں کی گئی	مل گئی سب خاک میں پیر و جواں کی آرزو
آتش عشق صنم کی ہے پرستش میں مدام	دیکھئے فی النار ہے پیر مغاں کی آرزو

۲۶۳	عاشق خواجہ معین الدین کا سن کر یہ سخن ہوگئی پوری گروہ چشتیاں کی آرزو	۱۱

سراپا ہے یہ اللہ کا ذرا دیکھو محمدؐ کو	یہی ہے ذات کا جلوہ ذرا دیکھو محمدؐ کو
جو بندہ ہے وہ ہے مولیٰ جو خالق ہے وہ ہے مخلوق	مصور خود بنا نقشا ذرا دیکھو محمدؐ کو
ہیں جس کے نود و نہ نام اس کا ہے یہی مظہر	ہے گنج العرش کا مایا ذرا دیکھو محمدؐ کو
کلام اللہ کو سمجھو زباں سے کس کی نکلا ہے	سنو جبریل کا کہنا ذرا دیکھو محمدؐ کو
تعشق سے خود اپنے ہی احد احمد بنا ہے یہاں	اٹھا کر میم کا پردا ذرا دیکھو محمدؐ کو
صفات ذات کا جامع عَلَم حق کا جو کہلایا	یہی ہے برزخ کبریٰ ذرا دیکھو محمدؐ کو
کہاں بے جسم ہے اسم انساں سے شان ہے پیدا	خدا کا خاص ہے چہرا ذرا دیکھو محمدؐ کو
بنا ہے رب جو کعبہ کا مدینہ میں وہی ہے عبد	ہے شان یثرب و بطحا ذرا دیکھو محمدؐ کو
نعلین آگے احمد کے نہیں ہے کچھ نظر کر لو	جو خواہاں حق کا ہے دیدا ذرا دیکھو محمدؐ کو
ہے ساری کائنات اس کی کہوں اس سے زیادہ کیا	تصور کر کے تم اچھا ذرا دیکھو محمدؐ کو

۲۶۴	معین الدین کے عاشق سے سمجھ لو بھید عرفاں کا اگر تم حق کے ہو جویا ذرا دیکھو محمدؐ کو	۹

ره پہ وحدت کی جو آتے ہیں اُنھیں آنے دو — جن کی رفتار ہے کثرت کی انھیں جانے دو

دل کے شیشے سے اُبلتی ہے شراب توحید — عاشقوں کی ہیں بھرے چشم کے پیمانے دو

روکتے کیوں ہو عبث میری زباں کو جبریل — نحنُ کی رمز مسلمانوں کو سمجھانے دو

اِسم اور جسم مرے عشق کے ہیں معنیٰ ولفظ — ہے جو پوشیدہ مسمیٰ اُسے دکھلانے دو

ذات بیچوں کا مرے دل پہ پڑا ہے سایہ — ہُو کا تعویذ مرے سینہ پہ لکھوانے دو

ہستی ان دونوں کی ہے جلوہ گر اک ذات سے خود — عبد و رب بن گئے ہیں کس لئے بیگانے دو

سنگ اسود ہے کہیں اور کہیں لات منات — گھر ہیں اللہ کے ہیں کس لئے بتخانے دو

کیوں رہا کرتے ہیں یہ جق جق و بق بق نہیں عبث — واعظ و شیخ نظر آتے ہیں دیوانے دو

۲۶۵	پردۂ چشت میں بیٹھا ہے جو چھپ کر معشوق عاشق خواجۂ اجمیر کو بتلانے دو	۱۷

اپنے میں دکھاتا ہے جو اللہ کا جلوہ
موجود ہو ان کے محمدؐ کا سراپا
تنزیہہ سے تشبیہہ میں پہنچا ہے جو آکر
کہلاتا ہے مخلوق جہاں میں وہی بندا
موج اور حباب آپ ہی بنتا ہے جو صاف آب
وحدت کے احاطہ میں نظر آتا ہے دریا

اجمیر کا خواجہ
اجمیر کا خواجہ
وہ سِرّ مُطہر
اجمیر کا خواجہ
کثرت میں ہے گرداب
اجمیر کا خواجہ

جو کچھ ہے یہ ہے اس کا نہیں کوئی بھی ہمسر — یہ اپنا ہے رہبر
لاثانی و بے مثل ہے اور ارفع و اعلا — اجمیر کا خواجہ

جو ذات خدا کی ہے محمدؐ کی صفت میں — سب غور سے سمجھیں
احمد کی حقیقت ہی کا مطلق ہے نظارا — اجمیر کا خواجہ

ہند اور دکن میں ہے فقط اس کا ہی فیضان — یہ اپنا ہے ایمان
پیغام بر ہند ہے یہ پیر ہمارا — اجمیر کا خواجہ

بطحا کو طواف اُس کے جو گنبد کا ہے حاصل — یہ کہتے ہیں کامل
ہند اور دکن میں ہے یہی قبلہ و کعبہ — اجمیر کا خواجہ

ہند اور دکن اس کی ولایت سے ہے آباد — ہے سلسلہ ایجاد
عالم میں رواں کر گیا خود اپنا طریقہ — اجمیر کا خواجہ

یہ ملک کا اپنے ہے بڑا ایک شہنشاہ — سب اس کی ہے پاگاہ
رکھتا ہے زمانہ میں سلیمان کا سا رتبا — اجمیر کا خواجہ

النّاسُ علیٰ دین سے ہے حاصل یہ ہی مطلب — بندہ ہوں میں وہ رب
ہیں تابع فرمان ہوں ہے مطلق مرا مولا — اجمیر کا خواجہ

ہر ایک نفس اس کی طرف رہے جو مراد عیان — طاعت کا ہے سامان
خود ابروؤں سے رکھتا ہے محراب حرم کا — اجمیر کا خواجہ

ہے چشت کا بازار بہت گرم ہمیشہ — ایسا نہیں دیکھا
بیعت جو کی اب خوب مرا بن گیا سودا — اجمیر کا خواجہ

ہے چشت کی آتش یہ بہت تیز ازل سے
خورشید سے دہ چند بنا طور کا شعلا
میں مرد موحد ہوں کہ یکساں ہیں سبھی یہاں
گھونٹ ہیں وہ محبوب ہے رکھتا نہیں پروا
یہ رمز ہے باریک سمجھ لے تو مری بات
رکھتا ہے عجیب بھید یہ دیدہ نہ شنیدہ
ہرگز نہیں شاعر سا غلو میرے سخن میں
عشاق کی نسبت کے لئے پیر ہے یکتا
سو جان سے ہوتا ہوں فدا قدموں پہ اس کے
عاشق جو بنا ہوں میں وہ محبوب ہے میرا

موسیٰ سے سمجھ لے
اجمیر کا خواجہ
گر عشق ہے پہچان
اجمیر کا خواجہ
رہ فکر میں دن رات
اجمیر کا خواجہ
شایق جو ہو دیکھیں
اجمیر کا خواجہ
کہتا ہوں یہ دل سے
اجمیر کا خواجہ

۲۶۶		۹

احد خود احمد کی شکل بنکر جو اپنی صورت کو تک رہا ہے
صفات و اسماء ذات مطلق کی جامعیت ہے شان اسکی
ہے عبد رب کی جو ایک ہستی ظہور اس میں ہے بیچگوں کا
فنا محمد میں ہو کے دیکھو ظہور حق ہے حقیقت اسکی
ہے جسم احمد کا صاف تشبیہہ الٰہی میں مخفی ہے جان تنزیہہ

ہمیشہ ذات خدا کے آگے وجود بندہ کا آئینا ہے
جو من رآنی سنا رہا ہے کلام اس کا خدا نما ہے
خودی سے اپنی نکلکے دیکھو خدا سے بندہ کہاں جدا ہے
نہیں ہے وحدت میں کچھ دوئی اب وجود عالم میں یک کا ہے
ہے ایک اللہ اور محمد حق اپنا ظاہر کب چھپا ہے

ہوئی ہے اثبات ذات اللہ تو نفی اپنی کہے ہے خود
خدا کا ہر دم معائنہ ہے تعین اپنا نظر کرو تم
پڑا جب آنکھوں میں عکس حق کا بنے ہیں دیکھے مرقع

جہاں ہے سارا خدا کا جلوہ کہاں ظہور اپنا ماسوا ہے
نہ لاتعین میں دیکھے کچھ وہاں پہ بیچوں و بیچرا ہے
نظر کرو میری پتلیوں میں خدا کا چہرا سما گیا ہے

۲۶۷

سخن حقائق کے کیوں نہ نکلیں زبان گوہر فشاں سے اسکی
معین دین نے ہی اپنے عاشق کو اس کا گویا بنا دیا ہے

۱۱

شکل میں عبد کی جو مولا ہے
ہے جو ممکن میں جلوہ گر واجب
آپ تنزیہہ بن گئی تشبیہہ
ہو رہا ہے طلاطم امواج
خود الف میں ہے نقطہ پوشیدہ
پر توجہر پر نظر کیجئے
تخم سے ہے درخت کی بنیاد
پیکے دیکھو شراب وحدت کی
قابض و محی اور حی و ممیت
ماسوا اللہ کب ہے مخلوقات

اسم میں آپ ہی مسمیٰ ہے
ذات اپنی صفت میں پیدا ہے
شخص کا عکس خود ہویدا ہے
آپ ہی لوٹ پوٹ دریا ہے
درمیان لفظ ہی کے معنا ہے
ساتھ خورشید ہی کے ذرا ہے
ایک ڈالی میں پھول پتا ہے
اصل میں ایک جام و مینا ہے
چار عنصر میں صاف اخفا ہے
شش جہت میں خدا کا جلوہ ہے

٢٦٨	شاہ اجمیر کا جو ہے عاشق یہ وجودی کلام اس کا ہے	١١

جب سے ہے دم بند ہُو ہُو کے ترانے کیلئے
جان و تن ہے گم اس میں لطف اٹھانے کیلئے

ہے سراسر گنج مخفی فرق مطلق یہ مرا
سر ہوا پیدا مرے سر میں سمانے کیلئے

ہے صدائے صوت اس کی گوش زد اپنے مدام
بن گیا ہے دل یہ نئے نغمہ سنانے کیلئے

منزل مقصود پر آکر سنو بانگ جرس
کاروان ہے مستعد دم بھر میں جانے کیلئے

ذات کی آواز سے ہر وقت ہے ہم کو لگاؤ
اور کیا ہے اس سے بہتر دل لگانے کیلئے

جسم سے ہو کر جدا دم کا سنا کیجئے ستار
بولتا ہے تار جان پردہ ہٹانے کیلئے

باطنی آواز ہے بے ابتداء و انتہا
صوت میں ملجائی خود اس کو پانے کیلئے

ہے جو آلانَ کما کانَ یہی ہے سرّ ذات
چاہتا ہے آپ سا مجھ کو بنانے کیلئے

بن گئی تشبیہہ خود تنزیہہ اپنے عشق سے
جان جان تیار ہے تن کو مٹانے کیلئے

ہے جو لا رب و لا عبد طلسم غیب غیب
ظاہر اس کی ہے صفت جلوہ دکھانے کیلئے

٢٦٩	خواجۂ اعظم کے عاشق کی غزل گاتے ہیں سب بزم میں صاحب دلوں کو وجد آنے کیلئے	١٥

	اللہ ہُو کا پہرا ہے	حق کی صورت بندا ہے	

تنزیہہ اس کی ہے تشبیہہ	ذات صفت میں پیدا ہے
شخص و عکس اور آئینہ	عشق کا ہر اک نقشا ہے
موج و حباب و قطرہ و کف	اصل میں آب دریا ہے
نار اور باد اور آب اور گل	ہر اک عنصر حق کا ہے
شان احد اور احمد میں	آدم ہے اور حوّا ہے
سورج نکلا ظلمت سے	مہر کا پر تو ذرّا ہے
وحدت کے ہے کثرت ساتھ	انجم میں مہ نکلا ہے
پڑھ کر سمجھو نحو و صرف	فعل میاں اسما ہے
ساتھ غرض کے ہے جوہر	بے جان کب تن رہتا ہے
تخم سے نکلا نخل باغ	گل کا نتیجہ ثمرا ہے
دیکھ وجودی بن کر خود	ذات کا سب میں جلوا ہے
وحدت میں تو گم ہو جا	وصل کی معنی مٹنا ہے
ذات میں فانی ہو گی صفت	خاتمہ بالخیر اپنا ہے

۲۷۰	خواجۂ اعظم کا عاشق دیوانہ ہے بجتا ہے	۱۵

جو واجب چہرہ ممکن کا بنا ہے	وجود اس کا صفت آرا بنا ہے

نہیں ہے ماسوا اللہ روئے آدم	خدا خود برزخ بندہ بنا ہے
سما کر عکس میں خود شخص آپ ہی	مقابل اپنے آئینا بنا ہے
یم وحدت کی کثرت میں جو ہے وہ	حباب و موج اور قطرا بنا ہے
جو ہے تنزیہہ سے تشبیہہ میں وہ	سراپا آپ ہی اپنا بنا ہے
جو دیکھا میم کو رخسار اپنا	احد احمد کا خود چہرا بنا ہے
احاطہ ہے اُسی کا شش جہت پر	کہوں کیا اس کو میں کیا کیا بنا ہے
بجز اس کے نہیں ہستی کسی کو	وہ اپنے علم کا نقشا بنا ہے
تمام اسما کا ہے وہ اک مسمیٰ	جو اپنا آپ ہی پردا بنا ہے
تعرُج اور تنزّل ہے اسی کا	جو ہے خورشید وہ ذرا بنا ہے
جو ہے اجمال اور تفصیل میں وہ	کہیں زندہ کہیں مردا بنا ہے
ذرا دیکھو خودی کو دور کر کے	وہ اپنا آپ ہی بینا بنا ہے
صدائے صوت اس کی سن رہا ہوں	وہ تن کی نئے کا خود نغمہ بنا ہے
خودی کی مئی جو پی ہے بیخودی ہیں	وہ ذوقی اپنا متوالا بنا ہے

۲۷۱	جناب خواجۂ اعظم کا عاشق میاں محمود کا پیارا بنا ہے	۱۷

خدا سے ملنے بندہ کو کہیں جانا نہ آنا ہے	خودی کو اپنی گم کر کے خدا کو خود میں پانا ہے

لطائف اور توجہ میں تماشا ہے تجلی کا / کب اچھا ذات میں رہ کر صفت سے دل لگانا ہے

جو تجھ میں ذکر ہوتا ہے نہیں سنتا ہے تو ہرگز / یہ نادانی ہے جو اپنی زبان سے غل مچانا ہے

مقام من عرف میں کچھ نہیں ہے حق حق و بق بق / کہ خود فہمی میں کب تم کو زبان و دل ہلانا ہے

طلسمات تصور کا جو ہم میں کھیل ہے اس سے / کبھی چہرہ دکھانا ہے کبھی صورت مٹانا ہے

سمجھ لو جان کو اپنی اس میں جان جاناں ہے خود / تعین ہی میں اپنی لاتعین کا ٹھکانا ہے

ہیں حاضر بزم میں اپنی بہت سے گونگے اور بہرے / بجا کر تار کو دم کے انھیں نغمہ سنانا ہے

صدا ہے بے صدا جو ہے وہی آواز مطرب میں / ہمارے پاس جائز اس لئے گانا بجانا ہے

جو ہے تشبیہ میں تنزیہہ اس کے درمیاں رہ کر / تنزل اور تعرّج کا گھٹانا اور بڑھانا ہے

وجود اپنا جو ہے مثل حباب قلزم وحدت / فنا ہوکر اسی دریا ہی میں ہر دم سمانا ہے

حیات جاودانی کا سمجھنا ہے اگر تم کو / قضا سے پہلے اپنے جسم کو مردہ بنانا ہے

اگر کچھ عشق ہے تم کو چلو جلوت سے خلوت میں / تمہارے یار کو خود پردے سے تمکو دکھانا ہے

تماشا جان عالم کا بنا ہے انجمن آرا / بھلا اس کا دکھانا ہے بڑا اس کا چھپانا ہے

یہ سوسن کی زبان پر ہے ہمارے باغ وحدت میں / جو بلبل کا رولانا ہے وہ غنچہ کا ہنسانا ہے

مرید و پیر کامل ہیں ہے کافی مدت بیعت / گزر جائے جو وقت اس کا مریدوں کو ٹھگانا ہے

چھپا ہے دانۂ تسبیح میں زنار ہندو کا / مسلمانوں سے زاہد کا غلط رشتہ لگانا ہے

۲۷۲	ہمیشہ جان و دل سے رہ تو اس کی عشق بازی میں شہ اجمیر کا تجھ کو اگر عاشق کہانا ہے	۲۱

ذات میں قطرہ کی حبب دریا نظر آیا مجھے — شکل میں بندہ کی خود مولیٰ نظر آیا مجھے

اول و آخر جو ہے و ظاہر و باطن میں ہے — دو جہاں میں ایک کا جلوہ نظر آیا مجھے

بے زبان اللہ کو کس منہ سے کہتا ہے تو شیخ — خود خدا قرآن میں گویا نظر آیا مجھے

ہوگئی اکدم میں شخص و عکس کی مجھ کو شناخت — جسم میرا بن کر آئینا نظر آیا مجھے

ل نہیں سکتی کبھی تنزیہہ تشبیہہ ذات — جان و تن کے درمیان پردا نظر آیا مجھے

انبدا ہی سے نہیں ذات و صفت میں اتحاد — پرتو خورشید خود ذرا نظر آیا مجھے

خود عرض اور جوہر اپنا ہے وجود ذات صرف — جان حق پر جسم بندہ کا نظر آیا مجھے

ہے نفخت فیہ من روحی کی کانوں میں صدا — یہہ وجود ذات کا نکتا نظر آیا مجھے

کس طرح ہوتا نہاں فانوس میں نور چراغ — شمع کا در پردہ خود چہرا نظر آیا مجھے

فصل میں دیکھا ہے میں نے غیب ہو کر ستر بار — وصل کی معنی میں خود دھوکا نظر آیا مجھے

صرف اٹھائیس اکوان ہیں صفات ذات کے — شش جہت ہی دفتر اسما نظر آیا مجھے

نشہ آنکھوں میں چڑھا ہے بادۂ توحید کا — بیخودی میں غیر بھی اپنا نظر آیا مجھے

ہوگئی مجھ پر محمدؐ کی حقیقت منکشف — نور احمد کل کا سرمایا نظر آیا مجھے

جلوہ گر اسماء حسنیٰ میں جو ہے وہ پاک ذات — ہر صفت میں اک خدا تازا نظر آیا مجھے

شیخ صاحب کب ہے بیت اللہ خدا کا خاص گھر — خانۂ دل ہی مرا کعبا نظر آیا مجھے

نغمۂ ہو ہا میں جان کے سامعہ گم ہے مرا — سر مرا مطرب کا طنبورا نظر آیا مجھے

دائرہ کے سر پہ دیکھا چڑھ کے چھت پر عرش کی — لامکان بیرنگ اک نقشا نظر آیا مجھے

اسم اللہ کا مسمیٰ سر بیچوں ہے وہاں — ہے نہ بندہ اور خدا ایسا نظر آیا مجھے

غیب کی کہتا جو ہوں ہیں علم ہے میرا صحیح
ہوتی ہے ہندو و مسلمان میں لڑائی آج تک

وحی حق کا کہنہ اک پرچا نظر آیا مجھے
مذہب رندان ہیں کب جھگڑا نظر آیا مجھے

۲۷۳

کہدیا خواجہ معین الدین نے سنکر یہ سخن
حال عاشق صرف رندانا نظر آیا مجھے

۱۲

موجود لامکان ہیں ہیں ہوں نہ یار تو ہے
توحید میں نہیں ہے اللہ اور بندہ
کردے خودی کو اپنی ذات خدا ہیں فانی
رب سے ہوا جو واصل رہتا ہے عبد پھر کب
اللہ بے جہت ہے زاہد کا ہے عقیدہ
ہے غیب ہیں مسمیٰ کچھ کر تلاش اس کی
ہے ذات بحت اس کی تشبیہہ سے منزہ
اے عندلیب روح اب جاتی ہے کیوں او دہر تو
خمخانۂ ازل میں بیخود پڑا ہے ساقی
اسرار ذات مطلق جس کو نہیں ہے حاصل
اک جاننا خدا کو کب ہے یہ صرف توحید

لیس کمثلہ شیٔ جو ہے وہ ذات ہو ہے
بیچوں و بیچرا ہیں سب سلب گفتگو ہے
اپنی بقا کی تجھ کو بیجا یہ آرزو ہے
ڈھونڈ اس کو گم تو ہو کر گر تجھ کو جستجو ہے
کعبہ میں روز سجدہ پھر کس کو چارسو ہے
اسمائے ذات مطلق مشہور کو بکو ہے
تنزیہہ کی حقیقت کب تیرے روبرو ہے
گلزار ہیں عدم کے کچھ رنگ ہے نہ بو ہے
وہاں بزم ہے نہ دور پیمانہ و سبو ہے
نزدیک عارفوں کے کب اسکی آبرو ہے
یہ بھید جو نہ سمجھے وہ اپنا خود عدو ہے

۲۷۴	سن کرغزل یہ بولا خواجہ معین دین خود موجود تجھ میں عاشق وحدت کی ساری خو ہے	۱۱

ذات مطلق عبد رب میں اس طرح مستور ہے
جس طرح سے ابر میں شمس و قمر کا نور ہے

بندہ و حق کو نہ سمجھا ہیں کہ ہیں یہ صرف ذات
ستر بیچوں اپنے اسماء و صفت سے دور ہے

روبرو واجب کے ممکن کو نہیں ہے کچھ فروغ
روشنی سے شمع کی پروانہ خود مجبور ہے

کس طرح سے وصل ہو تشبیہہ کا تنزیہہ سے
فصل جو دونوں میں ہے یہاں عشق خود رنجور ہے

تن رہے یا جان رہے یا یہہ رہے یا وہ رہے
جسم اک دونوں کا ہونا یہہ نہیں دستور ہے

لاہوا جب عکس تو خود شخص الابن گیا
سمجھئے اس رمز میں توحید کا مذکور ہے

وصل گم ہونیکی معنی میں ہے اپنی اصطلاح
ہے جو ہیوستن لغت میں یہ غلط مسطور ہے

مرتبہ میں اسم کے کہکر انا الحق مٹ گیا
سمجھئے وصل مسمیٰ میں کہاں منصور ہے

کیا کہوں سر ہویت کا طلسم غیب غیب
فہم و ادراک و گمان و عقل وہاں کافور ہے

تھی صفت کی وہاں تجلی ذات کا کب تھا ظہور
پوچھئے موسیٰ سے یہہ نزدیک کوہ طور ہے

۲۷۵	عاشق خواجہ معین الدین مئے توحید سے بزم میں حضرت میاں محمود کی مسرور ہے	۱۲

بے دین مجھے بولا نہ مسلمان تو کیا ہے
کافر ہے مجھے کاتب قدرت نے لکھا ہے

اللہ جو چہرہ میں مرے جلوہ نما ہے
صورت سے مری صاف عیاں شانِ خدا ہے

یہہ بہ رخ کبریٰ ہے مرا جسم مُصفّا
احمد کی حقیقت سے مرا نشو و نما ہے

واجب ہے تعشق سے جو ممکن میں نمودار
کب ہستیٔ دنیا میں کوئی میرے سوا ہے

ہے ذاتِ محیط اپنی جو مابین دو ہستی
موجود رب اور عبد میں اظہار مرا ہے

تنزیہہ میں ہے جان تو تشبیہہ میں ہے گُم
تفصیل میں اس جسم کی اجمال چھپا ہے

خود اِسم بنا ہوں تو مسمی بھی ہوں آپ ہی
توصیف میں میری ہی فنا اور بقا ہے

گرد آب و حباب و گہر و موج و سمندر
کثرت میں ہے اک آب وحدت سے جدا ہے

در پردہ جو ہے بات میرے ساتھ صنم کی
کانوں میں جو آتی ہے وہ بے صوت صدا ہے

منصور زمانہ ہوں مجھے خوف نہیں کچھ
خود ورد انا الحق مرا ہر صبح و مسا ہے

یہ زاہد ناداں سے سخن اپنا کہو صاف
کڑوی ہے نہ بات اپنی سمجھنے میں مزا ہے

۲۷۶	سُن کر یہ غزل خواجۂ اجمیر بھی بولا عاشق کا سخن علمِ حقایق میں رسا ہے	۹

جو ہے وری الوریٰ کی ہستی زمین کے اوپر فلک کے نیچے
ہے عبد و رب کی اسی میں بستی زمین کے اوپر فلک کے نیچے

جو ذات بیچون ہے غیب مطلق ہے اصل لیس کمثلہ شیٔ
ہو مجھ سے کیونکر خدا پرستی زمین کے اوپر فلک کے نیچے

خدا ہے مطلق ہے لامکاں میں یہ شش جہت میں جدا خود آ گیا ہے
عبث ہے کعبہ کی پھر درستی زمین کے اوپر فلک کے نیچے

وہ ہے معلق جو دائرہ پر وہاں ہیں اعیاں ثابتہ گم
یہ عشق کی ہے جہاں کی ہستی زمین کے اوپر فلک کے نیچے

شراب محبت آج میں نے پی ہے تو نشہ میرا چڑھا پڑا ہے
اترتی ہے کب یہ سرمستی زمین کے اوپر فلک کے نیچے

ہے شخص مطلق کا عکس پیدا بغیر صنعت بنا یہ عالم
نہیں ہے صانع کا نقش دستی زمین کے اوپر فلک کے نیچے

فنا ہُویت میں ہو گے جب ہم تعین اپنا مٹا کے اس دم
رہیگی دنیا جبین کو گھستی زمین کے اوپر فلک کے نیچے

قضا کے آگے ہی مر دیکھو اگر ہوس ہے بقا کی تم کو
رہیگی کب تک یہ جاں ترستی زمین کے اوپر فلک کے نیچے

۲۷۷	دکان عاشق میں ہے جو نعمت گراں بہت ہے اس کی خود قیمت نہیں ہے خواجہ کی جیسی بستی زمین کے اوپر فلک کے نیچے	۱۰

اس مکین لامکاں کا خاص در آنکھوں میں ہے
خواجۂ اعظم معین الدین کا گھر آنکھوں میں ہے

مصحفی چہرہ کا اس کے ہے ہمیں ہر دم خیال
خواجۂ قطب الدین بیر بختور آنکھوں میں ہے

رات دن مجھ کو تصور ہے فرید الدین کا
وہ معظم خواجۂ گنج شکر آنکھوں میں ہے

خواجۂ عالم نظام الدینِ محبوب الٰہ
بادشاہ اولیائے بحر و بر آنکھوں میں ہے

روز و شب خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی
نور افروز رخ شمس و قمر آنکھوں میں ہے

یاد میں خواجہ کمال الدین کی رہتے ہیں مدام
صورت اس کی اپنے ہر شام و سحر آنکھوں میں ہے

روئے روشن ہے میاں محمود کا پیش نظر
وہ شبیہہ پاک پیر راہبر آنکھوں میں ہے

مجھ سے محمود نصیرہ پوچھتا ہے ہو گے گم
دید تو غائب ہے یہ کس کی نظر آنکھوں میں ہے

دم بدم آواز آتی ہے جو کانوں میں مرے
وہ طلسم حیرت نور البصر آنکھوں میں ہے

۲۷۸	محوِ نظارہ نہ ہو کیوں چشمِ عاشق کی مدام خواجۂ اجمیر ہر دم جلوہ گر آنکھوں میں ہے	۱۱

سرِ جو ہے سر میں وہ خود جلوہ کناں آنکھوں میں ہے ۔ ہے نہاں جو دل میں اپنے وہ عیاں آنکھوں میں ہے

عین ہیں میرے وجود اور علم اور نور اور شہود ۔ ہے نظر میں دائرہ سارا جہاں آنکھوں میں ہے

عبد و رب کی ہے حقیقت منکشف سب قلب پر ۔ بے نشاں جو ذات ہے اس کا نشاں آنکھوں میں ہے

خود معلق جسم میں بار اور یکا نقشہ ہے ۔ میں مکین دل کا بنا ہوں لامکاں آنکھوں میں ہے

نقطہ اپنی چشم ہی کا کشش جہت پر ہے محیط ۔ دیکھ لو میری زمین اور آسماں آنکھوں میں ہے

چشمِ بینا سے مری یہ میم کا عقدہ کھلا ۔ اپنی صورت دیکھنے کو جانِ جاں آنکھوں میں ہے

وہ سوا اپنے کسی کو دیکھنے دیتا نہیں ۔ دیکھئے پردہ دوئی کا اب کہاں آنکھوں میں ہے

عینیت جس کو ہے اپنی دیکھ لیگا صاف وہ ۔ بن کے پتلی کس لیئے وہ نکتہ داں آنکھوں میں ہے

طائرِ دل ہے ہمارا شاہ باز باغِ قدس ۔ دیکھ اے صیاد اس کا آشیاں آنکھوں میں ہے

ہے صدا بے صوت جس کی ہو گئے گم سنتا ہوں میں ۔ ہے جو اپنی فہم میں وہ بے زباں آنکھوں میں ہے

۲۷۹	ہے جو چوکھٹ پر معین الدین کی عاشق کی جبین خواجۂ اعظم کا مطلق آستاں آنکھوں میں ہے	۹

سپہر ہند اور عرب کے تارے ادھر ہمارے ادھر تمہارے ۔ ہیں شاہ اجمیر غوث پیارے ادھر ہمارے ادھر تمہارے

جو ان کی عظمت ہے انکی رفعت جو ان کا رتبہ ہے ان کا درجہ
یہ حق کے گھر کے ہیں دو منارے ادھر ہمارے اُدھر تمہارے

ہیں خواجہ قطب و فرید دین و جنید اور بایزید شبلی
یہ منتخب ہیں جہاں میں سارے ادھر ہمارے ادھر تمہارے

معین دین اور محی دین خود جناب سبطین مصطفےٰ کے
ہیں لخت دل اور گوشوارے ادھر ہمارے ادھر تمہارے

نظام دین اور محی دین ہیں جو دونوں محبوب آلہ ورز کے
یہ صاف قرآن کے ہیں پارے ادھر ہمارے ادھر تمہارے

جہاں میں چشتی و قادری کے ہیں سلسلے مثل بحر جاری
عدو جو ہیں وہ رہیں کنارے ادھر ہمارے ادھر تمہارے

وجود حق سے جہاں ہے پیدا اصول ہے یہ بڑا نہ چھوٹا
دوئی کے ناحق یہ ہیں نظارے ادھر ہمارے ادھر تمہارے

بزرگی پیروں کو اپنے اپنے جو دے رہے ہیں مرید دل سوز
یہ ناز الفت کے ہیں شرارے ادھر ہمارے ادھر تمہارے

۱۲	جناب خواجہ معین الدینؒ اور محی الدینؓ کے بنے جو عاشق وہی ہیں وصل صنم کے مارے ادھر ہمارے ادھر تمہارے	۲۸۰

پیر اپنا لاجواب غریبان نواز ہے
خواجہ ہی کا خطاب غریبان نواز ہے

نشو نما ہے اس کا محمدؐ کے جسم سے
جان ابو تراب غریبان نواز ہے

تنزیہہ کے مقام میں اس کا جو ہے وجود
یہ صاحب حجاب غریبان نواز ہے

ارض و سما میں نور اسی کا ہے جلوہ گر
خود شکل آفتاب غریبان نواز ہے

ہم سے جلال خواجۂ اعظم نہ پوچھئے
مطلق یہ شیر غاب غریبان نواز ہے

کہتی ہے اہل چشت سے منہ پھیر کر شکست
فتح و ظفر کا باب غریبان نواز ہے

پھیلی ہے شش جہت کے چمن میں اسی کی بُو
اجمیر کا گلاب غریبان نواز ہے

عالم سے بارگاہ ہے اس کی بھری ہوئی	ملجائے شیخ و شاب غریبان نواز ہے
یکساں ہیں اس کے پاس امیر و فقیر سب	مشہور یہ جناب غریبان نواز ہے
لیجئے دلی مراد اسی سے سخی یہ پیر	فیاض بے حساب غریبان نواز ہے
ہند و دکن میں کون ہے اس طرح کا ولی	یہ فرد انتخاب غریبان نواز ہے

۲۸۱	عاشق سلوک خواجۂ چشتی نہ چھوڑ تو پیر رہِ صواب غریبان نواز ہے	۱۵

خود اے ذات مطلق تعشق سے اپنے تجلّی، عبد اور مولیٰ میں تو ہے
کہ آئینہ ممکن کا واجب سے بن کر عیاں شخص و عکس مصفّا میں تو ہے
وجود اور علم اور نور اور شہود اور آگ اور ہوا اور آب اور خاک اب
بنا نقطہ خود اور پر کار آپ ہی جو وحدت کے خط مجلّی میں تو ہے
عروجی نزولی تری ہی صفت ہے احاطہ ترا دائرہ کے ہے اوپر
ہوا خود گذر تحت قوسین تیرا بسا شش جہت کی ہر اک جا میں تو ہے
تو ہی حیّ و محیّ و ممیت اور قابض بنا ہے تنزل میں اپنے خود آکر
عناصر کی صورت بنا ہے جو آپ ہی صفات اور افعال و اسما میں تو ہے
منازل ترے تین آئے نظر میں کہیں غیب و اجمال و تفصیل ہیں خود
سفر کر رہا ہے جو اپنے وطن میں مقامات ادنیٰ و اعلیٰ میں تو ہے

احد سے بنا شکل احمد کی خود تو تو گھونگھٹ میں ہے میم کی تیری صورت
حقیقت محمدؐ کی بن کر جو نکلا خود آدم میں اور جسم حوّا میں تو ہے

تری ذات مطلق وجود و عدم ہے کہیں ہے تو ظاہر کہیں ہے تو باطن
تعین خود اور لاتعین جو ہے اب فنا و بقا دین و دنیا میں تو ہے

کف و موج و گرداب و قطرات آبی یہ سارے ہیں پانی کے اشکال مطلق
جو دریا سے نسبت تری ذات کو ہے سمندر کے لولوئے لالا میں تو ہے

جو سیر گلستان عالم میں پہنچا تری ذات ہے تخم و بیخ و شجر خود
بنا ہے گل و غنچہ و رنگ و بو خود ہر اک شاخ سدرہ و طوبیٰ میں تو ہے

تو نقطے سے آپ ہی الف بن گیا جب تو سب حرف ابجد میں خود ہی سمایا
جو سورۃ تری قل ھو اللہ کی ہے تبارک میں یٰسین و طٰہٰ میں تو ہے

جو تنزیہہ سے بن گیا ہے تو تشبیہہ یہاں جان تو ہی بنا جسم ہے خود
اُلٹ اور پلٹ کا جو ہے شعبدہ تو ہر اک اسم میں اور مسمیٰ میں تو ہے

مذل اور ہادی جو اسما ہیں تیرے ہے تو ہی مسلمان اور تو ہے کافر
مطوف جو کعبہ کا ہے شیخ بن کر اب اپنی ہی مورت کی پوجا میں تو ہے

تری ہی اک آواز آتی ہے مجھ کو مرا سامعہ یا سمیعٌ بنا ہے
صفت کو تری حصر مطلق نہیں ہے صدائے دو عالم کے ہُو ہا میں تو ہے

سوا تیرے قدرت ہے کس کو جہاں میں بنے شکل ہجدہ ہزار ایک آپ ہی
جہاں دیکھتا ہوں میں ارض و سما میں تمام اک مری چشم بینا میں تو ہے

اتری ذات ہے وحدہٗ لاشریک اب کہ معدوم ہے تیرا ثانی جہاں میں
خود آیا ہے عاشق جو اپنا تو بن کر تو محبوب اجمیر و خواجہ میں تو ہے

۲۸۲		۱۹

قطعہ

کفر اور شرک زمانہ میں ہو کیوں کر پیدا
آج محمود ہوئے خلق کے رہبر پیدا

آپ کی زلف ہے لام اور ہے خط زیر و زبر
صفحۂ رخ سے ہے قرآن کا دفتر پیدا

حق نیوش ان کے ہیں گوش اور قد راست الف
سینہ گنجینہ ہے اسرار کا یکسر پیدا

اِسم محمود میں آتا ہے مسمیٰ جو نظر
اس سے ہے معرفت خالق اکبر پیدا

نام محمود میں دو ۲ میم محمد ۲ کے جو ہیں
عدد اسّی ۸۰ کا انھیں سے ہے مقرر پیدا

بے نیاز اس میں مرا آپ چھپا ہے آکر
ہاں عرض بن کے ہوا کرتا ہے جوہر پیدا

تین ۳ حرف اور جو ہیں نام مبارک سے عیاں
ہندسہ اس میں اٹھارہ ۱۸ کا ہے یکسر پیدا

دیکھ لے اس میں بھی موجود ہے اسم حی خود ۱۸۰
تہِ دریا میں ہوا کرتا ہے گوہر پیدا

ایک سو ایک ۱۰۱ عدد ہے جو میاں سے ظاہر
ہے شمار اس کا بھی صاحب کے برابر پیدا

ایک معنی میں ہے یہاں لفظ خدا و صاحب
خوب مضمون ہوا صفحۂ دل پہ پیدا

غیر اعداد مکرر ہے ثبوت وحدت
شاعرو دیکھو یہ صنعت ہے مکرر پیدا

نام نامی ہے مرے پیر کا محمود میاں
یہ تعشق کا ہوا خوب ہے مصدر پیدا

محی ہے میم سے اور حا سے حفیظِ عالم
اور مہیمن ہے ہوا میم مکرر پیدا

واؤ سے اسم ولی اور ودو مخلوق
دال سے دیکھئے ہے صورت داور پیدا

تیسرے میم سے ہے میم محمدؐ ظاہر
اور یا سے بھی ہے یٰسین سراسر پیدا

ہے الف سے جو عیاں احمد بے میم کا رخ
ہوگیا نون سے خود نور پیمبر پیدا

اب تو ظاہر ہوئی محمودؒ میاں کی عظمت
شان سے ان کی ہیں اسماء مُظہر پیدا

اپنے اثبات پہ ہے علم حقایق برہان
نفی پہ میری ہو کب مرد دلاور پیدا

عاشق خواجۂ اعظم ہے فقیر محمودؒ
نہیں اُس سا کوئی درویش قلندر پیدا

کلام
تمت

از عاشق
ھو المعین
بتان ملک ہندستان شکستی
توئی خواجہ معین الدین چشتی
رود در نار دوزخ منکر تو
مقیم راہ تو باشد بہشتی
تمت بالخیر

ہو المعین
وجود احمد حمید معین الدین چشتی ہے
ولی خالق اکبر معین الدین چشتی ہے
ہو الظاہر ہو الباطن یہ سرِ منصور ہے عاشق
ہمارے باہر اور اندر معین الدین چشتی ہے
شاہ کریم عاشق

رُباعیات درصنعت الفاظ مساوی الاعداد مشتمل باسرار ذات وصفات

عاشق تو نہ پوچھ اب کہ کہاں ہے اللہ خود دیکھ نظر کر کے ہُو الظاہر کو	۱	ہرگز نہ خدائی سے نہاں ہے اللہ ہاں صاف جزو کل سے عیاں ہے اللہ ۶۶ ۶۶

ھُو المعین

رباعی ۲

ایمان سمجھ سخن جو ہے یہہ دلخواہ جزذات خدا کب ہے یہ خلق اے عاشق		وحدت کے کلام سے ہے خالق آگاہ ہے مخلوقات خود ظہور اللہ ۱۱۷۷ ۱۱۷۷

ھو المعین

رباعی ۳

عاشق ہمارے روبرو اب غیر ہے کہاں شک ہے اگر تو دیکھ لو پنہاں نہیں ہے بھید		معبود ہی کی ہستی سے کون و مکان ہے جاں آبادی جہاں سے ہو اللہ ہے عیاں ۷۷ ۷۷

ھو المعین

رباعی ۴

ہے وحدت الوجود کی یہ رمز سر بسر		مخلوق جو بنا ہے وہ ہے خالق بشر

عاشق نہ جان بندہ و رب ہے جدا جدا	خود صورت عبید میں مولیٰ ہے جلوہ گر

۸۶ ۸۶

ھو المعین

رباعی ۵

جو خیر البشر ایک ہوا پیغمبر
اے عاشق چشتی تو یقین کر دل سے
وہ احمد بے میم ہے سب کا سرور
آیا ہے خدا بن کے وہی جسم بشر

۶۰۵ ۶۰۵

ھو المعین

رباعی ۶

اے عاشق چشتی وہ تمہارا ہے صنم
کچھ کفر نہیں کہئے بشر کو اللہ
انسان بنا ہے جو خدائے عالم
خود حق سے نمایاں ہے بنا ہے آدم

۱۰۸ ۱۰۸

ھو المعین

رباعی ۷

ثابت ہے اک وجود ہمارے کلام سے
لولاک خود دلیل ہے عاشق یہ صاف کہہ
احمد کی ذات کب ہے جدا خاص و عام سے
ہے جلوہ گر انام محمد کے نام سے

۹۲ ۹۲

ھو المعین

رباعی ۸

آدم سے پہلے برزخ کبریٰ جو بن گیا
عاشق جو جانتے ہیں اُسے مظہر اتم

ہے شکل احمدی سے عیاں شان کبریا
ہے واجب الوجود نبی میں چھپا ہوا
۹۲ ۹۲

ھُوالمعین
رباعے
۹

عاشق نہیں لکھ سکتا ہے کچھ شرح دوئی کی
دیکھ احمد و حیدر کو جدا کب ہے خدا سے

ہر لفظ میں وحدت کے ہے توحید کی معنی
رب میں نظر آتا ہے محمد بھی علی بھی
۲۰۲ ۹۲ ۱۱۰

ھوالمعین
رباعے
۱۰

مسجود ترا کون ہے اے عاشق نادان
سر اپنا جھکاتا ہے تو اب روبرو کس کے

ہے شکل سے تیری ہی عیاں صورت جاناں
موجود ہے سجدہ میں ترے آپ ہی یزداں
۷۲ ۷۲

ھوالمعین
رباعے
۱۱

اسلام و کفر کے نہیں کچھ فرق درمیاں
تکفیر کر نہ عاشق چشتی کسی کی تو

دیر و حرم میں ایک ہمارا ہے جان جان
معبود مطلق اپنا ہے کفار میں بھی ہاں
۳۰۱ ۳۰۱

هوالمعین
رباعی
۱۲

اے برہمن ہے رام کا اس جا پہ کب گذر
عاشق سے ہم کو ہوگیا معلوم ہے یہ راز

تیرے گلے میں رشتۂ دین ہے یہ سر بسر
زنار سے رحیم ہمارا ہے جلوہ گر
۲۵۸ ۲۵۸

هوالمعین
رباعی
۱۳

شیخ عبدالقادر معشوق رب دو جہاں
دیکھ غوث پاک کے اعداد کو عاشق ذرا
۱۵۲۹

یوسف ثانی بنا ہے یہ شہنشاہ زماں
روئے ذات مالک الملک آج ہے اس سے عیاں
۱۵۲۹

هوالمعین
رباعی
۱۴

حسن ذات مصطفےٰ کا ہوگیا حسن دم فزود
شاہِ جیلاں و نظام الدین کو عاشق کر نظر

اول اور آخر ہوئے دو شاہ رب الودود
لفظ معشوقین سے حسن ثبوت ہے نمود
۵۷۶ ۵۷۶

هوالمعین
رباعی
۱۵

قدرت حق کا جو کہائے شیر
ہوگا عاشق وہ کب کسی سے زیر

ہستئی لایزالی قادر ۸۶۹	بن کے آیا ہے خواجۂ اجمیر ۸۶۹

هو المعین

رباعی ۱۶

قیصر اجمیر کی عظمت کا لکھوں کیا میں حال
نام سے خواجہ معین الدین کے عاشق دیکھ لے
۸۸۰

آئے اُس کے روبرو ہر ایک کی کب ہے مجال
ہو گیا ہے آپ ظاہر ذوالجلال لایزال
۸۸۰

هو المعین

رباعی ۱۷

سچ ہے سرّ معرفت اے عاشق والا لقب
معترض اس بات پر ہوگی شریعت کس طرح

اپنے مرشد ہی کے چہرے سے ہے پیدا شکل رب
صورت محمود میں ہے خود خدائے مطلق اب
۷۹۴ ۷۹۴

هو المعین

رباعی ۱۸

محمود سے نماز نمایاں ہے سر بسر
۹۸ ۹۸
زاہد سا سر جھکا کے نہ کر حمد غیر کی

عاشق تو اپنے پیر کو سجدہ میں یاد کر
ہے دیکھ سجدہ گاہ میں محمود جلوہ گر
۹۸ ۹۸

هو المعین

رباعی ۱۹

بیان کر توجو اسرار بطون ہے
نہ بندہ جان عاشق پیر کو تو

کہ علم معرفت تجھ میں فزوں ہے
میاں محمود حق بیچگوں ہے
۱۹۹ ۱۹۹

هوالمعین
رباعی
۲۰

خود تجلیٔ خدا کا آئینہ محمود ہے
دیکھ عاشق کب ہے مطلق شخص اپنے عکس سے

صاف ظاہر ہے کہ ظلّ کبریا محمود ہے
سایۂ ایزو سے خود جلوہ نما محمود ہے
۹۸ ۹۸

هوالمعین
رباعی
۲۱

سخن ہے عاشق چشتی کا احسن
ربوبیت سے خود ظاہر خودی ہے
۶۲۰ ۶۲۰

سمجھ بھید اس کا تو اے صاحب فن
انا کہنے ہیں کب اپنا ہے مئے پن

هوالمعین
رباعی
۲۲

سچ جانو بات عاشق چشتی کی مان لو
جبرئیل لے کے آتے ہیں ہر ہر نفس جو وحی

آواز پر جرس کی رکھو اپنے کان کو
اسرار دل سے صوت نکلتی ہے چپ سنو
۴۹۶ ۴۹۶

ھوالمعین

رباعی

۲۳

صہبائے خون کو پی تو غم بوتراب میں
بے شبہہ مئی حرام ہے عاشق کبھی نہ پی

خوش ذائقہ ہے اتنے جگر کے کباب میں
ہاں خوک ہے شریک جمیع شراب میں
۶۲۶ ۶۲۶

ھوالمعین

رباعی

۲۴

عاشق تمہارے دل کا لبالب ہے جام جم
زاہد کرے جو طعنہ کرامات سے ابھی

مئے بیخودی کی نوش کریں آپ دم بدم
زمزم اسے دکھائیں گے ہاں جام مئی ہیں ہم
۹۴ ۹۴

ھوالمعین

رباعی

۲۵

رمز سن عاشق کامل کی تو اے مرد جلیس
یہ نہ کہہ حضرت انسان سے جدا ہے شیطان

نفس امارۂ انسان میں نہاں ہے تلبیس
نفسِ آدم سے عیاں دیکھ ہے قلب ابلیس
۲۳۵ ۲۳۵

ھوالمعین

رباعی

۲۶

اے عاشق چشتی اسے تحقیق سمجھ تو

بانئ شر و خیر ہے خود آدم خوشخو

ابلیس اور انسان میں جدائی نہیں ہرگز
شیطان ہی نچاتے ہیں خود مردم نیکو
۳۷۰ ۳۷۰

هوالمعین
رباعی
۲۷

عاشق بجاکے سن لے ذرا اپنے تن کی نے
تکریم کر سماع کی آداب دل سے تو
تجھ میں سوائے راگ کے اور کچھ نہیں ہے شئے
خود ذات میں کریم کی مخفی سرود ہے
۲۷۰ ۲۷۰

هوالمعین
رباعی
۲۸

سازندہ و قوال کو ہر وقت بلاکر
طنبورہ و سارنگ و دہل سے نہ کر انکار
اے عاشق چشتی تو سدا راگ سناکر
رحمٰن سمایا ہے مزامیر میں آکر
۲۹۸ ۲۹۸

هوالمعین
رباعی
۲۹

رہ حقّہ کشی میں تو نہ کر حق حق دق بق
ہر دم ترا منصور ہے اے عاشق مطلق

سن نے کی زبان سے ہیں اگر گوش ترے صاف
قلیاں سے ہر لحظہ نکلتا ہے انا الحق
۱۹۱ ۱۹۱

هوالمعین
رباعی
۳۰

شبِ خلوت نے دکھلایا تماشا سِرِ وحدت کا
سخن سچا ہے عاشق کا سنو گوش حقیقت سے
ہُواللہ المصور خود ہے شکل حضرت انسان
معینِ دین و حق سبحانہٗ کے ہیں عدد یکساں
۲۳۴ ۲۳۴

هوالمعین
رباعی
۳۱

معین الدین رئیس اولیا سے
سخن عاشق ۵۸۳ سن کر دیکھ لینا
عدد ہیں پنجتن کے آشکارا
عظیم الشان ہے خواجہ ہمارا
۵۰۵

هوالمعین
رباعی
۳۲

واصلِ حق خواجۂ اجمیر پیر
ہست عاشق یک ۱۳۱۶ وجود ہر چہار
سُہروردی نقشبندی قادری
در شمارِ ۱۳۱۶ باطنی و ظاہری

هوالمعین
رباعی
۳۳

خواجہ معین و قطب و فرید و نظام دین
امثال پنجتن کے یہی پانچ ہیں ولی
ہیں سب نصیر دین کے یہ پیران لاجواب
عاشق یہ جانتے ہیں زمانہ کے شیخ و شاب

هوالمعین
رباعی
۳۴

کلمۂ لا الٰہ الا اللہ
تھی نہ اس رمز کی کسی کو خبر

اِسم اللہ میں نظر آیا
خوب عاشق نے بھید یہ پایا

هوالمعین
رباعی
۳۵

ہے نَفَختُ فیہِ مِن روحی جو جانان کی ندا
صوت میں ہو محو عاشق کر کے گم پانچوں حواس

جسم کی اپنے بنی ہے جان وہی مطلق صدا
خود ہو الباطن ہی اندر دم کے ہے نغمہ سرا

هوالمعین
رباعی
۳۶

جب معین الدین سے پیدا ہے زمین و آسمان
کیوں نہ ہو وصف معین الدین۲۶۵ و احمد۲۶۵ ہر دو ایک

صاف ظاہر اُس سے ہے قوسینِ او ادنیٰ کی شان
دائرہ کے خط وحدت سے حقیقت ہے عیاں

هوالمعین
رباعی
۳۷

دیکھ دارین میں معین الدین
موت۲۶۵ اور زندگی میں عاشق۲۶۵ کی

جلوہ فرما ہیں باہر اور اندر
ہے نہ کچھ خوف اور نہ ہے کچھ ڈر

هوالمعین
رباعی
۳۸

قبلہ و کعبہ جو ہیں مشہور خواجہ ہند کے
آج تک مطلب کو اُس کے کوئی بھی سمجھا نہ تھا
ہو گیا عاشق سے اب سرِ نہاں منکشف
ہے معین دین سے قبلہ اور کعبہ برملا
۲۳۴ ۱۳۷- ۹۷

هوالمعین
رباعی
۳۹

مہر سپہر عون و عطیات و بذل وجود
ہے خواجۂ غریب نواز اپنا رمز دان
عاشق تو کرلے پیر سے حاصل کمال فقر
ایسا سخی ولی ہے خدائی میں پھر کہاں
۱۸۹۱ ۱۸۹۱

هوالمعین
رباعی
۴۰

مثل دو گوہر جو ہوں اندر صدف کے بحر میں
تھے محمد اور احمد کہ ایک جا مخفی عدد
عاشق غواص وحدت نے نکالا ہے اُسے
ہے ولیٔ ہند میں وہ مثل یکجان دو جسد
۹۲ ۱۳ ۱۰۵

هوالمعین
رباعی
۴۱

عیان گشت اسلام از تیغ خواجہ
کہ در رزم ارباب حق بود چون شیر
بہ عاشق شدہ سرِّ باطن ہویدا
عطائے رسول است اسلام اجمیر
۳۸۶ ۳۸۶

هوالمعین
رباعی ۴۲

ہوگئی جب مجھ کو فکر خلق میں ہے کس کی جان
غور سے عاشق سمجھ بھید کو توحید کے
گوش میں یہ امر رب آیا مرے ناگہاں
بن گیا خواجۂ بزرگ خالق جان جہاں
۸۴۴ ۸۴۴

هوالمعین
رباعی ۴۳

عاشق سے ایک طالب مولیٰ نے یوں کہا
اس نے کہا نہ کھوج کر و رب کی تم کہیں
ہم ڈھونڈھتے ہیں حق کو کہاں ہے وہ اپنا یار
دربار چشت میں ہے خداوند کردگار
۱۱۱۰ ۱۱۱۰

هوالمعین
رباعی ۴۴

کیوں تو پھرتا ہے عرب اور عجم میں ناحق
بات کو عاشق چشتی کی سمجھ کر تحقیق
اے طلب گار خدا تجھ میں اگر کچھ ہے تمیز
شہر اجمیر میں ہے دیکھ خداوند عزیز
۷۵۹ ۷۵۹

هوالمعین
رباعی ۴۵

خواجہ اجمیر کا ولی اللہ
مصحف رُخ کو دیکھ کر خواجہ کے
ہے وہ مرآت صورت اخلاص
ہے یہ عاشق تری تلاوت خاص

قل ہو اللہ ۲۰۷	احد ۱۳	اللہ الصمد ۲۳۱	لم یلد ۱۱۴	ولم یولد ۱۲۶	ولم یکن ۱۵۶
لہٗ ۳۵	کفواً ۱۰۷	احد ۱۳	جملہ اعداد	۱۰۰۲	

ہو المعین

رباعی ۴۶

خواجۂ خوش مرتبت خورشید رفعت نجم چشت
کر زیارت سب کی عاشق جا کے تو اجمیر میں ۲۲۹

ہیں معین الدین حسن شاہنشہ ہندوستان
روشنی بارہ اماموں کی ہے خواجہ میں عیاں

علی ۱۱۰	حسن ۱۱۸	حسین ۱۲۸	زین العابدین ۲۳۵	محمد باقر ۳۹۵
جعفر صادق ۵۴۸	موسیٰ کاظم ۱۰۷۷	علی موسیٰ رضا ۱۲۲۷	محمد تقی ۶۰۲	محمد نقی ۲۵۲
	حسن عسکری ۴۷۸	مہدی ۵۹	جملہ ۵۲۲۹	

ہو المعین

رباعی ۴۷

ہیں خدیو کرم جو پیر اپنے
کیوں نہ ہو ان سے فیضیاب جہاں ۸۸۰

ہند میں خواجۂ معین الدین
عاشق ایسا کریم کوئی نہیں ۸۸۰

ہو المعین

رباعی ۴۸

خدا کو خدائی میں کیوں ڈھونڈھتے ہو
سنو بات عاشق کی اور خوب دیکھو

کہ اس جائے اُس کا نہیں کچھ پتا ہے
خدائی میں خواجہ نظر آ رہا ہے
۶۱۵ ۶۱۵

هو المعین
رباعی
۴۹

ہیں مرے خواجہ معین الدین	رحمت العالمین کے مرآت
دیکھ خواجہ کو غور سے عاشق	مظہر مصطفیٰ ہے اُن کی ذات

۸۸۰

هو المعین
رباعی
۵۰

پیر عبد القادر خواجہ معین الدین حسن	ایک جسم اور ایک جان ہیں دونوں سلطان جہاں
دعوے افراط و تفریط ہے عاشق کا غلط	ذاتِ ربِ قادرِ وہاب ان سے ہے عیاں

۹۹۸ ۶۲۴ ۱۶۲۲

ذات	رب	قادر	وہاب	جملہ ۱۶۲۲
۱۱۰۱	۲۰۲	۳۰۵	۱۴	

هو المعین
رباعی
۵۱

معین الدین شاہِ اولیا ہیں	برابر کلمۂ طیب کے مظہر
کڑوڑوں بن گئے کافر مسلمان	ہے عاشق ہند کے خواجہ پیمبر

۶۱۹

لا	اله	الا الله	محمد
۳۱	۳۶	۹۸	۹۲
	رسول	الله	
	۲۹۶	۶۶	

جملہ ۶۱۹

هو المعین
رباعی
۵۲

خواجۂ بزم اولیا کا نور
پوچھا عاشق نے آپکیوں ہیں یہاں، ۷۱۲

مجھ کو یثرب میں جب نظر آیا
ہوں فنا فی الرسول فرمایا ۷۱۲

هو المعین
رباعی
۵۳

شہِ عالم معین الدین چشتی
حقیقت میں یہ پانچوں اک ہیں عاشق ۱۴۲۴

ابوبکر و عمر عثمان و حیدر
ہیں سب اک ہیں تو اک ہے سب کے اندر

ابوبکر	عمر	عثمان	حیدر	جملہ ۱۴۲۴
۲۳۱	۳۱۰	۶۶۱	۲۲۲	

هو المعین
رباعی
۵۴

ہُو الاول ہُو الآخر ہُو الظاہر ہُو الباطن
سمجھ لو بھید کو اُس کے ذرا تفسیر قرآن سے ۲۱۷۴

ہو اخواجہ معین الدین شہِ چشتی اجمیری
جو کہتا ہوں میں عاشق ہو یہ نازک بات ہے میری ۲۱۷۴

ہُو الاول	ہو الآخر	ہُو الظاہر	ہُو الباطن	جملہ ۲۱۷۴
۷۹	۸۴۳	۱۱۴۸	۱۰۴	

هو المعین

رباعی
۵۵

خوان نعمت رزق کا اجمیر کا در بن گیا
عاشق درویش کو روزی کی کیونکر فکر ہو

جو جہاں میں ہے گدا ہے خاندانِ چشت کا
ذاتِ رزاق آئینہ ہے خاندان چشت کا
۱۴۰۹ ۱۴۰۹

هو المعین

رباعی
۵۶

خورشید چرخ چشت زہی خواجہ دین پناہ
۳۳۸۵
عاشق خبر کسی کو نہیں ان کے رمز کی

ہیں مظہر جمیع حروفِ مقطعات
خواجہ کو جانتا ہے خداوند کائنات

الم ۷۱	الم ۷۱	المص ۱۶۱	الر ۲۳۱	الر ۲۳۱	الر ۲۳۱	المر ۲۷۱	الر ۲۳۱	الر ۲۳۱	کھیعص ۱۹۵
طه ۱۴	طسم ۱۰۹	طس ۶۹	طسم ۱۰۹	الم ۷۱	الم ۷۱	الم ۷۱	الم ۷۱	یٰس ۷۰	ص ۹۰
حم ۴۸	حم ۴۸	عشق حم ۲۷۸	حم ۴۸	حم ۴۸	حم ۴۸	حم ۴۸	ق ۱۰۰	ن ۵۰	جملہ ۳۳۸۵

هو المعین

رباعی
۵۷

خواجۂ خورشید رخسار آفتاب دودمان
۳۳۸۵
یعنے وہ آیات حق جن کے مقطع ہیں حروف

مظہر اسرار قرآن اصل معنی جان جان
بیخبر ہیں جس سے عاشق سب جہاں کے رمزدان

هو المعین
رباعی
۵۸

جب سے ہیں خلد بریں میں خواجہ اپنے جلوہ گر
کیوں نہ ہو میراث عاشق چشتیوں کی باغ خلد

تابع فرمان ہے اُن کا خاص رضوان بہشت
ہے بہشت خوشنما گویا مکان فیض چشت
۱۷۰۴ ۱۷۰۴

هو المعین
رباعی
۵۹

جناں میں ہیں عاشق شہ خواجگان
نہ کیوں چشتیاں سیر جنت کریں

ہے رضوان بھی محکوم سرکار چشت
بہشت مُطہّر ہے گلزار چشت
۹۶۱ ۹۶۱

هو المعین
رباعی
۶۰

مرحبا جب سے بنا باغ بہشت رضوان
چشتیاں جائیں گے دوزخ کی طرف کیوں عاشق

والی چشت کا ہے گلشن فردوس نظام
۷۰۵ ۷۰۵
اُن کا محبوب ہے جب یادِ شہِ دارِ سلام

هو المعین
رباعی
۶۱

نہ پھر طالب حق عبث دربدر تو
جناب وطن سے سنو بھید عاشق

نہیں رب مطلق کسی انجمن میں
خداوند عالم ہے چشتی چمن میں
۸۰۶ ۸۰۶

رباعی
هوالمعین
۶۲

گنبدِ خواجۂ عالم پہ نظر فرماؤ
عاشق اب کونسی ہے اس سے زیادہ عظمت
چشتیو اس میں ہے خود عرش بریں کا جلوہ
عرش اعظم میں بھی ہے خواجہ معین کا جلوہ

۸۳۲ — ۸۳۲

رباعی
هوالمعین

خواجۂ اجمیر سلطانِ جہاں
مجمعِ اسرار ہے یہ ذاتِ پاک
لوحِ محفوظ ان کا ہے عاشق نشان
سرنوشتِ خلق ہے اُن سے عیاں

۱۰۷۸ — ۱۰۷۸

رباعی
هوالمعین
۶۴

ہیں جہاں میں بڑے جو چار ملک
قدرتیں چاروں ایک جا ہیں بہم
اُن میں ہیں خواجۂ شہِ کونین
عاشق اُن چار کے ہیں خواجہ عین

۱۰۵۶

جبرئیل	میکائیل	اسرافیل	عزرائیل	جملہ ۱۰۵۶
۲۴۵	۱۱۱	۳۸۲	۳۱۸	

رباعی
هوالمعین
۶۵

خواجۂ اجمیر مسیحا نفس
جام لبالب ہیں سَقَاہم کے وہ
چشت کے ہیں یہ جو ولی منتخب
عاشقِ مسکین بھی ہے جرعہ طلب

۱۱۷۸

سقاهم	ربهم	شرابا	طهورا	جملہ ۱۱۷۸
۲۰۶	۲۴۷	۵۰۴	۲۲۱	

ھو المعین
رباعی
۶۷

قبلۂ دین خواجہ اجمیر پیر بشان لَاخوفٌ علیہم ۱۲۸۲ انمیں ہے		ہیں خدا کے جو ولی بے مثال دیکھ عاشق تو ہے گر فرخندہ فال

اِلّا ۳۲	ان اولیاء ۹۹	اللہ ۶۶	لاخوفٌ ۶۱۷	علیہم ۱۵۵
	ولاھم ۸۲	یحزنون ۱۳۱	جملہ ۱۲۸۲	

ھو المعین
رباعی
۶۸

پیر والا خواجۂ عالی جناب آئینہ ہیں وہ درود ۱۰۳۲ پاک کے		چشت کے جو ہیں ولیٔ بے نظیر دیکھ عاشق تو ہے گر روشن ضمیر

اللھم ۱۰۶	صلی علی ۲۳۰	محمدؐ ۹۲	وعلی آل ۱۴۷	
محمد ۹۲	وبارک ۲۲۹	وسلم ۱۳۶	جملہ ۱۰۳۲	

ھو المعین
رباعی
۶۹

خواجۂ چشتی بہشتی رونق بزم جنید غوث اعظم میں ہیں ۲۵۱۷ وہ تو دیکھ عاشق غور سے ۲۵۱۷		ہیں چراغ خاندان سہروردی قادری اک ہے دونوں کی حقیقت باطنی و ظاہری

هوالمعین

رباعی

۷۰

خواجۂ اقطاب غوث وقت فرد پاک چشت
۳۷۵۰
ثم وجه الله ہے اُن کی جبین سے آشکار

ہیں یہ سارے اولیا میں مظہر اسرار رب
دیکھ عاشق مصحف رخسار اُن کا روز و شب

تولوا	فاینما	والمغرب	المشرق	ولله
۴۴۳	۱۸۲	۱۲۷۹	۶۷۱	۷۱
علیم	واسع	ان الله	وجه الله	فثم
۱۵۰	۱۳۷	۱۱۷	۸۰	۱۲۰
		جملہ ۳۷۵۰		

هوالمعین

رباعی

۷۱

ہیں حقیقت میں خواجہ اکبر
۸۳۸
حل ہوا ہے یہ نکتہ عاشق سے

نَحنُ اقرب الیہ کے مظہر
جس کی ہرگز نہ تھی کسی کو خبر

حبل الورید	من	الیہ	اقرب	نحن
۲۹۱	۹۰	۴۶	۳۰۳	۱۰۸
		جملہ ۸۳۸		

هوالمعین
رباعے
۴۲

خواجۂ چشتی خدائے دوجہاں
دیکھ عاشق اُن کا تو جاہ و جلال

اُن سے اِنّی جَاعِلٌ کا ہے ظہور
مُنجلی اُن سے خلافت کا ہے نور

اِنی	جاعِلٌ	فِی الارض	خلیفہ	جُملہ ۲۰۱۲
۶۱	۱۰۴	۱۱۲۲	۷۲۵	

هوالمعین
رباعے
۴۳

خواجۂ چشتی معظم محتشم
گر تجھے خواہش ہے عاشق اُن کا رخ

منکشف جن سے ہوا سِرّ اَنَا
برزخٌ لایبغیان میں دیکھنا

مرج	البحرین	یلتقیان	بینھما	برزخ	لایبغیان
۲۴۳	۳۰۱	۶۰۱	۱۰۸	۸۰۹	۱۱۰۴
		جملہ ۳۱۶۶			

هوالمعین
رباعے
۴۴

آفتابِ چشت مجسم برجِ جان
جسمِ عاشق میں جو جاری ہے نفس

ہے نفخت فیہ من رُوحی کی شان
ہے معین الدین کے دم سے رواں

نفخت	فیہ	من	روحی	جملہ ۱۵۳۹
۱۱۳۰	۹۵	۹۰	۲۲۴	

هو المعین

رباعی

۷۵

خواجۂ اجمیر پیر ہند یاں ۱۲۰۱	ہے حبیب خالق ہر دو جہاں
آیت لا تبصرون عاشق پڑھو	مصحفِ رُخ سے ہے خواجہ کے عیاں

فی	انفسکم	افلا	تبصرون
۹۰	۲۵۱	۱۱۲	۷۴۸

جُملہ ۱۲۰۱

هو المعین

رباعی

۷۶

جانِ صاحبدلاں شہ اجمیر ۷۹۹	وَھُوَ مَعَکُمْ اَینما کُنْتُمْ ۷۹۹
ہیں یہ دونوں مساوی الاعداد	عاشق چشتی اس کو سمجھو تم

وھو	معکم	اینما	کنتم	جملہ ۷۹۹
۱۷	۱۷۰	۱۰۲	۵۱۰	

هوالمعین
رباعی
۷۷

شاہ اجمیر خلیل اللہ پر
۱۲۹۶
چشتیوں کو نہیں محشر میں خطر

حق کا صادق ہے کلام محمود
عاشق اُن کا ہے مقام محمود

عسی	ان	یبعثک	ربک	مقاما	محمودا
۱۳۰	۵۱	۶۰۲	۲۲۲	۱۸۲	۹۹
		جُملہ	۱۲۹۶		

هوالمعین
رباعی
۷۸

مظہر ذات خواجۂ کونین
۲۹۹۷
دیکھ عاشق تو اُن کی عظمت کو

ہیں وہ مرأت آیت تطہیر
اولیاء میں کہاں ہے اُن کا نظیر

انما	یرید	اللہ	لیذھب	عنکم
۹۲	۲۲۴	۶۶	۷۴۷	۱۸۰
الرجس	اھل البیت	ویطھرکم	تطھیرا	جملہ
۲۹۴	۴۷۹	۲۹۰	۶۲۵	۲۹۹۷

هُوالمُعین

رباعی

۷۹

خواجۂ اجمیر شہِ ہند سے ۱۲۳۳	انا فتحنا کی ہے آیت عیاں
خواجہ کو عاشق تھی خدا کی ظفر	فتح ہوا جب تو یہ ہندوستان

انا	فتحنا	لک	فتحا	مبینا	جملہ
۵۲	۵۳۹	۵۰	۴۸۹	۱۰۳	۱۲۳۳

هُوالمُعین

رباعی

۸۰

خسرو چشت پیرِ اہل دل ۱۸۵۱	جن سے آسان ہوتی ہے مشکل
مظہر کل من علیہا فان	عاشق اب ہیں وہ مُرشد کامل

کل	من	علیہا	فان	ویبقیٰ
۵۰	۹۰	۱۱۶	۱۳۱	۱۲۸

وجہ	ربک	ذوالجلال	والاکرام	جملہ
۱۴	۲۲۲	۸۰۱	۲۹۹	۱۸۵۱

هو المعین
رباعی
۸۱

شہ عالم ولیٔ ہند جو ہیں ۵۵۱	الیہ راجعون کے صاف مرآت
کرو تم یاد عاشق اِنّا لِلّٰہ	بنی ہے مرجع اپنے پیر کی ذات

اِنا	للّٰہ	وانا	اِلیہ	راجعون	جُملہ ۵۵۱
۵۲	۶۵	۵۸	۴۶	۳۳۰	

هو المعین
رباعی
۸۲

خواجۂ فرخندہ خصلت نورِ رحمت مہرِ چشت ۴۵۲۶	کُنتُ کنزاً مخفیاً کے ہیں وہ مظہر سربسر
دیکھ عاشق گنج مخفی سے ہوئے پیر بزرگ	اپنے دِکھلانے کو اس دُنیا دوں میں جلوہ گر

کنت	کنزاً	مخفیاً	فاحببت	ان اعرف
۴۷۰	۷۸	۷۳۱	۴۹۳	۴۰۲
	فخلقت الخلق ۱۹۷۱	لاعرف ۳۸۱	جُملہ ۴۵۲۶	

ھو المعین
رباعے
٨٣

خواجۂ ذی مرتبت خورشید عظمت خضر خلق
٧٢٢٧
دیکھ عاشق اُن پہ صادق آتی ہے قدسی حدیث

ہیں وہ فی السّر انا کی بحر کے روشن گہر
ہیں حقیقت میں وہ نورِ حضرت خیر البشر

ان	فی	جسد	ابن	ادم	لمضغة	وفی	المضغة
٥١	٩٠	٦٧	٥٣	٤٥	٢٢٧٠	٩٦	٢٢٧١
قلب	وفی	القلب	روح	وفی	الروح	نور	وفی
١٣٢	٩٦	١٦٣	٢١٤	٩٦	٢٤٥	٢٥٦	٩٦
	النور	سر	وفی	السّر	انا	جملہ	
	٢٨٧	٢٦٠	٩٦	٢٩١	٥٢	٧٢٢٧	

ھو المعین
رباعے
٨٤

خواجۂ انس و جاں سے ہے پیدا
٧٨٦
دیکھ عاشق ہیں جامع اسرار

صاف اناسرہٗ وبسم اللہ
شاہِ اجمیر پیرِ حق آگاہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم	الانسان	سری	وانا	سرہٗ	جملہ ٧٨٦
٧٨٦	١٩٣	٢٧٠	٥٨	٢٦٥	

هوالمعین
رباعی
۸۵

خواجۂ چشتی معین الدین ہند
۱۶۵۲
ہیں ولیٔ بے مثال ولاجواب

اُن میں ہے آدم علیٰ صورت کی شان
دیکھ عاشق اُن کے اعداد و حساب

خلق	اللہ	آدم	علیٰ	صورتہ
۷۳۰	۶۶	۴۵	۱۱۰	۷۰۱
		جملہ ۱۶۵۲		

هوالمعین
رباعی
۸۶

جان جانِ حق ولیٔ اجمیری
۵۲۶
ہیں جو محمول خاص اشہدُ اَن

عاشق اب ہیں فنائے ذات بحت
پیر حضرت معین دین حسن

اشہد	ان لا	الٰہ	الا اللہ	جملہ ۵۲۶
۳۱۰	۸۲	۳۶	۹۸	۵۲۶

هو المعین

رباعی

۸۷

خواجۂ اولیائے چشت جو ہیں
۱۳۷۶
دیکھ عاشق فقد عرف میں کبھی

من عراف کے کلام کے مصداق

ذات اُن کی ہے شہرۂ آفاق

من	عراف	نفسہ	فقد	عرف	ربہ
۹۰	۳۵۰	۱۹۵	۱۸۴	۳۵۰	۲۰۷

جملہ ۱۳۷۶

هو المعین

رباعی

۸۸

پیر رہبر خواجۂ اجمیر سے
۱۴۸۸
دیکھ عاشق اُن میں تو ہو کر فنا

موتوا قبل ا نتموتوا ہے عیاں

زندگی میں موت صادق کا نشان

موتوا	قبل	انتموتوا	جملہ
۴۵۳	۱۳۲	۹۰۳	۱۴۸۸

هوالمعین

رباعی

۸۹

جان اعجاز خواجہ اجمیر
۱۰۰۵
ہے وہ مظہر کمثلہ شئ کا

آئے تنزیہہ میں کہاں تشبیہہ
عاشق اس میں ہیں سلب کل اشیاء

لیس	کمثلہ	شئے	جملہ
۱۰۰	۵۹۵	۳۱۰	۱۰۰۵

هوالمعین

رباعی

۹۰

ولیٔ جہاں خواجۂ چشت سے
۱۴۲۳
ہویدا ہے لارب ولاعبد صاف

نظر عاشق اب سوئے توحید کر
اضافات سے کرکے تو انحراف

التوحید	حقیقت	لارب	ولاعبد	جملہ
۴۵۹	۶۱۸	۲۳۳	۱۱۳	۱۴۲۳

ہوالمعین

رباعی

۹۱

خواجۂ اجمیر روشن آفتاب
۱۹۰۹
اولیا میں ہے کہاں اُن کی نظیر

لِی مع اللہ میں ہوئے ہیں جلوہ گر
ہیں وہ عاشق مظہر پیغامبر

لی ۴۰	مع اللہ ۱۷۶	وقت ۵۰۶	لایسعنی ۲۳۱	فیہ ۹۵	ملک ۹۰
مقرب ۳۴۲	ولا ۳۷	نبی ۶۲	مرسل ۳۳۰	جملہ ۱۹۰۹	÷

ھُوالمعُین

رباعی

۹۲

کل شئ یرجع کے خواجہ صوفی جو ہیں بھید
ذات میں ہوں گے فنا جس دم صفات و ممکنات

جان عاشق اصل مستثنیٰ سراسر بن گئے تو
ہے وہاں حیرت میں حیرت اور راز محبت ہو

کل ۵۰	شے ۳۱۰	یرجع ۲۸۳	الی ۴۱	اصلہ ۱۲۶ جملہ ۸۱۰

ھوالمعین

رباعی

۹۳

خواجہ ولیٔ عزیز جو کہ ہیں اجمیر میں
۷۵۵
اُن سے الست بربکم کی ہے حقیقت عیاں

عاشق چشتی ادا کر تو جواب بلیٰ
رب ہے تیرا پیر خود بادشہ خواجگان

الست	بربکم	جملہ
۴۹۱	۲۶۴	۷۵۵

ھوالمعین

رباعی

۹۴

ہے جو الفقرُ حدیث احمدی
ہو گئے وا اس کے اسرار جلی

آئینہ اس کے ہیں عاشق دیکھ لے
خواجہ اعظم امام دیں ولی
۱۸۱۸

الفقر	فخری	والفقر	منی	جملہ
۴۱۱	۸۹۰	۴۱۷	۱۰۰	۱۸۱۸

هو المعین

رباعی

۹۵

بحر احساں خواجۂ اجمیر پیر بے مثال
جن کی پیشانی سے شان حیدری ہے آشکار

۱۹۹۴

مظہر اُن کا بن گیا ہے دیکھ عاشق غور سے
لافتی الاعلی لاسیف الا ذوالفقار

لافتی	الاعلی	لاسیف	الا	ذوالفقار	جملہ
۵۲۱	۱۴۲	۱۸۱	۳۲	۱۱۱۸	۱۹۹۴

هو المعین

رباعی

۹۶

حضرت خواجہ مثال مرتضیٰ شکل رسول
ہیں معین الدین حسن فرزند فرزند بتول

۴۶۹۰

اُن سے ہے ناد علی کا منکشف مضمون سب
ہم کو عاشق سے ہوا ہے یہ نیا نکتہ حصول

نادعلیا	مظہرالعجائب	تجدہ عونا	لک فی النوائب	کل ھم	وغم
۱۶۶	۱۲۶۲	۵۳۹	۲۴۰	۹۵	۱۰۴۶
سینجلی	ببنوتک	یا محمد	وبولایتک	یا علی	جملہ
۱۶۳	۴۸۰	۱۰۳	۴۷۵	۱۲۱	۴۶۹۰

هوالمعین

رباعی

۹۷

صاحب عقل کل ولیٔ چشت
۱۱۰۰
ہیں جو اجمیر میں شہ اسلام

دیکھ عاشق تو اُن کے چہرے میں
ہے نہاں ذوالجلال والاکرام
۱۱۰۰

هوالمعین

رباعی

۹۸

در ولیٔ ممالک ہنداست
۲۳۶
سِرّ الحیّ راز القیوم
۴۹ ۱۸۷

عاشقا کُن فنا بذات معیں
آنچہ داری زہستی موہوم

هوالمعین

رباعی

۹۹

مدینہ کو جانے کا تھا جو خیال
یہ ہاتف سے عاشق کو پہنچی خبر

تو اتنی مشقت اُٹھاتا ہے کیوں
پیمبر ہیں اجمیر میں کر نظر
۲۵۴ ۲۵۴

هوالمعین
رباعی
۱۰۰

آرزو مہرِ نبوت کی جو تھی
۷۰۳
اس کا ملنا تھا نہ کچھ مجھ کو پتا
اس کو اے عاشق سراسر چشت میں
۷۰۳
خواجۂ اجمیر نے دکھلا دیا

هوالمعین
رباعی
۱۰۱

لاتعین بن گئے شاہنشہ ہندوستان
خود ہے غیب الغیب ذات خواجہ کون و مکان
دیکھ اپنی جان سے انجان ہو کر عاشق آب
ہے معین دم سے الآن کما کان عیاں
۲۱۴ ۲۱۴

هوالمعین
رباعی
۱۰۲

مسجد خواجہ ولی کو دیکھو
۷۶۸
بیت معمور کی ہے ۳۱ ہیں شان
۷۶۸
رشکِ گردوں ہے زمینِ اجمیر
جس میں عاشق ہیں ملایک ہر آن

(غیاث اللغات) بیت المعمور بیتے بحذ آسمان چارم از زمرد مقابل کعبہ بطور مکہ از آنجا چیزے تبقید بر بام کعبہ آید و قبل از طوفان بر زمین کعبہ بود معمور ازاں نام شد کہ ہر وقت از زیارت ملایک آباداست

هو المعین
رباعی
۱۰۳

میم اور عین یں معین کے ہے
۴۰ ۷۰
م ع
عَاشقا لا الٰہ الّاھُو
۱۱۰

صاف وہاب اور ولی ہے عیاں
۴۶ ۱۴
اور حرفوں سے اس کے دیکھ لے تو

م	ع	ی	ن	جملہ ۱۷۰
۴۰	۷۰	۱۰	۵۰	

هو المعین
رباعی
۱۰۴

اے صاحبان شرع معین سے لوتم مدد
۱۷۰
سمجھو نہ ماسوائے رب اُن کو برائے رب

عاشق کی آنکھ سے کرو ان پر نظر ذرا
قدوس ہے معین میں نہاں دوسرا ہے کب
۱۷۰ ۱۷۰

هُوَ المعین

رباعی
۱۰۵

سنتے تھے ہم نعیم و علیین
پر نہ تھی ہم کو اس کی کچھ بھی خبر
میں نے دیکھا جو غور سے عاشق
آئے دونوں معین میں مجھ کو نظر

۱۷۰ ۱۷۰ ۱۷۰

هو المعین

رباعی
۱۰۶

ہیں ساری کائنات کے خواجہ مدار کار
خلقت کو اس کے بھید سے عاشق خبر کرو
صاف الناس کردو یہ سب کی جناب ہیں
قطب جہاں چھپا ہے معین میں نظر کرو

۱۷۰ ۱۷۰

هو المعین

رباعی
۱۰۷

چالیس سال ہجر کا شربت نصیب تھا
عاشق ملا کہیں سے نہ ساغر ملاپ کا
دو کان چشت میں جو پہنچ ہو گئی مری
وہاں جام وصل مجھ کو معین سے عطا ہوا

۱۷۰ ۱۷۰

هوالمعین

رباعی

۱۰۸

عاشق تمام آئے نظر غیر بن مجھے
تقدیر سے مری جو معین پر نظر پڑی
۱۷۰
پھر پھر کے میں نے دیکھا جہاں میں جہاں جہاں
حق بین یہی ہے ذات مقدس ہوا عیاں
۱۷۰

هوالمعین

رباعی

۱۰۹

افسوس چھان مارا زمانہ کو عمر بھر
دم بھر میں اُن سے ہو گیا حاصل مجھے یقین
۱۷۰
پر مجھ سے وہم و شک و گماں کچھ نہیں گیا
عاشق جو میں بسوئے جناب معین گیا
۱۷۰

هوالمعین

رباعی

۱۱۰

رہتا ہے جن و انس کا روضہ پہ جو ہجوم
۱۷۰
دونوں نے اپنے بھید کو دکھلا کے یوں کہا
عاشق نے پوچھا دیکھ کے یوں سب سے کیا ہے دھوم
ہستی معین سے ہم کو ہے حاصل علی العموم
۱۷۰

ھوالمعین
رباعی
۱۱۱

مسلم نہ کیوں معین کی ہو صورت میں آشکار
۱۷۰ ۱۷۰
عاشق نہ اُن سے کفر کا کیوں کر مٹے نشان

اسلام ایک لعل ہے خاص اس کی کان کا
پہلے سے اُن کا رخ ہے ہدایت کی شان کا

ھوالمعین
رباعی
۱۱۲

گوش زد اپنے جو عاشق ہے جرس کی آواز
گنبدِ اطہر خواجہ سے صدا یہ آئی
۹۰۶

فکر تھی دل کو مرے ہے یہ کہاں صوت بجت
۹۰۶
گو بجتی رہتی ہے ہر وقت یہاں صوت بجت
۹۰۶

ھوالمعین
رباعی
۱۱۳

راگ کی حرمت کے قایل ہیں جو لوگ
کب ہو عاشق دوسروں کو ذوق شوق

وہ نہ بزم چشتیوں میں دخل دیں
لطفِ نغمہ ہے متاع چشت میں
۱۲۱۴ ۱۲۱۴

ھوالمعین

رباعی
۱۱۴

مست ہیں جو راگ سے ارباب کشف
طعنِ بیجا سے ہیں وہ سب پاک و صاف

عاشق چشتی نظر کر غور سے
وجد و حالت کا ہے مظہر انکشاف
۱۳ ۴۳۹ ۴۵۲

ھوالمعین

رباعی
۱۱۵

چشتی بنو تو راگ کا حاصل ہو تمکو خط
مطرب سے پوچھو بھید جو مُضمر ہے عارفو

عاشق کے مثل پردہ ہٹا کر دکھائے گا
خواجہ ولی ستار کے اندر ہے عارفو
۶۶۱ ۶۶۱

ھوالمعین

رباعی
۱۱۶

دلِ مومناں میں نہاں ہے جو راگ
۲۲۱ ۲۲۱
ہے سُلطان اجمیر پر وہ عیاں

ہو عاشق کو کیوں کر نہ ذوق سماع
وہ ہے رازدارِ شہ خواجگاں

هو المعین

رباعی

۱۱۷

جو گانا ہے منظہر ہے باسط کا وہ
۷۲ ۷۲
دو گانہ کرو ترک گانا سنو

نہ کیوں اس سے خاطر کو ہو انبساط
عبادت کا ہے اس میں عاشق نشاط

هو المعین

رباعی

۱۱۸

منظہر کریم بن گیا جب بزم راگ کا
۲۷۰ ۲۷
عاشق ادب سے داخل مجلس ہوا کرو

مجلس نہیں ہے بارگہ کبریا ہے وہ
دربار پر جلال جناب خدا ہے وہ

هو المعین

رباعی

۱۱۹

ہے جو محفل میں چشتیوں کے سماع
۱۷۱ ۱۵۸
رشک عرش بریں ہے وہ عاشق

اس میں ہے جلوہ بخش الرحمٰن
۳۲۹
کیوں کہ اس میں ہے خالق سبحان

سال اختتام کلام با تاریخی نام

فضل خواجہ معین دین سے اب / ختم اپنا جو ہو گیا دیوان
لکھو عاشق قلم سے وحدت کے / ختم کا سن۔ ضمیمۂ عرفان
۱۲۹۶

قطعات تاریخ طبع دیوان ضمیمۂ عرفان از نتائج طبع گنجینۂ اسرار الٰہ جناب مولانا شاہ کریم اللہ عاشق صاحب دیوان

ہے سب اس دیوان میں مضمونِ سرِّ معرفت / شاعری کا کچھ نہیں میرے سخن میں التزام
ہے یہ تیرھا راستہ ملک حقیقت کا عجب / منزلِ مقصود پر آ جلد اے عالی مقام
عشق میں اپنے بنا کر تارک الدنیا عبث / کر دیا بدنام تو نے اے دل اب کیوں میرا نام
کہدیا جو کچھ کہ تو نے کہدیا میں نے وہی / سامنے عاجز ہے تیرے میری عقل اور فکر خام
میں کبھی بکتا ہوں کچھ لفظا اور کبھی کہتا ہوں کچھ / میں ہوں دیوانہ نہیں کچھ بات میں میری قیام
اے مسلمانو ہے میری صلح کل اس طرح کی / بن گیا ہندو کبھی ہر اک آج میرا دل سے رام
اپنی ہی دانست پر ہر ایک صاحب کو ہے ناز / اس طرح کا خلق میں جاری طریقہ ہے مدام
فہم پر اپنی ہی نازاں ہو یہ کب انصاف ہے / حق وہ ہے جو ہو پسند صوفیانِ خاص و عام
شیخ اور زاہد کی مجھ سے ہو سکے خدمت کہاں / عارف و صوفی کا ہوں میں کفش بردار اور غلام
قدرداں میرے بھی اس شہر دکن میں ہیں بہت / افتخار اور فخر سے لیتے ہیں جو میرا اسلام
آج ہیں اس عصر میں معروف جو پیر و بزرگ / مقتدی اُن کا ہوں میں اور وہ ہیں سب کے میرا امام

میں ہوں ان کا مداح خواں اور وہ مرے ہیں خیر خواہ
مطلب دل ہوگیا ہے سب میرا یہاں اختتام

میں نہیں ہرگز منافق ظاہر و باطن مرا
پاک ہے دل کو مرے مطلق نہیں غیبت سے کام

ہیں خرابات دکن میں صاف مینخانے بہت
بکتے ہیں ہر اک گلی میں بادۂ وحدت کے جام

شوق سے پیتے رہو توحید کی لیکر شراب
آنکھ کا ساغر نہ خالی ہو کبھی ہر صبح و شام

اس مرے شعر و سخن کو حفظ دل کر کے سدا
ساقیا پڑھتے رہیں گے ہر گھڑی مَیکش تمام

مطبع محبوب شاہی ہے جو اک بے مثل آج
ہے نظام الملک کے الطاف سے خوب انتظام

چھپ گیا دیوان میرا خوشخط اور صحت کے ساتھ
صاحب مطبع کا میرے سر پہ ہے احسان دوام

لکھ دیا عاشق نے سال طبع اس دیوان کا
شہ کریم اللہ عاشق کا چھپا ہندی کلام

۱۳۰۴ھ

ایضاً تاریخ عاشق در ۱۳۰۴ھ

عرض ہے یہ خدمت عالی میں ہر ایک شخص کی
ہے میرے دیوان میں سب توحید کی گفتار پاک

دیکھ لے چشم بصیرت سے مرے دیوان کو
ہے مرے بحر سخن کا گوہر شہوار پاک

علم ظاہر سے جدا ہے معرفت کی گفتگو
خوب ہی نادر یہ مخفی حق کا ہے اسرار پاک

ہر بشر تکفیر کو میری نہ جائز جان لے
مخبر صادق محمدؐ کا ہوں میں دیندار پاک

چاہیے ہر اک مسلمان کو کہ سمجھے من عرف
قول اُن کا ہے یہ جو ہیں حیدر کرار پاک

میں بھی اُن کا خوشہ چین ہوں ہو گئے پہلے جو پیر
صفحۂ عالم پر اُن کا ہے لکھا اظہار پاک

عارف کامل سے حل ہو گی مری ہر ایک رمز
ہے مرے عرفان کا یہ قلزم ذخار پاک

یادگار اپنا بنایا میں نے اس دیوان کو — ہے مری ہر اک غزل کا مطلع انوار پاک

طبع کی تاریخ لکھی شہ کریم اللہ نے — عاشق مجنوں کے اچھے چھپ گئے اشعار پاک

۱۳۰۴

ایضاً تاریخ عاشق در سنہ ۱۳۰۴ھ

باغ وحدت میں میں رہتا ہوں ہمیشہ نغمہ زن — گلشن توحید کا اچھا بنا ہوں عندلیب

حضرت خواجہ معین الدین کا دوکاں دار ہوں — میں ہوں نائب اُن کا اور وہ ہیں مرے مطلق نقیب

ہے بہی کھاتے میں میرے کل حساب معرفت — دیکھو ورقوں کو الٹ کر سب ہے مضمون دلفریب

گرم بازاری جہاں میں ہے مرے عرفان کی — جمع ہیں میرے خریدار آج ہوں میں خوش نصیب

کفش برداروں میں ہوں میں واصلان عصر کے — عاشق صادق ہوں سب کا دل سے اور ہر غریب

مہربانی سے سماعت کیجئے میری غزل — جانئے ہرگز نہ مجھ کو دور تم سے ہوں قریب

دوست ہیں شاہ و گدا یہاں اپنے بیگانے تمام — ہے جہاں سب خیر خواہ اپنا نہیں اک بھی رقیب

چھپ گیا دیوان مرا الطاف سے احباب کے — مطبع محبوب شاہی میں دکن کے اے حبیب

طبع کی تاریخ لکھی شہ کریم اللہ نے — یہ چھپا ہے عاشق خواجہ کا دیوان عجیب

۱۳۰۴

ایضاً تاریخ عاشق در سنہ ۱۳۰۴ھ

چھپ گیا دیوان عمدہ شہ کریم اللہ کا — کہتے ہیں دیکھ کر یہ مژدہ مجھ سے یوں احباب سب

موتیوں کی لڑ ہے اس دیوان کی ہر اک سطر
جدول اس کی بن گئی ہے صاف خط استوا
اس طرح کے ہیں دوایر گول حرف نون کے
کب کسی سے ہو بیاں اوصاف اس دیوان کے
شاعری سے ملتی ہے کب عاشقی کی گفتگو
سال چھپنے کا لکھا شاہ کریم اللہ نے

صفحہ اس کا ہے ہر اک توحید کا دریا عجب
نقطے شعروں پر ہیں ایسے جیسے تارے روشن ہوں شب
قرص ماہ و مہر کو نسبت بھلا ہو اس سے کب
بند ہیں شیریں بیانی سے سخن کی سب کے لب
دیکھ لو اشعار پڑھ کر مجھ سے دیوانہ کا ڈھب
عاشق خواجہ کا یہ دیوان ہوا ہے طبع اب
۱۳۰۴

ایضاً تاریخ عاشق در ۱۳۰۴ھ با توشیخ

یہ دیوان چھپ گیا مانند خورشید
دہن سے اپنے جو نکلی ہیں باتیں
وجود رب میں خود موجود ہوں میں
نشانِ وحدت کا ہر اک کو ملے کب
ازل سے عشق میرا ہے جو مجھ کو
کب آتی ہے دوئی میرے سخن میں
یہ وحدت کا سخن موزوں ہوا ہے
اٹھا پردہ جو سرِ باطنی کا
لبالب ہے یہ میرا بحرِ عرفان

ہے روشن اس سے عرفان آئینہ وار
یہ سب ہے معرفت کی صاف گفتار
اَنا کا بھید ہے مجھ سے نمودار
شمار یک میں ہیں مفقود دو چار
ہمیشہ اپنا آپ ہی ہوں طلبگار
رہ توحید پر میری ہے رفتار
موحد ہوں میرے ہیں پاک اشعار
لکھے میں نے عیاں سب رمز دلدار
ہزاروں ہی ہیں اس میں درِ شہوار

چنو گل معرفت کے اس چمن میں — شگفتہ ہے طریقت کا یہ گلزار
تمام اشعار شعری سے ہیں روشن — یہ کل دیوان کے مطلع ہیں پر انوار
عجب ہیں میرے دیوان میں مطالب — اوق مضمون ہیں اس کے اور دشوار
شراب عشق سے یہ خم بھرا ہے — قدح پی پیکے تو ہو خوب سرشار
کلام عاشق خواجہ ہے صادق — اسے پڑھ صدق سے آ مرد دیندار
ہے عاشق یہ موشح مصرعۂ سال — یہ ہے مفتاحِ قفلِ گنج اسرار

۱۳۰۴

ایضاً تاریخ عاشق در ۱۳۰۴ھ

یم توحید سے نکلے ہیں موتی — یہ سب گوہر ہیں نادر لوٹئے جلد
پرکھتے ہو جو عرفان کے گوہر تم — دُرِ مضمون خاطر لوٹئے جلد
کریم اللہ شاہ بے نوا کا — خزانہ ہے یہ حاضر لوٹئے جلد
معین الدین کی دیگ معرفت کی — یہ سب نعمت ہے طاہر لوٹئے جلد
کہا عاشق نے سال طبع دیوان — تصوف کے جواہر لوٹئے جلد

۱۳۰۴ھ

ایضاً تاریخ عاشق در ۱۳۰۴ھ

فضل سے خواجہ معین الدین کے جب — طبع مطبع میں یہ دیوان ہو گیا

شہ کریم اللہ نے لکھا یہ سال	عاشق چشتی کا دیوان بھی چھپا ۱۳۰۴

ایضاً تاریخ عاشق در سنہ ۱۳۰۴ھ

چھپا جبکہ عاشق یہ دیوان تمہارا کریم اللہ اس طرح سال اس کا لکھو	کھلے ہیں حقیقت کے ابواب سب پر کشادہ تصوف کے دلچسپ ہیں در ۱۳۰۴ھ

ایضاً تاریخ عاشق در سنہ ۱۳۰۴ھ

ہو الظاہر خدا نے جو کہا ہے چھپا دیوان تو عاشق نے لکھا سال	اُسی کی رمز کے یہ سب ہیں اشعار خدا کا یہ کھلا ہے عین اسرار ۱۳۰۴ھ

ایضاً تاریخ عاشق در سنہ ۱۳۰۴ھ

رخ اپنا دیکھئے اس آئینہ میں لکھا عاشق نے سالِ طبع دیوان	ہے شخص و عکس کی ایک ہی نشانی یہ ہے مرآۃ اسرار معانی ۱۳۰۴

ایضاً تاریخ عاشق در سنہ ۱۳۰۴ھ

یہ دیوان ہے مصباح بزم سخن	مضامین اس کے ہیں سب دلفریب

کہا طبع دیوان کا عاشق نے سال	یہ شمع طریقت لگی ہے عجیب ۱۳۰۴ھ

ایضاً تاریخ عاشق در ۱۳۰۴ھ

عشق کی مئے سے بھرا ہے یہ سخن طبع دیوان کا لکھا عاشق نے سال	مست اسے پیکر ہوائے یار جلیس بادۂ عرفان کا یہ خم ہے نفیس ۱۳۰۴ھ

ایضاً تاریخ عاشق در ۱۳۰۴ھ

طلاطم ہے جو دریائے سخن کو لکھا عاشق نے سال طبع دیوان	عجب ذات وصفت کا بحر ہے یہ رموز معرفت کا بحر ہے یہ ۱۳۰۴ھ

ایضاً تاریخ عاشق در ۱۳۰۴ھ

پڑھو پیر کامل سے اس کے مسائل لکھی کلک عاشق نے تاریخ اس کی	چھپا ہے یہ نادر طریقت کا فتویٰ یہ ہے اصطلاح حقیقت کا فتویٰ ۱۳۰۴ھ

ایضاً تاریخ عاشق در ۱۳۰۴ھ

میاں محمود کے فضل و کرم سے	چھپا ہے عاشق خواجہ کا دیوان

کریم اللہ نے سن اس کا لکھا	یہی ہے نسخہ توحید سبحان ۱۳۰۴

ایضاً تاریخ عاشق در سنہ ۱۳۰۴ھ بہ صنعت صوری و معنوی

چھپ گیا جس گھڑی مرا دیوان لکھدو سن صوری معنوی عاشق	دی مری طبع نے یہ مجھ کو نوید تیرہ سو سال پر ہیں چار مزید ۱۳۰۴

ایضاً تاریخ عاشق والا در سنہ ۱۳۰۴ھ بہ صنعت حروف بے نقط

ہر گہ کہ مہر وار کلام سم طلوع کرد مصراع سال در دل والا در آمدہ	در ہر سطور کلک رسا کردہ کار روح اُردو کلام ملہم و اسرار دار روح ۱۳۰۴

ایضاً ہر پنج مصرع و ماہ تاریخ عاشق در سنہ ہجری و فصلی و سکہ و سمت و عیسوی

یہ ہے اصل نور حقیقت کا گلزار لکھی اس کی عاشق نے پاکیزہ تاریخ ۱۳۰۴ ۱۹۴۳	[illegible]	بہار اس کی ہے رنگ افروز وحدت کھلا ہے یہ زیبندہ باغ طریقت ۱۲۹۶ ۱۸۸۶

ایضاً تاریخ عاشق در سنہ ۱۲۹۶ ف

حقیقت کے موزوں ہیں اشعار اسمیں	یہ دیوان ہے تفسیر فرقان مطلق

لکھا کلک عاشق نے سال اس کا فضلی | چھپا ہے طریقت کا قرآن مطلق
۱۲۹۶ ف

ایضاً تاریخ عاشق در سنہ ۱۲۹۶ ف

جبکہ یہ دیوان مرا چھپ گیا | کہنے لگا مجھ سے ہر اک اہل فن
سن کہو فضلی کا کریم اللہ اب | عاشق جان باز کا ہے یہ سخن
۱۲۹۶ ف

ایضاً تاریخ عاشق در سنہ ۱۲۹۶ ف

لگا لیجئے لب سے جام سخن کو | بھری ہے تصوف کی مے اس میں اچھی
لکھا طبع کا سال عاشق نے فضلی | یہ ہے اصل بھٹی حقیقت کی مے کی
۱۲۹۶ ف

ایضاً تاریخ عاشق در سنہ ۱۲۹۶ فصلی ہجری بصنعت فوق النقط

کن نظر نکتۂ تصوف را | کہ رقم کرد کلک دُر سا نظم
گفت عاشق دو سال در مصرع | سر منظوم و سلک دُرِ نظم
۱۲۹۶ ۱۳۰۴

ایضاً تاریخ عاشق در سنہ ۱۲۵۶ یزدجردی

یزدجردی کا جو سن تھا درکار | بولی اس طرح مری طبع رسا

سال یوں لکھو کریم اللہ شاہ	سخن عاشق جان باز چھپا ۱۲۵۶

ایضاً تاریخ عاشق در ۱۸۸۶ء

یہی مژدہ ہے سارے چشتیوں کو	ہے خوش خواجہ معین الدین حسن آج
چھپا ہے عاشق صادق کا دیوان	یہ ہے مقبول طبع مرد و زن آج
غزل توحید کی گا کر سناؤ	مجھے اے عندلیبان چمن آج
نہ میں نے صرف حمد و نعت لکھی	ہیں اس میں وصف ذات پنجتن آج
یہ چھپ کر نسخہ وحدت کا تحفہ	ہوا منظور رب ذو المنن آج
سنی تیری غزل تو صاف ہم پر	کھلا عاشق ترا دیوانہ پن آج
تصوف سے بھرے ہیں شعر سارے	پڑھیں کیونکر نہ اس کو اہل فن آج
جو گائیں شعر یہہ دیر و حرم میں	سنیں گے دل سے شیخ و برہمن آج
ہے مشہور اک جو یہاں محبوب شاہی	مبارک مطبع ملک دکن آج
وہاں اچھا چھپا دیوان اپنا	ہے دار الطبع معروف زمن آج
کہا عاشق نے اچھا عیسوی سال	حقایق کا چھپا ہے خوش سخن آج ۱۸۸۶

ایضاً تاریخ عاشق در ۱۸۸۶ء

چلو بلبلو عشق ہے تم کو گر	ہے پھولا پھلا اک طریقت کا باغ

سنو نغمۂ قمریٔ خوش بیان
ہے وحدت میں صاف اس کی کثرت کا باغ

ہے توحید کا رنگ سب اُس جگہ
بھرا انجمن سے ہے خلوت کا باغ

ملو یار سے اپنے جا کر وہاں
ہے معشوق و عاشق کے وصلت کا باغ

سنو مطربوں سے یہ غزلیں تمام
لگا ہے یہاں ہاتھ جنت کا باغ

کہو عاشق اب عیسوی اور سال
کھلا ہے مسجّع حقیقت کا باغ

۱۸۸۶ء

ایضاً تاریخ عاشق در ۱۸۰۸ء سکہ بصنعت فوق النقط

خوشا سال فوق النقط کا ہوا نظم
یہ کس طرح عاشق ہو منظور دلخواہ

سنو عارفو مادّہ سکہ کا نادر
گلستان وحدت شگفتہ ہوا داہ

۱۸۰۸

ایضاً تاریخ عاشق در ۱۹۴۳ سمت

یہ گلدستہ چھپ کر جو نکلا جہاں میں
زمانہ میں پھیلی ہے خوب اس کی نکہت

لکھا سال سمت کا عاشق نے اچھا
شگفتہ ہے گلزار رمز حقیقت

۱۹۴۳

قطعہ تاریخ طبع دیوان گنجینۂ عرفان از نتائج طبع رنگین شاعر بینظیر و روشن ضمیر جناب حافظ محمد منیر الدین المتخلص بہ منیر خلف حضرت غلام محی الدین صاحب جمعدار مغفور و خلیفہ

حضرت قبلہ عالم و عالمیان قطب اقطاب زمان محمود میاں صاحب قبلہ مدظلہ العالی احمد آبادی گجراتی شاہپوری

حضرت عاشق صاحب دل نے — خوب توحید میں دیوان لکھا
درج ہے اس میں وہ مضمون بلند — کسی شاعر کو نہ سوجھا ہوگا
ہے کلام ان کا نہایت شیریں — جس سے ملتا ہے ہر اک دل کو مزا
صاف معنی ہیں عیاں لفظوں سے — ہیں ہر اک لفظ میں معنی صدہا
کیسے معنی کہ وہ ہیں آئینہ — شکلِ وحدت نظر آئے یہ خدا
نقطہ ہر اک ثمر تازہ ہے — ذائقہ اہل بصیرت کو ملا
پھول وحدت کے اسے کہتے ہیں — رنگ و خوشبو میں یہ گل ہے یکتا
اور ہی تھی روشن فکر نیاز — طرز ہے ان کی طبیعت کی جدا
فخر یہ وہ سمجھے یہ ہیں محمودی — رنگ اون سے نہیں ملتا ان کا
طبع کا سال جو لکھنے کے لئے — طبع رنگین نے ارادہ باندھا
مجھ سے بیساختہ رضوان نے منیر — شجر گلشن عرفان لکھا

۱۳۰۴ھ

قطعہ تاریخ طبع دیوان عاشق خواجہ خواجگان از افکار گہر بار شاعر یکتا مورخ بے ہمتا
جناب میرزا علی صاحب المتخلص بہ زور ملازم سرکار متعین دفتر خزانہ عام مرید خاص
حضرت قبلہ عالم و عالمیان حضرت مولانا محمود میاں صاحب چشتی احمد آبادی گجراتی

کرو تصنیف کریم اللہ شاہ
گنج اسرار ہو اللہ ذاتش
ہمچناں صوفیٔ صاحب باطن
ہمہ دیوان تصوف آمیز
سال طبعش زدم اے زور رقم

نسخہ نادر و نایاب زمن
ہمچو خرشید دل اور دشن
راست گویم کہ بنا شد بدکن
چوں نباشد بہ جہاں مستحسن
کاشف راز تصوف احسن
۱۳۰۴

ایضاً تاریخ جناب زورؔ صاحب

دیوان نکو چو طبع فرمود
تاریخ بزور گفت ہاتف

روشن شدہ نام خواجہ عاشق
مطبوع کلام خواجہ عاشق
۱۳۰۴ھ

قطعہ تاریخ طبع دیوان معدن عرفان از فکر اسعد بندۂ پرہیزگار جناب باری حضرت غلام محمد صاحب صدر نا تعلقہ دار سررشتہ آبکاری خلف الصدق جناب مقبل بارگاہ صمد حضرت حسن محمد صاحب مرحوم و مغفور ساکن محلہ ترپ بازار

شہ کریم اللہ عاشق مرشد والا صفات
نام اوہم کا سنا تھا جسکو دیکھا آنکھ سے

شاہ ابراہیم سایہ تارک الدنیا ہوا
یہ بڑی ہمت کا کام اس عصر میں اس نے کیا

سب کمالات جہاں ہیں جمع اسکی ذات میں
ہے بڑا ثابت قدم یہ مرد میدان جہاں
آگیا جس کام پر پورا کیا اس کام کو
خاص و عام آتے ہیں اس کے پاس لیکر اپنے کام
منحصر اوقات اس کی ہے ریاضت پر مدام
ہے خلیق الیسا مرا یہ مرشد آگاہ دل
حضرت محمود کا ہے یہ خلیفہ منتخب
فیض سے خواجہ معین الدین چشتی کے تمام
کیا کروں توصیف اک میں ہے بہت مشہور جہاں
لکھدیا دیوان اس نے معرفت کا اسطرح
اس کے فیضان سخن سے ہوگا حاصل سب کو فیض
خوش عقیدت سے لکھی ہے میں نے تاریخ اس کی خوب
بندگان حق میں ہوں میں اک محمد کا غلام
آبکاری کا تعلقدار میرا صدر ہے
تھا حسن کبھی اور محمد نام جس کا خلق میں
اس نشان سے دوستان قدرداں جانے مجھے
سال اسکی طبع کا تم سُن لو مجھ سے فی البدیہہ

ہے عجب تر زیرک اور اس کی طبیعت ہے رسا
فقر کے ہاتھوں سے اچھی گوئے سبقت لے گیا
ہے برابر اس کی ہر اک ابتدا اور انتہا
ہے زمانہ میں یہ ساری خلق کا حاجت روا
کچھ کسی کے ہاتھ سے لیتا نہیں ہے یہ گدا
چاہتا ہے اس کو ہر اک صاحب صدق و صفا
سب مریدوں میں یہی مشہور ہے اک بینوا
علم اس نے مرشد کامل کا حاصل کرلیا
جانتا ہے اس کو عالم میں ہر اک چھوٹا بڑا
دیکھ لو عرفان کا دریا اس نے کوزہ میں بھرا
ہے کلام اس کا ہر اک اسرار ذات کبریا
تا رہے ہمراہ دیوان یادگار اپنا صدا
ہے نیاز اب مجھ کو درویشوں سے ہر صبح و مسا
صدر نائب ہوں میں اس کا ہے یہ خدمت کا پتا
اس کا بیٹا ہوں میں چھوٹا عارفوں کا خاک پا
گھر ترپ بازار میں مشہور عالم ہے مرا

چھپ گیا پاکیزہ دیوان مرشد بے مثل کا
۱۳۰۴ھ

قطعہ تاریخ طبع دیوان مخزن عرفان از نتیجہ فکر سخنور فہیم صاحب طبع مستقیم وحکمت پناہ حقایق ومعارف آگاہ حضرت حکیم محمد عبدالقادر شاہ صاحب خلیفہ ارشد جناب رمزدان رب المعبود مولانا موجود شاہ صاحب چشتی نظامی قادری نقشبندی رام پوری

مرشد پاک شہ کریم اللہ — ہے جو مشہور عاشق والا
ہے عجب اس کی ذات بابرکات — وصف اس کے صفات کا ہو کیا
ہے یہ صوفی و عارف بے مثل — سارا سچا ہے حال وقال اس کا
اس طرح کا فقیر صاف بیان — میں نے ہرگز کہیں نہیں دیکھا
مجھ کو حاصل ہے جو کہ مرشد سے — اس کی باتوں سے سب وہ بھید کھلا
قدردان کون ہے زمانہ میں — فرد یہ منتخب ہے خود اس جا
آنکھ کس کو ہے اس کو دیکھے آج — مہر ہے اس کے روبرو ذرا
جس نے کی اس کے ہاتھ پر بیعت — اختر اس کے نصیب کا چمکا
اس کے تحقیق ہیں یہ سب ارشاد — پڑھ کے دیوان خوب میں سمجھا
چشم انصاف سے ذرا دیکھو — ہر سخن میں ہے اس کے اک نکتا
مجھ میں نفسانیت نہیں بالکل — اس لیئے راست ہے سخن میرا
ہے عروج و نزول ذات وصفات — اس کے اشعار کا بیان سارا
عالم ظاہر اس کو کب سمجھے — معنی ہر لفظ کی ہے در پردا

منتہی اپنے علم میں جو یہ ہے	ہے یہ خواجہ معین دین کی عطا
ہے قلندر یہ صوفیہ مشرب	یہ نہیں ہے مشایخ و ملاّ
شاہ محمود کے مریدوں میں	ہے یہ نامی فقیر بے ہمتا
اس کا دیوان کیوں نہ ہو مشہور	ہے یہ مقبول حضرت خواجا
لکھی تاریخ طبع قادر نے	سخن صدق ہر حق کا چھپا
	۱۳۰۴ھ

قطعہ تاریخ طبع دیوان قلزم عرفان از صاحب طبع رسا متین و خوش گفتار سر دفتر شعرائے کہین و مہین وسخنور فہیم و ذہین حضرت محمد غیاث الدین صاحب تحصیلدار فرزند جناب فلاطون جہان حکیم الحکماء محمد مولانا صاحب حکیم محکمجات سرکار عالی

مطبع میں چھپا حضرت عاشق کا یہ دیوان	خورشید سا کرنے لگا ہر شخص نظارہ
تاریخ لکھو طبع کی اس طرح غیاث اب	عرفان کا یہ چمکا ہے دل انگیز ستارہ
	۱۳۰۴ھ

قطعہ تاریخ طبع دیوان بحر عرفان از افکار گہر بار نکتہ سنج و نکتہ دان خفی و جلی صاحب سخن دان وسخنور حضرت محمد کاظم علی صاحب تحصیلدار المتخلص بہ ہنر فرزند جناب ارسطو زمان حکیم الحکماء محمد مولانا صاحب حکیم محکمہ جات سرکار عالی

چھپا معرفت کا جو دیوان آج
ہُنر نے لکھا طبع دیوان کا سال

ہے عاشق کی اس سے عیاں شان قدس
چمکتا ہے یہ مہر عرفان قدس
۱۳۰۴ء

ایضاً قطعہ تاریخ ہنر صاحب موصوف

لامع ہے مثل برق عاشق کا کلام
تاریخ طبع یوں ہُنر نے لکھی

دیوان ہے گرم خوش صفت کا یہ مہر
نِکلا افلاک معرفت کا یہ مہر
۱۳۰۴ء

قطعہ تاریخ طبع دیوان تفسیر قرآن از نتائج طبع مستقیم و مرفہیم میاں محمد عبد الرحیم صاحب صاحبزادہ حضرت حقیقت پناہ و معرفت دستگاہ جناب فیض مآب شاہ کریم اللہ صاحب چشتی نظامی محمودی مدظلہ العالے

پیر میرے جو ہیں کریم اللہ
شاہ اجمیر سے نصیر تلک
فیض سے ان کے ہو گئے روشن
خواجۂ چشت کے جو عاشق ہیں
طبع ان کے جو ہو گئے اشعار

اُن کے مرشد ہیں خواجہ ممشاد
ہیں یہی بے مثال پنج افراد
دکن اور ہند کے تمام بلاد
میرے والد ہیں یہ بزرگ نہاد
ہیں یہ سارے وظائف داوراد

ناظر وہی ہے یہہ مصحفِ عرفان
رات دن اس کو دل سے کیجئے یاد

عرض عبد الرحیم کیجئے سال
ہے یہ دیوان مخزن ارشاد
۱۳۰۴ھ

ایضاً تاریخ میاں محمد عبد الرحیم صاحب موصوف

جو عاشق ہیں صادق مرے قبلہ گاہ
یہ پاکیزہ خوب اُن کا دیوان چھپا

کرو عرض سال اس کا عبد الرحیم
عجب یہ خزینہ ہے ارشاد کا
۱۳۰۴

ایضاً تاریخ میاں محمد عبد الرحیم صاحب موصوف

چھپ گیا ہے کلام عاشق کا
سخن ان کا شنیدنی ہے یہہ

کیا ہی شیریں سخن ہے حضرت کا
لذت اس کی چشیدنی ہے یہہ

معرفت کا چمن شگفتہ ہے
گل تصوف کا چیدنی ہے یہہ

مژدہ اے عارفان پاک سرشت
آج دیوان خریدنی ہے یہہ

سال عبد الرحیم نے لکھا
تحفۂ چشت دیدنی ہے یہہ
۱۳۰۴

ایضاً تاریخ میاں عبد الرحیم صاحب موصوف

کرو حفیظ دل اس کو اے ناظرو
یہ غزلیں ہیں سب مقبول خواجگان

لکھا مجھ کو زہرہ نے سن طبع کا	یہ دیوان ہے نغمۂ جانِ جاں ۱۳۰۴ھ

قطعہ تاریخ طبع دیوان فیض عنوان حضرت شاہ کریم اللہ عاشق چشتی دو بحر عروض اول در بحر سریع مطوی موقوف یا مکسوف یعنی مفتعلن مفتعلن فاعلن و دوم در بحر رمل مسدس مقصور یا محذوف فاعلاتن فاعلاتن فاعلن و نیز مادۂ تاریخ در صنعت فوق النقط تصنیف جناب میر کاظم علیخاں صاحب المتخلص بہ شعلہ خلف الصدق حضرت اوستاد اکمل وسخندان بے بدل فرید فرید یعنی جناب میر احمد علیخاں شہید دہلوی طاب ثراہُ

عاشق چشتی کریم اللہ شہ گفت چو دیوان بسر معرفت نکتہ عرفان حق اوز و رقم نغمۂ ہو گشت از و آشکار شعلہ ما خوش ایں مصرع تاریخ گفت	جلوہ گر آمد دل او ہمچو مہ گشت از و مقبل خلق و آلہ او شہ عرفان صفی نیک رہ آمدہ در حلقہ وجد یہ شہ نسخۂ اسرار ہو اللہ ہمہ ۱۳۰۴

تاریخ طبع ضمیمہ ہذا از فکر مستقیم جناب رحیم اللہ شاہ صاحب چشتی المتخلص صادق فرزند خلیفہ اعظم و جانشین حضرت عاشق

شہ کریم اللہ عاشق چشتی والا جناب ہیں مرے قبلہ مرے کعبہ فقیر خوش نسب
وہ خلیفہ ہیں معظم حضرت محمودؒ کے شہر گجرات اور دکن میں جانتے ہیں انکو سب
وہ گروہ چشتیوں کے بانوا درویش ہیں ہے نظامی خاندان میں پاک پیران کا لقب
مثل ابراہیم ادہم تارک الدنیا ہیں وہ حال پیران کے ہے تائید خدا و فضل رب
صاحب کسب و ریاضت اور قوت انکا حلال ہے فقیروں میں کہو صناع مانند ان کے کب
اصطلاحات تصوف ان کے ہیں ورد زبان صوفی صافی ہیں وہ اور صاحب علم و ادب
ان کے سب اشعار سے اسرار مخفی ہیں عیاں جانتے ہیں راز انکا جن کو ہے حق کی طلب
جو چھپا دیوان اول یہ ضمیمہ اس کا ہے ہو قبول خالق کونین و سلطان عرب
سال اس دیوان کے چھپنے کا صادق نے کہا عاشق خواجہ کا دیوان ہوگیا ہے طبع اب

۱۳۰۴ھ

قطعات تاریخی طبع بار دوم دیوان حضرت عاشق رحمۃ اللہ علیہ

از جناب مولوی عبد الباری خانصاحب باری فرزند جناب مولوی عبد القادر خانصاحب حاضر و

ہوا ہے ان کا دیوان طبع جو تھے سخن گو صاحب دل معنی حق
کہو ہجری میں باری مصرع سال کلام شیخ کامل معنی حق

۱۳۷۰ھ

از جناب مولوی محمد عبد القادر خان صاحب خسرو سابق ناظم امور مذہبی پائیگاہ خورشید جاہی

شمع اجمیر کا چراغ تھے وہ — کیا کہوں شانِ حضرت عاشق
حیدرآباد میں ہوئی جاری — ایسی دوکانِ حضرت عاشق
رہ گئے دنگ سب امیر و فقیر — دیکھ کر شانِ حضرت عاشق
کبھی خوف خزاں نہ ہو جس کو — وہ ہے بستانِ حضرت عاشق
بللہ الحمد ہو گیا تازہ — طبع دیوانِ حضرت عاشق
اس کے ہر شعر پر ہو صدقے دل — جان قربانِ حضرت عاشق
یہی دیوان عمر بھر کا تھا — ساز و سامانِ حضرت عاشق
ہو رہا تھا جہاں سے نابود — گنج ایوانِ حضرت عاشق
ہوا جاتا تھا دہر سے برباد — یہ گلستانِ حضرت عاشق
حضرتِ عارف اللہ شہ نے کیا — پورا ارمانِ حضرت عاشق
احمد یار جنگ سے کہہ کے کیا — طبع دیوانِ حضرت عاشق
دو قرن بعد ہو گیا پھر سے — جاری فیضانِ حضرت عاشق
مجھ کو تاریخ کا ہوا القا — ہے یہ احسانِ حضرت عاشق

اسمِ تاریخی میں نے اے خسرو
کہا دیوانِ حضرت عاشق

۱۹۵۰ء

ایضاً

مخزن عرفان دیوان حضرت — اس میں نہاں ہے گنج حقیقت
سال بھی ہے یہ نام بھی ہے یہ — دیوان عاشق بحر حقیقت

۱۳۷۰ھ